اور فرمایا کہ یہ اس لیے نازل فرمائے گئے ہیں تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ ﴿35﴾
روزہ انسان کو صبر سکھاتا ہے۔ضبط نفس سکھاتا ہے۔ادب سکھاتا ہے۔
پیاس سخت لگی ہوتی ہے۔کڑاکے کی گرمی پڑ رہی ہے۔اور ٹھنڈا پانی بھی موجود ہے۔دیکھنے والا بھی سوائے خدا کے اور کوئی نہیں۔تو صرف خدا کو راضی کرنے کے لیے اس کے حکم کی اطاعت کے لیے اپنے نفس پر کنٹرول کرے۔اور پانی نہ پیئے۔اور اپنے خدا کو ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے۔
اسی طرح تمام زندگی میں بندے کے اندر خواہش موجود ہے۔موقع موجود ہے۔ بظاہر دیکھنے والا بھی کوئی نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔گناہ کے سارے لوازمات موجود ہیں۔محض اپنے رب کی خوشنودی کے لیے بندہ گناہ سے باز رہے۔
ہمارے پیرومرشد خواجہ گوہر الدین قدس رحمتہ اللہ علیہ موضع جینڈڑ شریف نزد کڑیانوالہ ضلع گجرات فرماتے ہیں کہ ایک تو ہوتا ہے۔خدا کے عذاب کے خوف سے گناہ سے باز رہنا اور دوسرا خدا کے حیا کی وجہ سے گناہ سے باز رہنا اس کا زیادہ درجہ ہے۔
اور امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ تعالیٰ احیاء علوم الدین کی چوتھی جلد میں لکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار میں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ
''اگر میں نہ جنت پیدا کرتا اور نہ دوزخ پیدا کرتا تو پھر بھی میں کیا اس قابل نہیں تھا کہ میری اطاعت کی جائے۔''
اور روزے کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ ہی فرماتے ہیں:

الصوم لی وآنا اجزبه۔

ترجمہ: روزہ صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں۔
یعنی روزے کی جزا نہ تو جنت فرمائی نہ کوئی اور صلہ فرمایا۔بلکہ فرمایا کہ میں ہی اس کی جزا ہوں۔میری خوشنودی۔میری رضا ہی اس کی جزا ہے۔
اور وہ خدا جس نے ہمیں پیدا کیا۔اپنے محبوب پاک کی امت میں پیدا کیا۔اپنے اولیاء کاملین کے قدموں میں رکھا۔ اپنی اور اپنے حبیب پاک اور اپنے پیارے اولیاء کی صحبت عطا فرمائی۔ہمیں صحت اور بے شمار نعمتیں عطا فرمائی۔کیا وہ اس قابل نہیں کہ اس کی اطاعت کی جائے۔بیشک کیوں نہیں۔وہ اسی قابل ہے۔ہم اس کے بندے ہیں۔ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔اور اسی کی پیروی کرتے ہیں۔اس کے محبوب پاک ﷺ کے حکموں کی پیروی کرتے ہیں۔کیوں کہ اس خدا سے روشناس کرانے والے وہی ہیں۔

دعا: اللهم رزقنا حبك و حب حبيبك الكريم ۔ و حب من يحبك و حب عملك من يقربُ عليك و حب عليك احب من الماء بارد الاتشان۔

ترجمہ: اے اللہ تو مجھے اپنی خالص محبت کی روزی عطا فرما۔اور اپنے پیارے محبوب کریم حضرت محمد ﷺ ﷺ کی

محبت عطا فرما۔ اور جن لوگوں سے تو محبت کرتا ہے ان کی محبت عطا فرما۔ اور اپنی محبت کو میرے لیے ﷺ

پیاسے کی ٹھنڈے پانی سے محبت سے زیادہ محبوب تر بنا دے۔

یہ ہے وہ تعلیم جو آقا علیہ السلام نے ہمیں دی ہے۔ اور ہمیں اس طرح دعا مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے نیک لوگوں کی محبت ہی اصل میں زندگی کی میراث ہے۔ ان کی پیروی کا ہی سورۃ فاتحہ میں حکم دیا گیا ہے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ

جن پر تیرا انعام ہوا ان لوگوں کے راستے پر چلا۔ نہ کہ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تیرا غضب ہوا۔ اور نہ ہی ان لوگوں کے راستے پر جو گمراہ ہوئے۔

شرک کا مسئلہ

یہاں اللہ تعالیٰ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ اے لوگو دعا مانگا کرو۔ کہ ہمیں یا اللہ تو اپنے راستہ پر چلا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنے کو اپنا راستہ ہی فرمایا ہے اور اِنعام یافتہ لوگوں سے اگر محبت کریں گے تب ہی اُن کے راستہ پر چلیں گے۔

القرآن: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ

ترجمہ: جس نے میرے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے گویا میری ہی اطاعت کی۔

خدانخواستہ ہم لوگوں کا کوئی بندہ بیمار ہو جائے۔ کسی کا خدانخواستہ کوئی ایکسڈینٹ ہو جائے۔ خدانخواستہ کسی کا بچہ گر پڑے یا خدانخواستہ کسی گاڑی کے نیچے آ جائے تو فوراً مسجد نہیں لے کر جاتے۔ فوراً ہسپتال ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتے ہیں۔ ڈاکٹر میرے بچے کو بچا لے۔ ہم تمہارے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں۔ یہی ہمارا اکیلا بچہ ہے۔ تو کیا ہم شرک کر رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ بچانے والی تو خدائے پاک کی ذات ہے۔ وہی زندگی اور موت دینے والی ہے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ اگر ہمارا عقیدہ ہو کہ اس بچے کو صرف ڈاکٹر نے ہی شفا دینی ہے تو یہ شرک ہوا۔ اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ اسے خدا پاک نے شفا دینی ہے اور ڈاکٹر تو ایک وسیلہ ہے۔ تو یہ عین توحید ہوئی۔ اسی طرح ہمارا ایک روحانی بیمار اگر کسی ولی کے پاس جاتا ہے اور وہ خدا کے حکم سے اس کی روحانی بیماری کا علاج کرتا ہے تو وہ عین توحید ہے۔ خواجہ گوہر الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیر و مُرشد عینک کا کام کرتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ مزار پر جانے کا حق اُس کا ہے۔ جس کو مزار پر جا کر صاحب مزار بھی یاد نہ رہے یعنی صرف خدا ہی یاد رہے۔

اور اگر وہ کسی مزار پر جاتا ہے۔ اور وہ اس قبر کو خدانخواستہ سجدہ کرتا ہے۔ اور وہ خدا کو چھوڑ کر اس قبر والے کو اپنا معبود سمجھتا ہے تو وہ عین شرک ہوا۔ اور اگر وہ شرعی حکم کے مطابق قبر پر جاتا ہے۔ اور وہاں اس لیے جاتا ہے کہ یا اللہ یہ تیرے نیک بندے ساری زندگی تیری اطاعت میں فرمانبردار رہے۔ یہ تیرے محبوب بندے ہیں۔ تو اس محبت کے طفیل جو ان سے تجھ کو ہے

اور اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کے وسیلے سے ہمیں ہدایت عطا فرمادے۔ اس کے پیارے حبیب کے وسیلے کو سامنے رکھتے ہوئے ان نیک اولیاء کے طفیل اپنے خدا سے مانگے تو یہ عین توحید ہے۔

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء:۸۰)

ترجمہ: جس نے میرے رسول کی اطاعت کی۔ اس نے گویا میری ہی اطاعت کی۔

اور وسیلے کا حکم تو خدا تعالیٰ ہی ہمیں دے رہا ہے۔

جب بندہ سے کوئی گناہ ہو جائے اور وہ اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ڈائریکٹ بھی گناہ کی معافی مانگ سکتا ہے۔ لیکن نہیں نہیں یہ نہیں فرمایا جا رہا۔ بلکہ حکم ہو رہا ہے آؤ میرے رسول علیہ السلام کی طرف۔

القرآن: وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ۝۶۴

ترجمہ: اور اے لوگو جب تم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھو تو آؤ میرے رسول (ﷺ) کے پاس۔ اور مجھ سے بخشش طلب کرو (معافی مانگو)۔ اور میرا رسول بھی تمہارے لیے مجھ سے بخشش طلب کرے تو پاؤ گئے تم اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

جب پیر کرم شاہ صاحب الاظہری بھیرہ شریف والے مدینہ منورہ گئے تو وہاں کے قاضیوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ تم لوگ مدینہ منورہ کیوں آتے ہو۔ تو آپ نے اِن کو اس کے جواب میں یہی آیت شریف پڑھ کر سنائی تو وہ لاجواب ہو گئے۔

اور حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ میری قبر کو عیدین نہ بنا لینا۔ یعنی سال میں دو عیدیں ہوتی ہیں۔ اور تم لوگ صرف سال میں دو دفعہ ہی آؤ۔ بلکہ بار بار بار بار میرے پاس آنا۔

اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

''جو میری زندگی کے بعد میرے پاس آیا۔ وہ ایسا ہے کہ گویا میری زندگی میں ہی میرے پاس آیا۔''

اور ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ تم یہ نہ کہو کہ میں روضہ رسول ﷺ کی زیارت کر کے آیا ہوں۔ بلکہ یہ کہا کرو کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کر کے آیا ہوں۔

اور صرف منافقوں کی قبروں پر جانے سے آقا علیہ السلام کو منع فرمایا گیا۔

القرآن: وَلَا تَقُمۡ عَلٰى قَبۡرِهٖ ؕ

ترجمہ: اور اے محبوب ﷺ آپ ان کی قبروں پر بھی کھڑے نہ ہوں۔

اور کسی مسلمان کی قبر پر کھڑا ہونے سے منع نہیں فرمایا۔

بلکہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ''تم قبرستان جایا کرو۔ اس سے دل نرم ہوتا ہے۔''

اور اپنے والدین کی قبروں پر جانے کا بھی ذکر ہے۔ اور قبرستان جا کر السلام علیك یا اھل القبور کا بھی حکم ہے۔ اور فرمایا گیا ہے کہ تمام مُردے جواب دیتے ہیں۔ وعلیکم السلام کہتے ہیں اور جو زندگی میں اس کو پہچانتے تھے یہاں بھی اس کو پہچانتے ہیں۔

یہ تو عام مسلمانوں کا حال ہے۔ بلکہ کفار کو بھی غزوہ بدر کے موقع پر کنویں میں جب ڈالا گیا تو اُن کو تین دن کے بعد حضور علیہ السلام نے خطاب فرمایا تھا کہ کیا اللہ کا وعدہ سچا نہیں تم نے پایا۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ یارسول اللہ ﷺ آپ مردوں سے خطاب فرمارہے ہیں۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ یہ صرف جواب دینے پر قادر نہیں ہیں۔

اور فرمایا گیا ہے جب مردے کو دفنا کر آتے ہیں تو وہ جانے والے لوگوں کے پاؤں کی آہٹ کو بھی سنتا ہے۔

اور شہدا کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ

القرآن: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

ترجمہ: اور تم نہ کہو مردہ جو میری راہ میں مارے گئے ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔

اور ایک جگہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

القرآن: عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ترجمہ: (یہ شہید) اپنے رب کے ہاں روزی دیے جاتے ہیں۔

ہاں اصل میں یہ بات ہے کہ ہم لوگ اس زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔ اور جب ہماری عقلیں اس چیز کو نہیں پاسکتیں تو ہم انکار کر لیتے ہیں۔

الحمدللہ جب ۱۹۹۳-۱۹۹۲ء میں موضع شمع چوگانی میں انبیاء کرام کے مزارات پر بند بنوار ہا تھا اور ایشیائی ترقیاتی بینک بلیو ایریا اسلام آباد سے (جے ہیڈ۔ سپر بھی منظور کروایا تھا) کی اور چوہدری گل نواز MPA جلالپور جٹاں نے بند وغیرہ کے خرچہ وغیرہ کے متعلق وزیر اعظم پاکستان کو رپورٹ بھی پیش کر کے منظوری بھی لے لی تھی۔ اور رقم بھی جاری ہوگئی تھی۔ تو ڈی سی ہاؤس گجرات میں ڈی سی راجہ احسن اور چوہدری گل نواز MPA اور دوسرے بہت سارے لوگوں کی موجودگی میں SSP رانا عبدالواسع صاحب نے مجھ (نثارالٰہی) سے سوال کیا۔

کہ کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کہ تم لوگ ایک قبر بنا کر اسے کہو گے کہ یہ کسی ولی کی یا کسی نبی کی قبر ہے۔

تو اس کے سوال کے جواب میں میں نے تقریباً آدھا گھنٹہ کی تقریر کی تھی اور قرآن و حدیث اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے انبیاء علیہ السلام کے برصغیر میں آمد کے حوالے دینے کے بعد میں نے عرض کی تھی کہ آسمان پر تیرتے ہوئے

سیارے اور چھوٹے چھوٹے آلات زمین میں چھپی معدنیات اور گیسوں کا پتہ دے سکتے ہیں تو کیا ایک ولی کامل کی نظر زمین کے چند فٹ گہرے کسی نبی علیہ السلام کے مدفن کا پتہ نہیں دے سکتی۔ اور میں نے عرض کی اگر کوئی غیر مسلم جو خدا کو اور اس کے فرشتوں کو ہی نہیں مانتا آپ کے ساتھ کندھوں پر جو کراماً کاتبین فرشتے بیٹھے ہیں۔ ان کے ثبوت کے متعلق آپ کو کہے تو آپ کیا جواب دیں گے۔

صدقہ عیدالفطر

اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ کی امت مرحومہ پر اتنا مہربان ہے کہ کسی امت پر اتنا کرم اتنی مہربانی نہیں فرمائی گئی۔ جتنی کہ آقا علیہ السلام کی امت پر فرمائی گئی ہے۔

دوسری ہجری میں ہی صدقہ عیدالفطر کا حکم فرمایا گیا۔

یہ ہر روزہ دار سوا دو سیر گندم یا اس کے بدل اپنے کنبہ کے ہر فرد کی طرف سے ادا کرے چاہے کوئی بچہ عید کی نماز سے پہلے ہی کیوں نہ پیدا ہوا ہے۔

وہ روزہ دار جو نہ عیدالفطر پر کچھ کھا سکتے ہیں۔ نہ ان کے گھر میں آٹا ہے۔ نہ کچھ کھانے کو ہے۔ مسلمانوں کو فرمایا جا رہا ہے۔ کہ جو تم کو تمہارے خدا نے عطا فرمایا ہے اس میں سے صرف سوا دو سیر گندم یا اس کے برابر کے حساب سے صدقہ فطر عید کی نماز سے جانے سے پہلے پہلے ادا کر دیا کرو۔ تا کہ وہ لوگ بھی تمہاری خوشیوں میں شامل ہو جایا کریں۔ اور اسی طرح آگے زکوٰۃ کا حکم بھی نازل فرمایا گیا۔

عیدالفطر

ہجرت کے دوسرے سال ہی آقا علیہ السلام نے یکم شوال کو عیدالفطر ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور اس کا اجراء فرمایا گیا۔

زکوٰۃ

حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ جو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ہجرت کے دوسرے سال ہی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم جاری فرمایا۔

زکوٰۃ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ (التوبہ:٦٠)

ترجمہ: صدقات تو صرف ان کے لیے ہیں۔ جو فقیر ہیں۔ مسکین ہیں۔ زکوٰۃ وصول کرنے کے کام پر جانے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جن کی دلداری مقصود ہے۔ نیز گردنوں کو آزاد کرنے اور مقروضوں کے لیے اور اللہ کی راہ میں مسافروں کے لیے یہ سب فرض ہے۔ اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا دانا ہے۔

آقا علیہ السلام نے ایک نہایت اچھے معاشرے کی بنیاد ڈالی۔ اور بہترین زکوٰۃ کا نظام قائم فرمایا اور اِس زکوٰۃ کو تقسیم کرنے کا طریقہ سمجھایا، زکوٰۃ کا نظام رائج فرما کر نوع انسانیت کی بھلائی کا ایک باب رقم فرما دیا۔

آج وہ لوگ جو اپنے آپ کو ایک مہذب معاشرے کا فرد کہتے ہیں۔ یہ میرے نبی علیہ السلام کی خیرات کا ہی نتیجہ ہیں۔

ان لوگوں نے مسلمانوں کے سنہرے اصول اپنا کر صرف دنیاوی زندگی میں اپنے آپ کو سرفراز کر لیا۔ اور ہم لوگوں نے ان کافروں کے پرانے اصول اپنا کر اور اپنے اصولوں کو ایک طرف رکھ کر کے دنیاداری خود کو نیچے ذلت کے گھڑے میں گرا لیا ہے۔ میں جاپان ٹوکیو میں ایک جگہ ایک ڈرائی کلینرز کی چھوٹی سی دکان پر گیا۔ اندر اور آس پاس کوئی آدمی نہیں تھا اور اس کے غلے کے اوپر ہی کوئی بندہ پیسے رکھ گیا تھا۔ ٹوکیو میں ۱۹۸۸ء میں میں نے کسی بنک کے آگے کوئی گن مین کھڑا نہیں دیکھا۔ کسی ٹوکیو کی چھوٹی گلی میں چل رہے ہیں تو اچانک دیکھیں گے کہ پیچھے ساؤنڈ پروف گاڑیوں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں۔ اور وہ آپ کے احترام میں پیچھے پیچھے آ رہی ہیں۔ کوئی ہارن مار کر آپ کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا۔ وہاں ہارن ایک گالی سمجھا جاتا ہے۔ اور وہ انسان کی اتنی تعظیم کرتے ہیں کہ ان پر رشک آتا ہے۔ یہ اصول تمام اسلام سے لیے گئے ہیں۔ ۱۹۷۸ء میں میں جرمنی گیا۔ وہاں پر سوشیال اور آربڑلوس کا نظام قائم تھا۔ سوشیال میں وہ لوگ بے روزگاروں کو پیسہ کپڑے اور گھر کے برتن اور گھر کا کرایہ تک دیتے تھے۔ اور آربڑلوس میں وہ لوگ جن کا کام کرتے ہوئے چھوٹ جاتا تھا یا ایک جگہ وہ کام چھوڑ کر دوسرے جگہ کرنا چاہتے تھے۔ اِس درمیان عرصہ میں ان کی تنخواہ کے برابر ہی ان کی مدد کی جاتی تھی۔ اور جرمنی میں اگر کوئی بیمار ہوتا ہے تو چاہے اس کے خرچ پر لاکھوں روپے لگیں یا اُس کے لیے ہیلی کاپٹر سروس مہیا کرنی پڑے۔ بالکل فری تھی۔ اور یہاں لوگوں کو فری دوائی کے لیے کس طرح دھکے کھانے پڑتے ہیں۔ روز ڈاکٹر ہڑتال پر گئے ہوتے ہیں۔ انسانیت کی قدر نہیں۔ ہر کوئی اپنے آپ کو سچا کہتا ہے۔ دوسرے کی بھلائی سے کوئی غرض نہیں۔ ہر طرف نفسانفسی کا دور ہے۔ خدا خوفی نہیں رہی ہے۔ یہ ہم کن لوگوں کے اصول اپنائے ہوئے ہیں۔ کیا ہم نے قبر کو بھلا دیا ہے۔ کیا ہم آخرت کے حساب کو بھول گئے ہیں۔ اور کیا ہم نے پل صراط کو اور دوزخ کو بُھلا دیا ہے۔ اور کیا ہم کو جنت کی آرزو نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ان اللہ اشتری بان لھم الجنۃ ط

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جانوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔

تو کون ہے۔ جو اپنی جان کو جنت کے بدلہ میں فروخت کر دے۔ جو اس کے رب کی اس کے مالک کی مرضی ہے۔ اس پر اپنی مرضی کو قربان کر دے۔

تو اللہ تعالیٰ کی بات ہی سچی ہے۔ کہ وہ جس کو چاہتا ہے۔ اپنی رحمت کے لے مخصوص فرما لیتا ہے۔

يُدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ

ترجمہ: جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے مخصوص فرمالیتا ہے۔

رومیوں میں مقروض کو قرض خواہ کا غلام بنا دیا جاتا تھا لیکن اسلام نے ہر ایسے شخص کا قرضہ ادا کرنے کی ذمہ داری لے لی جو کہ اپنی غریبی اور ناداری کی وجہ سے قرض ادا نہ کرسکتا ہو۔(ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۴۱۹)

اگر زکوۃ ہم سب لوگ بالکل خدائے پاک کے حکم کے مطابق ادا کرتے جائیں۔ اور اس کی تقسیم کرتے جائیں تو ہمارے معاشرے میں ایک بھی غریب نہ رہے۔ بے روزگاری نہ رہے۔ چوری نہ رہے۔ ڈاکہ نہ رہے۔

یہ ہمارے اتنے مفکر حضرات جو ٹی وی پر آکر اتنی نصیحتیں کرتے ہیں۔ کیوں ایک اسلامی معاشرے کے اجراء کے لیے کوشش نہیں کرتے۔ اس لیے کہ یہ خود ان چیزوں میں ملوث ہیں۔ یہ لوگ یہ نظام لانا ہی نہیں چاہتے کیوں کہ اس طرح ان لوگوں کی بے پناہ جائیدادیں جاتی ہیں۔ جن پر زکوۃ فرض ہے۔

ہم لوگوں کی بھی کیا زندگی ہے۔ ہمارا کھانا حرام ہمارا پینا حرام۔ ہمارا جینا حرام ہمارا مرنا حرام۔ ہمارا سونا حرام۔ ہمارا چلنا حرام۔ اور ہمارا دیکھنا بھی حرام۔ اور ہمارا سننا بھی حرام۔ ہاں جس کو خدا بچالے۔

اگر کوئی آدمی نماز نہیں پڑھتا ہے تو اس کے لیے رونے کا مقام ہے۔ کہ یا اللہ مجھ سے کیا غلطی ہوگئی ہے کہ تو مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا نہیں کر رہا ہے۔

یا اللہ! اپنے محبوب پاک کے صدقے حضور علیہ السلام کی تمام امت پر رحم فرما۔ اس کی اصلاح فرما۔ اور اس کو بخش دے۔ اور ہمارے کرتوتوں کی وجہ سے اغیار کو ہمارے اوپر مسلط نہ فرما۔ (نثارالنبی ولد صوفی محمد ریاض ولد صوفی محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ)

قانون قصاص و دیت

اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے دوسرے سال سے ہی یہ قانون بھی نافذ فرما دیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! فرض کیا گیا ہے۔ تم پر قصاص جو ناحق مارے جائیں۔ آزاد کے بدلے آزاد۔ غلام کے بدلے غلام۔ عورت کے بدلے عورت۔ پھر جس کو معاف کی جائے۔ اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کوئی چیز تو چاہیے کہ طلب کرے (مقتول کا وارث) خون بہا۔ دستور کے مطابق اور (قاتل کو چاہیے) کہ اسے ادا کرے اچھی طرح۔ یہ رعایت ہے۔ تمہارے رب کی طرف سے اور رحمت ہے۔ تو جس

نے زیادتی کی اس کے بعد تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اور اِس قانون قصاص کے متعلق قرآن پاک میں اللہ جل شانہٗ نے فرمایا:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴿۱۷۹﴾

ترجمہ: اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔اے عقلمندو! تاکہ تم قتل کرنے سے پرہیز کرنے لگو۔(سورۃ بقرہ،۱۷۹)

نکاح سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا

سرکار دو عالم ﷺ کی آپ سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔

جنگ بدر سے واپسی پر سرکار دو عالم ﷺ کی بڑی سے چھوٹی صاحبزادی جو سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔وفات پا گئیں۔آپ کا نام نامی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھا۔اس کے بعد آقا علیہ السلام نے ان سے بھی چھوٹی صاحبزاری حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا۔سب سے بڑی صاحبزاری حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔جن کی شادی حضرت ابوالعاص سے ہوئی تھی اس کا واقعہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے اللہ تعالیٰ نے آقا علیہ السلام کو دو بیٹے حضرت قاسم اور حضرت طاہر عبداللہ عطا فرمائے اور پھر حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور سب سے آخر میں سیدۃ نسا حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا عطا فرمائیں۔ اس وقت آقا علیہ السلام کی عمر مبارک ۳۹ سال تھی۔یعنی آپ کی ولادت مبارک بعثت سے پانچ سال قبل ہوئی تھی۔

یہ آقا علیہ السلام کی بڑی پیاری اور لاڈلی بیٹی تھیں۔ان کی چال حضور اکرم ﷺ سے بہت مشابہ تھی۔اور یہ آقا علیہ السلام کا بہت زیادہ خیال رکھتی تھیں۔

جب آپ سن بلوغ کو پہنچیں تو آقا علیہ السلام کے پاس ان کے لیے بہت سے شرفاء کے رشتے آئے۔لیکن آپ ﷺ نے سب سے یہی فرمایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا۔

ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آج تک بہت سے رشتے آقا علیہ السلام کے پاس حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے لیے آئے ہیں لیکن آپ علیہ السلام نے کسی کو قبول نہیں فرمایا ہے۔آؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے ہیں۔اور آپ کو کہتے ہیں کہ آقا علیہ السلام سے اس رشتہ کے بارے میں پوچھیں۔اس وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات کو ساتھ لے کر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے۔پہلے آپ کے گھر گئے۔یہ وہاں نہیں ملے۔پتہ چلا کہ فلاں انصاری کے باغ کو سیراب کرنے کے لیے اپنی اونٹنی لے کر گئے ہیں۔جب یہ دونوں حضرات وہاں پہنچے تو ایک روایت کے مطابق آپ وہاں ایک کھجور کے درخت پر

چڑھے ہوئے کھجوریں اُتار رہے تھے۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی آمد کا مقصد بتایا۔سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔کہ میں نے جب ان کی آمد کے مقصد کے متعلق سنا تو مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ قریب تھا کہ میں درخت کے اوپر سے نیچے گر پڑوں۔میں بڑی مشکل سے کھجور کے اونچے درخت سے نیچے آیا۔سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تک کئی رشتے آقا علیہ السلام کی خدمت میں سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کے آئے ہیں۔لیکن ہر ایک کو آپ علیہ السلام نے یہی جواب فرمایا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی۔مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول علیہ السلام نے یہ رشتہ آپ کے لیے روکا ہوا ہے۔آپ کیوں نہیں پوچھتے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔کہ مجھے اپنی تہی دامنی کا احساس ہے۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔کہ پیسے وغیرہ یا کسی چیز کی ضرورت ہو تو ہم حاضر ہیں۔آپ ضرور آقا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں جائیں۔اور سوال کریں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات سن کر خوشی سے رونے لگے۔اور موٹے موٹے آنسو آپ کی آنکھوں سے گرنے لگے۔

یہ سب لوگ آقا علیہ السلام کے پاس تشریف لائے۔باقی لوگ باہر رک گئے۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اکیلے آقا دو جہاں سرکار دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں نہایت ادب سے حاضر ہوئے۔اور سلام عرض کرنے کے بعد بالکل خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

آقا علیہ السلام نے آمد کا مقصد پوچھا۔آقا علیہ السلام نے فرمایا:

ما جاء بك لك حاجة۔

ترجمہ: اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے آئے ہو۔کیا کوئی کام ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر بھی بول نہ سکے اور خاموش ہی رہے۔

آقا علیہ السلام نے دوبارہ پوچھا:

لعلك جئت تخطب فاطمة۔

ترجمہ: کیا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رشتے کے لیے آئے ہو۔

عرض کی: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آقا علیہ السلام کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا۔حضور علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے پوچھا:

تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لیے کیا کوئی چیز ہے۔عرض کی: میری حالت آپ علیہ السلام سے چھپی نہیں ہے۔ بخدا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔

حضور اکرم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ زرہ جو میں نے تمہیں پہنائی تھی وہ کدھر گئی۔

عرض کی: حضور وہ تو میرے پاس ہے۔اِس کے علاوہ ایک تلوار اور ایک اونٹنی بھی ہے۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تلوار تو تمہاری ضرورت کی ہے اور اونٹنی بھی تمہاری ضرورت کی ہے۔میں تمہاری زرہ

(حق مہر) کے عوض تمہارا نکاح فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا سے کر دیتا ہوں۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ مژدہ جاں فزا سن کر باہر تشریف لائے۔ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضوان اللہ علیہم اجمعین باہر تشریف فرما آپ کا انتظار کر رہے تھے۔

آپ نے ان حضرات کو خوشی سے بتایا کہ آقا علیہ السلام نے میری عرض یعنی سیدۃ فاطمہ الزاہرہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ میرے لیے قبول فرمالیا ہے۔

یہ بات سن کر ان دو حضرات کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ یہ لوگ مل کر دوبارہ آقا علیہ السلام کی خدمت کو چلے۔ اتنی دیر میں آقا علیہ السلام مسجد میں تشریف لے آئے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ اقدس خوشی سے چمک رہا تھا۔

حضور علیہ السلام نے انصار و مہاجرین کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ جب لوگ آ گئے تو آقا علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد (نکاح) پڑھا دیا۔

پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جاؤ اور اس زرہ کو بیچ کر اس کی رقم میرے پاس لے کر آؤ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور وہ زرہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت فرمائی۔

جب میں نے یہ زرہ آپ کو فروخت کر دی اور ان کے حوالے کر دی تو آپ نے چار سو درھم جب مجھے دے دیے تو آپ فرمانے لگے۔ کہ اس زرہ کی قیمت میں نے آپ کو دے دی ہے۔ اب یہ زرہ آپ میری طرف سے قبول فرمائیں۔ آپ نے قبول فرمالی۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ چار سو درھم اور زرہ کو بھی لے کر آقا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور دونوں چیزیں آقا علیہ السلام کے قدموں میں رکھ دیں۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تحفتاً زرہ کے واپس دینے کا بھی عرض کیا۔

حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ رقم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دی۔ اور ساتھ سلمان فارسی اور حضرت بلال رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو بھیجا تاکہ وہ حضرت فاطمہ الزاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ضروری چیزیں خرید کر لے آئیں۔

جو چیزیں آقا علیہ السلام نے حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائیں ان میں بان کی چار پائی، چمڑے کا گدا جس کے اندر کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے تھے۔

حافظ ابن حجر کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح مبارک ماہ رجب میں ایک ہجری میں ہوا۔ اور رخصتی غزوہ بدر کے بعد دو (۲) ہجری میں ہوئی۔ اسوقت حضرت سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اٹھارہ (۱۸) سال تھی۔

شب زفاف کو حضور نبی کریم ﷺ نے دونوں کو پیغام بھیجا کہ میرے آنے سے پہلے نزدیک نہ ہونا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور وضو فرمایا اور پھر پانی کو دم کیا۔ اور ان دونوں پر چھڑک دیا اور پھر ان کے لیے دعا فرمائی:

اللھم بارك فیھما و بارك علیھما و بارك لھما فی نسلھا ۔

ترجمہ: اے اللہ ان دونوں میں برکت ڈال اور ان دونوں پر برکت نازل فرما۔ اور ان کی نسل میں بھی برکتیں عطا فرما۔

(الاصابہ (ابن حجر) جلد ۲ صفحہ ۴۶۶)

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ کریم نے ایک کرایہ پر مکان لیا اور چند دن وہاں بسر کیے۔ کیوں کہ آپ کے پاس کوئی موزوں مکان نہیں تھا۔

ایک دن حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آقا علیہ السلام سے عرض کی کہ حضور آپ کے غلام حضرت حارثہ بن نعمان کے پاس کئی مکان ہیں۔ آپ حکم فرمائیں تو وہ ایک مکان ہمیں دے دیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حارثہ نے اس سے پہلے مجھے کئی مکانات دیے ہیں۔ مجھے شرم آتی ہے کہ اس سے پوچھوں۔

یہ بات کسی طرح سے کسی سے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے سن لی۔ وہ آقا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ حضور ﷺ یہ سب کچھ آپ ﷺ ہی کا ہے۔ بخدا جو مکان آپ لیتے ہیں۔ وہ مجھے اس سے بہت پیارا لگتا ہے۔ جو میرے پاس رہ گیا ہے۔ آپ جس مکان کو چاہیں قبول فرمائیں۔ یہ میرے لیے سعادت ہوگی۔

حضور ﷺ بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ صدقت بارک اللہ۔ تم سچ کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ چنانچہ سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اِن کے مکان میں تشریف لے آئیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ چاہے میں ایک بادشاہ اور ایک نبی بن جاؤں۔ اور چاہے اس کا بندہ اور اس کا نبی بن جاؤں۔ تو میں نے اس کا بندہ اور اس کا نبی بننا پسند کیا۔

اور آقا دو جہاں علیہ السلام چاہتے تو پہاڑ سونے کے بن جاتے اور زمین و آسمان کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو عطا فرمائی گئی تھیں۔

لیکن آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس احد جتنا سونا بھی ہو تو میرا دل چاہتا ہے کہ اس کو بھی تین دن کے اندر اندر ختم کر دوں بانٹ دوں۔

اور جتنا بھی زیادہ سے زیادہ مال حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں آیا آپ ﷺ نے فوراً اُسے حاجت مندوں میں بانٹ دیا۔

سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا بڑی مشکل سے چکی پیستیں۔ آٹا گوندھ کر روٹیاں پکاتیں۔ گھر کی صفائی کرتیں، برتن صاف کرتیں۔ کپڑے اپنے ہاتھوں سے دھوتیں اور اس کے علاوہ بہت سے سب گھر کے کام کاج خود فرماتی تھیں۔ چکی پیستے پیستے آپؓ کے ہاتھوں میں گھڑے پڑ گئے تھے۔ ایک دفعہ حضور علیہ السلام کے پاس بہت سی لونڈیاں اور غلام آئے تو سیدنا حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا۔ کہ آپ اپنے والد پاک حضور علیہ السلام کے پاس جائیں اور ان سے کسی کنیز وغیرہ کا عرض کریں۔ تا کہ کام کاج میں وہ ہاتھ بٹا سکے۔ حضرت فاطمہ الزہرہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئیں۔ اور آقا علیہ السلام اِن کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔

میں آپ کو سلام کرنے حاضر ہوئی ہوں۔ شرم کے مارے اپنی گزارش پیش نہ کر سکیں۔ کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد واپس تشریف لے آئیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سارا واقعہ عرض کیا۔ کہ میں شرم کے مارے آپ سے کچھ سوال نہیں کر سکی۔

آپ دوبارہ سیدہ طاہرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی حضور ﷺ یہ اس لیے آپ کے پاس حاضر ہوئی تھیں۔ کہ کام کرتے کرتے ان کے ہاتھوں میں گھٹے بھی پڑ گئے ہیں۔ آپ مہربانی فرمائیں اور کوئی کنیز ان کو عطا فرما دیں۔ جو ان کے کام کاج میں ہاتھ بٹا سکے۔ آقا علیہ السلام نے سن کر فرمایا:

> ”نہیں۔ بخدا میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اہل صفہ کو نظر انداز کر دوں۔ جب کہ ان کے پیٹ شدت فاقہ سے سکڑ کر رہ گئے ہیں۔ اور میرے پاس کچھ نہیں جو میں ان پر خرچ کر سکوں۔ ان غلاموں اور لونڈیوں کو فروخت کر کے جو رقم ملے گی۔ وہ میں ان پر خرچ کروں گا۔ ان کی ضرورتیں پوری کروں گا۔“

یہ جواب سن کر دونوں خوشی خوشی سراپا تسلیم و رضا واپس تشریف لے آئے۔

کچھ دیر بعد رحمت العالمین سرور کائنات رسول اکرم ﷺ ان کے پیچھے ان کے گھر تشریف لائے اور فرمانے لگے۔

الا اخبر کما بخیر مما اسئلتمانی۔

ترجمہ: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں۔ جو کئی گنا بہتر ہے۔ اس چیز سے جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا ہے۔

دونوں نے یکبارگی عرض کی:

بلی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اے اللہ کے رسول علیہ السلام ضرور ارشاد فرمائیں۔

رسول اکرم سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے چند کلمات سکھائے ہیں۔ وہ یہ کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ دس مرتبہ الحمد للہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہو، اور سونے سے پہلے تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور پینتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔

ان دونوں حضرات نے اس وظیفے کو اپنا معمول بنا لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق جنگ صفین کی رات بھی یہ وظیفہ آپ سے کبھی قضا نہ ہوا۔

(حیات القلوب ۳/ ۵۵۴۔ امام علی محمد رضا ۱/ ۷) (الاصابہ جلد ۴/ ۳۶۷۔ ۳۶۶) (سیرت النبوۃ ۱/ ۶۰۳۔ ۶۰۱) (ضیاء النبی ۳/ ۲۲۴ تا ۴۲۹)

خدا رحمت کنند این عاشقانِ پاک طینت را

غزوہ بنی سلیم

حضور نبی کریم سرور دو جہان ﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ نے جس جہد مسلسل سے اسلام کو پھیلایا اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کی ہمت و جدو جہد تھی کہ ہم تک اسلام پہنچا۔

آقا علیہ السلام کو اطلاع ملی تھی کہ قبیلہ بنی سلیم اور بنی عطفان ایک لشکر مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے جمع کر رہے ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ اپنے دو سو مجاہدین کیساتھ غزوہ بدر سے واپسی سے تقریباً ایک ہی مہینہ بعد ان کے سرکوبی کے لیے روانہ ہو گئے۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ کریم کو لشکر کا سفید رنگ کا پرچم عطا فرمایا گیا۔ مدینہ میں حضرت ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کیلیے قائم مقام مقرر کیا گیا۔ اور دیگر کاموں کو انجام دینے کے لیے سباع بن عرفطہ الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا گیا۔ ان لوگوں نے جب آقا علیہ السلام اور ان کے لشکر کی آمد کے متعلق سنا تو آپ علیہ السلام کی ہیبت سے ہی اپنے اونٹوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ وادی کے درمیان سے یسار نامی غلام جو اونٹوں کو پانی پلا رہا تھا۔ ہاتھ آیا۔ یہ حضور علیہ السلام کے حصے میں آیا۔ جسے آپ ﷺ نے آزاد فرما دیا۔

حضور علیہ السلام نے تین شب وادی کے درمیان قیام فرمایا۔ پانچ سو اونٹ مال غنیمت کے طور پر ملے۔ ایک سو اونٹ خمس میں آقا علیہ السلام کو ملے۔ باقی چار سو اونٹ مجاہدین میں واپسی پر مدینہ منورہ سے تین میل دور صرار کے کنوئیں کے پاس مجاہدین میں تقسیم فرما دیے گئے۔ ہر مجاہد کو دو دو اونٹ ملے۔ غزوہ بدر اور غزوہ احد کے درمیان بعض مورخین کے مطابق پانچ اور بعض کے مطابق چھ غزوات ہوئے۔ (سیرت عربی علیہ السلام (شبلی))

غزوہ سویق

حضور علیہ السلام اپنے دو سو ساتھیوں کے ساتھ اس غزوہ کے لیے مدینہ طیبہ سے نکلے۔ مدینہ طیبہ میں بشر بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نائب مقرر فرمایا۔

بدر میں بری طرح کافروں کو شکست ہوئی تھی۔ اور ان کافروں کو خدا نے ذلیل کر کے رکھ دیا تھا۔ ابوسفیان نے قسم کھائی کہ جب تک میں شکست کا بدلہ نہ لوں گا نہ گھی کھاؤں نہ جنابت کا غسل کروں گا۔ وہ دو سو کافروں کو ساتھ لے کر چھپتا چھپاتا لمبا راستہ اختیار کر کے مدینہ کی وادی قتادہ سے ہوتا ہوا تثیب نامی پہاڑ جو مدینہ منورہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے کے قریب پہنچا۔ اور لشکر کو وہاں چھوڑ کر مدینہ میں رات کو چھپتا چھپاتا حی بن اخطب یہودی کے گھر آیا۔ اور مدد کی درخواست کی۔ اس نے دروازہ نہ کھولا۔ پھر یہ سلام بن شکم یہودی کے گھر گیا اور مدد کی درخواست کی اس نے اس کو کھانا کھلا کر یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ ہمیں امید

نہیں تھی کہ تم اتنی جلدی بدلہ لینے آؤ گے۔ ہماری تیاری نہیں ہے۔ جب یہ نامراد ہو کر واپس لوٹا اور اس کو کسی طرف سے کوئی کمک نہ ملی تو اس نے ساتھیوں کی مدد سے مدینہ طیبہ کے باہر مسلمانوں کے ایک چھوٹے نخلستان کے درختوں کو آگ لگا دی۔ اور وہاں دو انصاریوں معید بن عمرو اور ان کے ایک ساتھی کو تنہا پا کر شہید کر دیا۔ اور اپنے خیال میں اس نے ایسا کر کے قسم پوری کر لی۔ کہ مسلمانوں سے بدلہ لے لیا ہے۔

اب اس کو اپنی فکر ہوئی کہ آقا علیہ السلام کو خبر ہوئی تو وہ ان سب کو نہ ہلاک کر دیں۔ وہ سر پر پاؤں رکھ کر واپس بھاگا۔ آپ علیہ السلام کو خبر ملی تو آپ ﷺ اس کے تعاقب میں نکلے۔ ابوسفیان نے لشکر اسلام کی آمد کا سنا تو اس نے اور زیادہ تیزی سے بھاگنا شروع کر دیا۔ اپنی تیز رفتاری کو قائم رکھنے کے لیے ساتھ لائے ہوئے ستو کی بوریوں کو پھینکنے کو کہا۔ وہ لوگ راستے میں بوریوں کو پھینکتے گئے۔ آقا علیہ السلام کے صحابہ مجاہدین اِن بوریوں کو اٹھاتے گئے۔ ایک کثیر تعداد بوریوں کی ستوؤں کی ملی۔ ستو کو سویق بھی کہتے ہیں۔ اس لیے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق پڑا۔ آقا علیہ السلام نے قرقر تک اس کا پیچھا کیا۔ جب آپ علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ یہ بھاگ گئے ہیں۔ تو آقا علیہ السلام واپس مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

(نظریہ جدید جلد ۱؍صفحہ ۴۴۳۔ ۴۴۲)

غزوہ ذی امر یا غطفان

آقا دو جہاں سرور کون و مکان حضور نبی کریم ﷺ اپنے ساڑھے چار سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ ابو عمر کے مطابق صفر کے مہینہ میں اور شیخ محمد ابوزہرہ کے مطابق ربیع الاول بروزِ پنج شنبہ اس غزوہ کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ آقا علیہ السلام کو اطلاع ملی تھی کہ دعثور بن حارث بن محارب نامی کفر کا سرغنہ بنوغطفان کی ایک شاخ بنوثعلبہ بن سعید بن زبیان اور بنومحارب بن حضیفہ کے کچھ لوگوں کو زی امر کے مقام پر مسلمانوں کے زیرنگیں علاقوں میں لوٹ مار کے لیے اکٹھا کر رہا ہے۔ آقا علیہ السلام نے حضرت عثمان بن عطفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں نائب مقرر فرمایا۔ بہت سے مجاہدین گھوڑوں پر سوار تھے۔ زوالقصہ کے مقام پر جبار بن ثعلبہ نامی شخص سے ملاقات ہوئی۔ یہ مدینہ منورہ میں روزگار کی تلاش میں جا رہا تھا۔ آقا علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آقا علیہ السلام نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ یہ ایمان لے آیا۔ اس نے بتایا کہ یہ لوگ آپ سے مقابلہ نہیں کریں گے۔ اور پہاڑوں پر چڑھ جائیں گے۔ وہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے لشکر کو ساتھ لے کر ان کے بڑے چشمے زی امر تک پہنچا۔ وہاں مسلمانوں نے خیمے نصب کیے۔ اس روز خوب بارش ہوئی۔ سب لوگ بھیگ گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ بھی ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ دوسرے مسلمان بھی اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کہ ان کا سردار دعثور بن محارب چپکے سے تلوار لے کر آپ کے سرہانے آ پہنچا۔ اور کہنے لگا کہ اے محمد (ﷺ) آپ کو آج میرے ہاتھ سے کون بچائے گا۔ آقا علیہ السلام نے بغیر خوف وخطر کے فرمایا اللہ۔

یہ سنتے ہی اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی حضور نبی کریم ﷺ نے یہ تلوار اٹھا کر اسے فرمایا کہ تجھے کون بچائے گا۔ وہ آپ علیہ السلام کے قدموں میں گر گیا۔ اور معافی مانگنے لگا۔ اور بے اختیار اس نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اور آپ علیہ السلام پر ایمان لے آیا۔

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔

جب وہ واپس گیا۔ تو مشرکین نے اس سے پوچھا۔ دعثور کیا ہوا وہ کہنے لگا۔ جب میں برے ارادے سے آگے بڑھا اور تلوار لہرائی تو ایک طویل کامت شخص اچانک ظاہر ہوا اور اس نے زور سے میرے سینے پر مارا۔ جس سے میں گر پڑا۔ اور میں نے جان لیا کہ یہ فرشتہ ہے۔ اور میں آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آیا ہوں۔

اس معرکہ میں مشرکین نے بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں۔ اور حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ پندرہ دن بعد بخیر و عافیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت واپس تشریف لے آئے۔ (سبل الہدی ۴/ ۴۶۱ ۔ خاتم النبیین ۲ ۔ ۶۷۹)

سریہ سالم بن عمیر

حضور علیہ السلام کی شان مبارک میں یہودیوں میں سے ایک ابوعفک بہت ہجو کے اشعار کہتا تھا۔ اور لوگوں کو سنا سنا کر داد وصول کرتا تھا۔ اس نے اور کوئی شغل ہی نہیں رکھا تھا۔ وہ لوگوں کو جنگ پر اکساتا رہتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

مَن لی بھذا الخبیث۔

اس خبیث کو کون کیفر کردار تک پہنچائے گا۔ حضرت سالم بن عمیر کھڑے ہوئے۔ اور دست بستہ عرض کی۔ حضور میں یہ کام کروں گا۔ یا اپنی جان دے دوں گا۔

آپ اس کے پاس پہنچے۔ جب گرمیوں کے موسم میں وہ رات کو اپنے گھر کے صحن میں سو رہا تھا۔ آپ نے اپنی تلوار اس کے سینے میں پار کر دی۔ اس نے زور سے چیخ ماری اور جان دے دی۔ آپ وہاں سے بھاگ کر چھپتے چھپاتے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اور آقا علیہ السلام کو اس کے مرنے کی خوش خبری سنائی۔ حضور اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے۔ اور اسے دعاؤں سے نوازا۔

عصماء یہودن

حضور نبی کریم ﷺ کی شان مبارک میں عصماء بنت مَروان ایک یہودن بدکلامی کیا کرتی تھی۔ آقا علیہ السلام نے حضرت عمیر بن عوف کی ڈیوٹی لگائی کہ اسے انجام تک پہنچائیں۔

آپ نے اسے رات کو قتل کیا۔ اور جب ان کے بیٹے اس کو دفن کر رہے تھے تو آپ پاس سے گزرے انہوں نے کہا کہ

عمیر کیا آپ نے ہماری ماں کو قتل کیا ہے ۔آپ نے بے خوف وخطر فرمایا۔ ہاں ۔تم بھی اگر آقا علیہ السلام کی شان میں گستاخی اور بدکلامی کرو گے تو تم لوگوں کو بھی قتل کر دوں گا۔ یہ لوگ ڈر گئے ۔ اِن میں سے بہت سے لوگوں نے ڈر کے مارے اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ان لوگوں نے اپنے ایمان کو ظاہر کر دیا۔ یہ آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے قتل کی خوشخبری سنائی ۔حضور اکرم ﷺ نے انہیں دعاؤں سے نوازا۔(حیات سیدنا محمد (علیہ السلام) اَز ہیکل ۲۷۲)

غزوہ الفُرع

حضور اکرم ﷺ نے بنی سلیم بن منصور جو لشکر اکٹھا کر کے مسلمان پر حملے کا پروگرام بنا رہے تھے کی سرکوبی کی کے لیے تین سو مجاہدین کے ساتھ تشریف لے گئے ۔ یہ آقا علیہ السلام کی آمد کے متعلق سن کر بھاگ گئے اور نبی کریم علیہ السلام بخیر و عافیت مدینہ طیبہ پہنچ گئے ۔(امتاع الاسماع ۱۷۱/۱)

غزوہ بنو قینقاع

حضور نبی کریم ﷺ بنو قینقاع کے یہودیوں کے بازار میں ایک دن تشریف لے گئے اور ان کو فرمایا:

''اے گروہ یہود ۔ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرو۔کہیں تم پر بھی وہ ایسا عذاب نہ نازل کر دے جیسا عذاب اس نے مکہ کے مغرور لوگوں پر نازل کیا ہے ۔اسلام کو قبول کرلو۔تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا رسول ﷺ ہوں ۔اور یہ بات میرے بارے میں تم اپنی کتاب توریت میں لکھی ہوئی پاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایمان لانے کا بار بار فرمایا ہے۔''

بجائے اس کے کہ وہ ڈر جاتے اور آپ ﷺ پر ایمان لے آتے ۔وہ بکواس کرنے لگے ۔

''اے محمد (ﷺ) آپ نے اپنی قوم کے ان لوگوں کو شکست دی ہے ۔جنہیں فن حرب کا پتہ بھی نہیں تھا۔ اگر آپ ﷺ نے ہم لوگوں سے جنگ کی تو نعوذ باللہ آپ ﷺ کا غرور نکل جائے گا۔''

آقا علیہ السلام خاموشی سے واپس تشریف لے آئے ۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت میں آیات نازل فرمادیں۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ (آلِ عمران)

ترجمہ: ''(اے میرے رسول ﷺ) آپ فرما دیں۔ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا کہ عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے ۔اور ہانکے جاؤ گے ۔جہنم کی طرف ۔ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے ۔ بے شک ان دو گروہوں میں

تمہارے لیے عبرت کا نشان تھا۔ ایک گروہ لڑتا تھا اللہ کی راہ میں۔ اور دوسرا کافر تھا۔ مسلمان انہیں اپنے سے دو چند دیکھ رہے تھے۔ اور اللہ اپنی نصرت سے جس کی چاہتا ہے۔ مدد فرماتا ہے۔ اس واقعہ (بدر) میں آنکھ والوں کے لیے بہت بڑا سبق ہے۔"

ایک دن بنو قینقاع کی نواحی بستی سے ایک مسلم خاتون خرید و فروخت کے لیے بنو قینقاع کے بازار میں آئی۔ اور ایک یہودی زرگر کی دوکان پر آ کر بیٹھ گئی۔ ایک یہودی نے داؤ لگا کر بڑی صفائی سے ایک کانٹے کی مدد سے اس کے تہہ بند کے نیچے والے حصے کو اوپر اس کی قمیض کی پشت سے ٹانک دیا۔ جب یہ خاتون اٹھی تو اس کا ستر کھل گیا۔ یہ دیکھ کر اس یہودی نے قہقہے لگائے۔

خاتون نے فریاد کی۔ ایک مسلمان نے اس یہودی کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ دوسرے یہودی اکٹھے ہو گئے۔ اور انہوں نے اس مسلمان کو شہید کر دیا۔

حضور علیہ السلام کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے ان کا محاصرہ کرنے کا حکم دے دیا۔ مسلمانوں نے پندرہ دن تک ان کا محاصرہ جاری رکھا۔ حضور علیہ السلام خود نگرانی فرما رہے تھے۔ مدینہ منورہ میں ابولبابہ بشر بن منذر کو آپ ﷺ نے نائب مقرر فرمایا۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سفید رنگ کا پرچم عنایت فرمایا۔

بنو قینقاع کے پاس تین سو زرہپوش اور چار سو بغیر زرہ کے مرد تھے۔ اور اِن کے پاس اسلحہ کا بے پناہ ذخیرہ تھا۔ یہ لوگ حضور علیہ السلام کی ہیبت سے ڈر گئے۔ آقا علیہ السلام نے پندرہ دن محاصرہ جاری رکھا لیکن ایک دن بھی ان کو لڑنے کی جرات نہ ہوئی۔

آخر کار انہوں نے ذلیل ہو کر حضور نبی کریم ﷺ کو اپنا حکم تسلیم کیا۔ اور آپ ﷺ کے فیصلے کے مطابق عمل کرنے کا کہا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو تین دن کے اندر اندر یہاں سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اور عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر نگران مقرر فرمایا۔ ان لوگوں نے آپ سے مزید مہلت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک گھڑی کی بھی مزید مہلت نہیں دوں گا۔

یہاں سے نکل کر یہ لوگ شام کی ایک بستی الذرعاۃ میں آباد ہوئے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد یہ لوگ یہاں سے بھی غائب ہو گئے۔ (سبل الہدیٰ ۴/ ۳۶۵)

کعب بن اشرف یہودی

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جب حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کو اور تمام مومنین کو اپنے احسان سے جنگ بدر میں فتح مبین عطا فرمائی۔ اور اپنے پیارے محبوب حضور نبی کریم رحمت اللعالمین ﷺ کا دل ٹھنڈا فرمایا۔ تو تمام یہود اس فتح مبین سے

جل بھن گئے ۔ ان یہود میں سے ایک کعب بن اشرف یہودی بھی تھا۔ اس کا باپ ایک اعرابی تھا۔ جوکہ بنی نبہان قبیلہ ؑ کا تھا۔ اس کے باپ نے اپنے قبیلہ میں کسی کو قتل کیا۔ اور جان بچانے کے لیے یثرب بھاگ آیا۔ یہاں آ کر اس نے بڑی دولت کمائی اور ایک یہودن سے شادی کر لی ۔ اس کے بطن سے کعب بن اشرف پیدا ہوا۔ یہ بہت اونچا لمبا بڑی توند والا نوجوان تھا۔ اور اس نے بھی بہت سا روپیہ پیسا کمایا۔ اور یہود علماء کے وظیفے مقرر کر دیے ۔ جب آقا علیہ السلام کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری ہوئی تو اس نے علماء سے پوچھا کہ یہ کون ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ یہ وہی نبی علیہ السلام ہیں جن کا زکر ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں ۔ اس نے حسد کے مارے ان سب علماء کے وظیفے بند کر دیے ۔ جب ان علماء نے یہ دیکھا تو پھر دوڑتے ہوئے اس کے پاس گئے ۔ اور کہا کہ (نعوذباللہ) ہم کو غلطی لگی ہے ۔ یہ وہ نہیں ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے ۔ تو اس نے دوبارہ ان کو وظائف دینے کا اعلان کر دیا۔

بدر میں جب اس نے حضور علیہ السلام کی فتح کی خبر سنی تو کہنے لگا۔ اگر یہ بات واقعی صحیح ہے تو زمین کے اوپر سے زمین کے نیچے والا حصہ ہمارے لیے بہتر ہے ۔

اور جب مدینہ منورہ میں آقا علیہ السلام کامیاب و کامران جنگی قیدیوں کو بیڑیوں میں جکڑے تشریف لے آئے اور آپ کے صحابہ پاک رضی اللہ عنہم بھی کامیاب و کامران آ گئے ۔ تو پھر مسلمانوں کی فتح اس کو ہضم نہ ہو سکی اور اس نے ان کی ہجو میں اور آقا علیہ السلام کی ہجو میں اشعار کہنے شروع کر دیے ۔

پھر یہ مکہ چلا گیا۔ اور وہاں کعبہ معظمہ کے غلاف کے پاس مشرکین مکہ کو اکٹھا کیا اور مسلمانوں کو ہجو میں اشعار کہہ کہہ کر ان کو جنگ کے لیے بھڑکایا۔

مکہ میں یہ مطلب بن ابی وداعہ الاسہمی اور اس کی بیوی عاتکہ بنت اسید کے پاس رہا۔ ان لوگوں نے اس کی خوب خاطر تواضع کی ۔ یہ بد بخت یہاں بھی باز نہ آیا۔ اور آقا علیہ السلام اور مسلمانوں کی ہجو میں اشعار کہتا رہا۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت کو اس کے اشعار کا جواب دینے کو کہا۔

آپ نے اس کے جواب میں بہت زبردست اشعار کہے ۔ اور ان میں مطلب اور اس کی بیوی عاتکہ کا بھی زکر کیا۔

جب ان لوگوں نے ان اشعار میں اپنا نام سنا تو اس کو دھکے دے کر نکال دیا۔ اور اس کا سامان باہر پھینک دیا۔ پھر اس کو پورے مکہ میں اور کوئی جائے پناہ جب نہ ملی تو یہ بے نیل و نرام واپس مدینہ آ گیا۔

جب یہ مکہ میں رہ رہا تھا۔ تو ایک دن کفار مکہ نے اس سے پوچھا کہ ہم بہتر ہیں یا کہ مسلمان ۔ اس نے فورا جواب دیا کہ تم لوگ بہتر ہو۔

سیرت النبی ابن اسحاق ابن ہشام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق ۔ اس کے ساتھ اور یہودی علماء و رؤساء حی بن اخطب وسلام الحقیق بن اور ابو رافع وغیرہ بھی تھے ۔

اور علامہ بیضادی کے مطابق ان لوگوں نے کفار مکہ کو اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لیے ان کے بتوں کو سجدہ بھی کیا۔ اور کفار مکہ سے کہا کہ اگر تم مدینہ پر حملہ کرو گے تو ہم لوگ تمہارا ساتھ دیں گے۔

جب یہ لوگ مدینہ آ گئے تو کعب بن اشرف نے اپنی خباثت کی انتہا کر دی۔ اور اس نے مسلمانوں کی عصمت شعار بیویوں کے نام لے کر اپنے اشعار میں ان کی عزت کو اچھالنا شروع کر دیا۔ اس بات پر اس کو کئی دفعہ منع کیا گیا۔ لیکن جب یہ باز نہ آیا۔ اور اپنے اشعار میں یہ حضور علیہ السلام کی شان پاک میں بھی گستاخی کرتا رہا تا حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ

من ینتدب لِقتل کعب۔

ترجمہ: کعب کے قتل کے لیے کون اپنے آپ کو پیش کرتا ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ اوسی کھڑے ہو گئے اور عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ اس خبیث کو میں قتل کروں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سعد بن معاذ سے پہلے مشورہ کر لینا۔

انہوں نے آقا علیہ السلام سے اجازت لی اور ابو نائلہ اور عباد بن بشیر۔ حارث بن اوس اور ابوعبیس بن جبیر کو بھی تیار کیا۔

پھر ان لوگوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے اجازت لی کہ ہم جس طرح چاہیں اس سے گفتگو کریں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اجازت عطا فرمادی۔

سب سے پہلے منصوبے کے مطابق حضرت محمد بن سلمہ تنہا کعب بن اشرف کے پاس گئے۔ اور کہا کہ یہ (حضور نبی کریم علیہ السلام) ہم کو بار بار صدقہ دینے پر مجبور کرتے ہیں۔ اور ہمارے کھانے کے لیے انہوں نے دانہ تک نہ چھوڑا ہے۔ ہم بہت تنگ آئے ہوئے ہیں۔ اس لیے مجبوراً تم سے غلہ لینے کے لیے میں آیا ہوں۔ تم مجھے پانچ دس من غلہ دے دو تا کہ میں اپنے بچوں کے پیٹ پال سکوں۔

وہ کہنے لگا۔ تمہارا اپنا مال کدھر گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اسے ان پر اور دوسرے مسلمانوں پر خرچ کر دیا ہے۔

کعب بن اشرف کہنے لگا۔ کہ میں نے تم لوگوں سے پہلے ہی کہا تھا۔ کہ مجھے تمہاری ضرورت کا بہت خیال ہے۔ تم بے شک غلہ لے جاؤ لیکن میرے پاس کچھ رہن رکھ جاؤ۔

انہوں نے پوچھا کہ کیا رہن رکھیں تو اس نے بڑی ڈھٹائی سے کہا کہ اپنی عورتیں رہن رکھ دیں۔ آپ نے فرمایا کے تم بلا کے حسین ہو۔ ہمیں خطرہ ہے کہ وہ تمہارے عشق میں نہ مبتلا ہو جائیں۔ اس نے کہا اچھا پھر اپنے بیٹے رہن رکھ دو۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح لوگ ہمیں عمر بھر طعنہ دیتے رہیں گے۔

میں اکیلا نہیں ہوں میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ جو تم سے غلہ لینے کے خواہش مند ہیں۔ ہم لوگ تمہارے پاس اپنا اسلحہ رہن رکھ دیتے ہیں۔

آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ اگر یہ دوسرے لوگوں کیساتھ مسلح ہو کر بھی آئیں تو یہ لوگ کچھ اعتراض نہ کریں۔ 35

کعب نے یہ بات منظور کر لی۔ اور اسلحہ کے عوض غلہ دینے کا وعدہ کر لیا۔ حضرت ابو نائلہ جو اس کے رضاعی بھائی تھے انہوں نے بھی اسی طرح اس سے بات کی۔ اور ہتھیاروں کے عوض اس نے ان لوگوں کو غلہ دینے کا وعدہ کر لیا۔

حضرت محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی کے بیٹے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ بذات خود ان کو بقیع تک رخصت کرنے تشریف لائے۔

یہ لوگ اس کے قلعہ کی طرف چلے جو کہ مدینہ منورہ سے شمال مشرق کی طرف تھا۔

جب یہ یہاں پہنچے تو انہوں نے اسے آواز دی۔ سب سے پہلے ابو نائلہ نے آواز دی۔

اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ اور یہ اپنی بیوی کے پاس آرام کر رہا تھا۔

یہ اٹھنے لگا تو اس کی بیوی نے اسے کہا کہ اس آواز سے مجھے خون کی بوندیں ٹپکتی نظر آتی ہیں۔ تم لوگوں سے جنگ آزما رہتے ہو۔ ایسے لوگوں کو اس رات کے وقت باہر نہیں جانا چاہیے۔

اس نے لحاف کو پرے پھینکا۔ اور کہنے لگا کہ ایک میرا رضائی بھائی ہے۔ اور دوسرا میرے رضاعی بھائی کا بیٹا ہے۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

جب یہ باہر آیا تو ابو نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ اسے بڑے تپاک سے ملے اور ابو نائلہ نے اس کی بڑی تعریف کی۔

اور اس کو کہا کہ آؤ چاندنی رات ہے۔ آؤ شعب العجوز (ایک جگہ کا نام ہے) تک چلیں۔ وہ چل پڑا۔

حضرت ابو نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے پیار سے اس کے پاؤں میں ہاتھ پھیرا اور کہا کہ تمہارے بالوں سے بڑی اچھی خوشبو آرہی ہے۔

وہ کہنے لگا کہ کیوں نہ ہو میری بیوی عرب کی معطر ترین بیوی ہے۔

آپ اس کے ساتھ چلتے رہے۔ اور اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے رہے۔ پھر اچانک آپ نے اس کو بالوں سے جکڑ لیا اور فرمایا اس اللہ کے دشمن کو مار دو۔

سب نے حملہ کر کے چشم زدہ میں اس کو جہنم رسید کر دیا۔ اور سر تن سے جدا کر کے بورے میں ڈال کر مدینہ کی طرف عام راستہ سے ہٹ کر جلدی جلدی چل نکلے۔

قتل کے وقت اس نے بڑی خوفناک چیخ ماری تھی۔ جو اس کی بیوی نے سن لی۔ اور شور مچا دیا۔ یہودیوں نے خطرے کو محسوس کر کے قلعوں کے اوپر آگ روشن کر دی۔ اور ان لوگوں کو ڈھونڈنے لگے۔

یہ لوگ چھپتے چھپاتے جب بقیع کے پاس پہنچے۔ تو انہوں نے زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

آقا علیہ السلام ان کے انتظار میں تھے۔ اور آپ نماز اور دعا میں مصروف تھے۔ حضور علیہ السلام نے ان کے جواب

میں نعرہ تکبیر بلند فرمایا۔

ان لوگوں نے اس بد بخت یہودی کعب بن اشرف کا سر لا کر حضور علیہ السلام کے قدموں میں رکھ دیا۔

حضور علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور ان کو دعاؤں سے نوازا اور فرمایا "خدا آپ کو سُرخرہ کرے۔" انہوں نے جوابا عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کے رخ انور کو بھی سرخرو فرمائے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے اس کامیابی پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر ادا کیا۔

حضور اکرم ﷺ کے اس اقدام سے مسلمانوں کا یہود پر بہت زیادہ رعب پڑ گیا اور یہودیوں نے عام باہر نکلنا بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح تمام دوسرے قبائل پر بھی ہیبت چھا گئی اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کے بہت بڑے دشمن اور ہجوگو شاعر جو مسلمانوں کی عصمت شعار بیویوں کے نام لے کر ان پر اپنے اشعار میں تہمتیں لگاتا تھا۔ سے مسلمانوں کو نجات عطا فرمادی۔

(سیرت زینی دحلان ۲۔ ۲۳ تا ۲۷) (ضیاء النبی ۳/ ۴۴۸۔ ۴۴۱)

سریہ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک سو سواروں کے ساتھ حضرت زید بن حارث کو بھیجا۔ آقا علیہ السلام کو اطلاع ملی تھی کہ کفار مکہ نے مسلمانوں کے خوف سے عام راستے کو شام جانے کے لیے چھوڑ کر دور دراز عراق کے راستے کو اپنایا ہے۔ اور یہ لوگ افرات بن حیان کی رہبری میں جارہے ہیں۔ یہ علاقہ جنگلوں اور پہاڑوں میں سے گزرتا تھا۔ یہ بڑا دشور گزار راستہ تھا۔ اور بہت لمبا بھی تھا لیکن کفار نے اسے بہت محفوظ خیال کرتے ہوئے اس میں بہت زیادہ پیسا لگایا تھا۔

زیادہ تر اس میں چاندی تھی۔ اس میں تقریبا ایک لاکھ درھم کا مال تھا۔ اور صفوان بن امیہ ان کا سردار تھا۔

حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ نے اس قافلے کو جالیا۔ اور اس کو گھیر لیا۔ جب کفار کو حضور علیہ السلام کے مجاہدوں کی خبر ملی تو ان پر خوف و کپکپی طاری ہو گئی۔ اور یہ لوگ سراسمیگی کی حالت میں اپنا تمام مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے۔

حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام مال و اسباب کو لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اللہ کے پیارے نبی علیہ السلام نے اس میں سے بیس ہزار درھم خمس نکالا اور باقی مجاہدین میں تقسیم فرمادیا۔

حضور علیہ السلام کے پاس جو بھی روپیہ پیسہ یا کوئی اور چیز یا کسی غزوہ وغیرہ سے کوئی خمس بھی آتا تھا تو فوراً حضور علیہ السلام اُسے ضرورت مندوں میں بانٹ دیتے تھے۔ (حیاۃ سیدنا محمد ﷺ از ہیکل جلد ا صفحہ ۲۷۸)

35

غزوہ اُحد

ایک روز چند لوگ جن میں عبداللہ بن ابی ربیعہ عکرمہ بن ابوجہل، حارث بن ہشام اور صفوان بن اُمیہ اور چند ایک اور لوگ ابوسفیان کے پاس آئے اور اُسے کہنے لگے ہمارے سارے چوٹی کے سردار بدر میں مارے گئے ہیں اور محمد (ﷺ) نے ہماری ساری قوم کو پارہ پارہ کر دیا ہے جب تک ہم اپنے مقتولوں کا بدلہ نہ لے لیں ہمارے دلوں کو چین نصیب نہ ہوگا۔ پہلی بات یہ کہ تم ہمارے لشکر کی قیادت کرو اور دوسری بات یہ کہ جو کثیر سرمایہ ہمارا دارلندوہ میں پڑا ہوا ہے (یہ تقریباً ایک لاکھ پونڈ کے قریب تھا۔ جس میں پچاس ہزار پونڈ اُن کا اصل زر اور تقریباً پچاس ہزار پونڈ اُن کا نفع تھا۔) کے اصل زر اُن کے مالکوں کو لوٹا دیں اور جو نفع تقریباً پچاس ہزار پونڈ کے برابر تھا کو جنگ کے اخراجات پر لگا دیتے ہیں۔

ابوسفیان نے فوراً اِن کی دونوں باتیں مان لیں اور سب سے پہلے اپنے اور بنی مطلب کے نفع کو اِس کام میں لگانے کا اعلان کر دیا۔

اصل میں یہ کفار ایک سال سے اپنے مقتولوں کے بدلہ لینے کے لیے پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ ابوسفیان نے جو اس سے پہلے مدینہ میں دو چرواہوں کو مار کر اور نخلستان جلا کر اپنا بدلہ اپنے خیال میں لے لیا تھا۔ وہ اُلٹا اُس کی ہزیمت کا باعث بنا تھا۔

پورے عالم عرب میں اِن کی ناک کٹ گئی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اِن کے بتوں کی رسوائی ہوئی تھی۔ لوگوں کے دلوں میں اِن کی عزت نہیں رہی تھی۔ یہ سب سے بڑے بتوں کے پجاری بنے ہوئے تھے اور لوگ اِن کو اور اِن کے بتوں کو بہت زیادہ نذرانے دیتے تھے۔ اُن پر بھی اثر پڑا تھا۔

ان لوگوں کی راتوں کی نیندیں اِس سے حرام ہوئی تھیں کہ اِن کی تجارت پر بھی بہت برا اثر پڑا تھا۔ یہاں مکہ میں کوئی کھیتی باڑی نہیں تھی جس سے یہ دولت کماتے اِن کی آمدن کا تو سارا انحصار ہی تجارت سے تھا۔ جو یہ ملک شام سے کرتے تھے اور شام کے ساتھ تجارت کا جو راستہ قریب ترین تھا۔ اُس پر مسلمانوں کا قبضہ ہونے کی وجہ سے اب یہ لوگ تجارت نہیں کر سکتے تھے دوسرا راستہ بہت لمبا اور خطرناک تھا جو عراق کی طرف سے ہو کر جاتا تھا اُس میں بہت زیادہ کوہسار اور ریگستان و جنگلات وغیرہ تھے۔

اِن لوگوں کے خیال میں مسلمانوں کا قلع قمع کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ جب انہوں نے اپنا سارا مال جنگ اُحد میں خرچ کرنے کے لیے جمع کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آیت نازل فرمائی:

القرآن: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ (الانفال، آیت: ۳۶)

ترجمہ: بے شک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں لوگوں کو اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی اِسی طرح خرچ کریں گے۔ پھر اِن کے لیے یہ خرچ کرنا باعث حسرت و افسوس ہو جائے گا اور پھر وہ مغلوب کر دیے جائیں گے۔

اَب ان لوگوں نے اور لوگوں کو اور قبیلوں کو جنگ کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا۔

عمرو بن عاص، عبداللہ بن الزبعری، ہبیرہ بن وہب، ابوعزہ عمرو بن عبداللہ الجمعی لوگوں کو جنگ پر اُکسانے کے لیے مختلف قبائل کی طرف گئے۔ اِن میں ابوعزہ عمرہ بن عبداللہ وہ احسان فراموش انسان تھا۔ جس کو حضور ﷺ نے چھوٹے بچوں کی وجہ سے اور غریب و نادار ہونے کی وجہ سے بغیر فدیہ کے رہا کر دیا تھا۔ اِس نے مختلف قبائل میں جا کر اُن کو لوگوں کو اپنے اشعار اور اپنے خطبات سے قائل کیا اور بہت جلد کفار مکہ نے تین ہزار لوگوں کا ایک لشکر تیار کر لیا جن میں قریش، بنو کنانہ اور اہل تہامہ وغیرہ مختلف قبائل کے لوگ تھے۔ اِن میں دو سو گھڑ سوار اور سات سو زرہ پوش لوگ شامل تھے۔

جبیر بن مطعم کا ایک حبشی غلام وحشی تھا یہ چھوٹا نیزہ پھینکنے میں بہت ماہر تھا اِس کا نشانہ بہت زبردست تھا جبیر بن مطعم نے اور ہندہ ابوسفیان کی بیوی نے اپنے اپنے مقتولوں کا بدلہ لینے کے لیے اِس کو تیار کیا تھا اور اِس سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے بدلے میں آزادی کا وعدہ کیا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا ہوا تھا نے بنی غفار کے ایک تیز رفتار قاصد کو مناسب اُجرت دے کر کفار کی اِس تیاری کے متعلق خط لکھا جو اِس نے دن رات سفر کر کے دو تین دن کے اندر پہنچانے کا وعدہ کیا۔

حضور نبی کریم ﷺ اِس وقت قبا میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابی بن کعب نے یہ خط پڑھ کر آپ ﷺ کو سنایا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: بخدا مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ بہتر فرمائے گا۔

پھر تاجدار دو جہاں ﷺ حضرت سعد بن ربیع کے گھر تشریف لائے اور اُن کو فرمایا کہ اِس راز کو افشا نہ کرنا۔ جب آپ ﷺ تشریف لے گئے تو حضرت سعد کی بیوی نے آپ سے پوچھا کہ حضور علیہ السلام کیوں تشریف لائے اور کیا بات فرمائی؟

آپ نے غصے سے فرمایا کہ تیری ماں مَرے۔ تجھے اِس سے کیا غرض ہے۔

اُس نے کہا کہ میں نے آپ کی تمام باتیں سُن لی ہیں۔ حضرت سعد فوراً بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور ﷺ میری بیوی نے تمام باتیں سُن لی ہیں کیا حکم ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا: خل عنها یعنی اُس سے درگزر کرو۔

(تاریخ الخمیس ۱/ ۴۱۹) (غزوہ اُحد۔ سُوقی ابوخلیل ۱۴) (سیرت ابن کثیر ۳/ ۳۰) (سبل الہدیٰ ۴/ ۲۷۲)

35

لشکر کفار

کفر و شرک کے سورماؤں کا لشکر عظیم مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی بستی مدینہ طیبہ کو نعوذ باللہ مٹانے کے لیے بڑے غرور سے اِتراتا ہوا بدھ بارہ شوال کو اُحد کے مقام پر پہنچا۔ اِس کی تعداد تقریباً تین ہزار کے قریب تھی۔

اِن میں دو سو گھڑ سوار سات سو زرہ پوش اور تین ہزار اونٹ تھے۔ اِن میں کئی لوگ اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لائے تھے۔ اِن عورتوں میں ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان ام حکیم زوجہ ابوجہل، فاطمہ زوجہ حارث بن ہشام بن مغیرہ، صفوان بن امیہ کی بیوی عمرو بن عاص کی بیوی، طلحہ بن ابی طلحہ کی بیوی اور اِس کے علاوہ بھی چند ایک اور لوگوں کی بیویاں تھیں۔

یہ عورتیں دفیں بجا بجا کر مشرکین کا حوصلہ بلند کرتیں اور لوگوں کو کٹ مرنے کا کہتیں۔ اِس کے علاوہ اِس لشکر میں قبیلہ اوس کا فاسق ابو عامر فاسق جو پہلے راہب کہلاتا تھا۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا: اِسے اب ابو عامر فاسق کہا کرو۔ اپنے پچاس حواریوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا۔ ابو عامر فاسق کو حضور علیہ السلام نے یہ دعا دی تھی کہ وطن سے دور تنہائی اور بے کسی کی موت دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کفار کا لشکر جب ابواء کے مقام پر پہنچا تو کینہ پرور ہندہ نے اپنے خاوند ابوسفیان سے کہا کہ یہاں سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی والدہ کی قبر سے اُن کی (نعوذ باللہ) لاش نکال کر قبضہ میں کرلو۔ اگر مسلمان کفار کو قیدی بنالیں تو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بدلے ہم اُن کو رہا کروائیں گے۔ ابوسفیان نے دوسرے مشرکین سے مشورہ کیا تو اُنہوں نے کہا کہ اِس طرح یہ رسم چل پڑے گی بہتر ہے اس رسم کو شروع نہ کیا جائے ورنہ ہمارے مُردوں کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوگا اس طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی قبر کو محفوظ رکھا۔ (سبل الہدیٰ ۴/ ۲۷۳)

حضور علیہ السلام کی تدابیر

ذی طویٰ کے مقام پر عرو بن سالم خزاعی مکہ سے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ الگ ہو کر مدینہ منورہ آقا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور سارے حالات سے حضور علیہ السلام کو آگاہ کیا۔ حضور علیہ السلام نے فضالہ کے دونوں بیٹوں انس اور مونس کو مشرکین کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا پھر حضور علیہ السلام نے حضرت حباب بن منذر کو کفار کی فوجی طاقت کا اندازہ لگانے کے لیے بھیجا جو اِن لوگوں نے واپس آ کر اپنا جائزہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِنہیں بتایا کہ اِس بات کا چرچہ لوگوں سے نہ کریں۔ آقا دو جہاں سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ ورد فرمانے لگے۔

القرآن: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ اللّٰهُمَّ بِكَ اَجُوْلُ وَبِكَ اَصُوْلُ۔

ترجمہ: ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے۔ اے اللہ میں تیری قوت سے ہی حملہ کرتا ہوں اور اِن کا

مقابلہ کرتا ہوں۔

مدینہ منورہ کے راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی۔ تاکہ کوئی مشرک حملے کی جرأت نہ کر سکے اور جمعہ کی رات کو انصاری اوس وخزرج کے نوجوانوں حُجرات نبوی ﷺ اور مسجد کا تمام شب پہرہ دیتے رہے۔

جمعہ کی رات کو آقا علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا۔ صبح آقا علیہ السلام نے صحابہ اکرام کو بلایا اور ایک مجلس مشاورت قائم فرمائی اور فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر فرمائے گا۔ میں نے خواب میں ایک گائے کو دیکھا جس کو ذبح کیا گیا۔ میں نے اپنی تلوار کی دھار میں کئی دندانے دیکھے ہیں گائے سے مُراد تو میرے وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے اور دندانوں سے مراد میرے اہل بیت سے ایک شہید کیا جائے گا اور پھر میں نے دیکھا کہ میں نے ایک مضبوط زرہ کے اندر اپنا ہاتھ ڈالا ہے اور زرہ سے مُراد شہر مدینہ ہے۔

اگر تم مناسب سمجھو تو شہر کے اندر مورچہ بند ہو کر ہم کفار کا مقابلہ کرتے ہیں اور عورتوں اور بچوں کو ہم گھڑیوں میں محفوظ مقامات پر بھیج دیتے ہیں۔ اِس طرح کفار زیادہ دن باہر نہیں ٹھہر سکیں گے اور اگر اُنہوں نے مدینہ منورہ کے اندر ہم سے مقابلے کی کوشش کی تو ہم گلی کوچوں میں اِن سے جنگ کریں گے اور بلند ٹیلوں اور مکانوں کے اوپر سے اِن پر پتھراؤ کریں گے اور اُن کو پچھاڑ دیں گے۔

اکابر مہاجرین و انصار کی بھی یہی رائے تھی لیکن بعض پرجوش صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم باہر نکل کر اِن سے مقابلہ کریں گے کہ کہیں دشمن ہمیں بزدل نہ سمجھ لے۔

میدان بدر میں ہم نے صرف تین سو صحابہ کے ساتھ کفار کے ایک ہزار کے لشکر کو پچھاڑ دیا تھا۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اُس ذات کی قسم ہے جس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے میں اُس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مدینہ سے باہر نکل کر کفار کے ساتھ مقابلہ نہ کر لوں۔

حضرت نعمان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں جنت سے محروم نہ فرمائیے۔ اِس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں اِس میں ضرور داخل ہوں گا۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا۔ کیوں کر۔ عرض کی: کیونکہ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور میدان جنگ سے بھاگتا نہیں ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تم نے سچ کہا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے جب زیادہ صحابہ کرام کے جوش و جذبے کو ملاحظہ فرمایا تو آقا علیہ السلام نے بھی شہر سے باہر جا کر دشمن سے مقابلہ کرنے کی حامی بھر لی اور زیادہ صحابہ کرام کی رائے کو اپنی رائے پر ترجیح دے دی۔

حضور علیہ السلام نے جمعہ المبارک کا خطبہ ارشاد فرمایا اور اِس میں اِن کو جدو جہد اور محنت و کوشش کی تلقین فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جب تک تم صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو گے اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے ساتھ شامل رہے گی۔

اِس کے بعد تمام مستورات کو مختلف گھڑیوں میں ٹھہرا دیا گیا۔ مدینہ طیبہ کے بالائی محلوں (العوالی) کے سارے عورتیں بھی جمع ہو گئے تھے۔ (سبل الہدیٰ ۴/ ۲۷۵)

نماز عصر ادا فرمائی گئی حضور علیہ السلام اپنے صحابہ اکرام کو ہفتہ کو ساتھ لے کر جہاد کے لیے تشریف لے گئے تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آقا علیہ السلام کو جب جنگی لباس زیب تن کروا رہے تھے اور باہر صحابہ اکرام کا شانہ اقدس کے باہر دو رویہ قطاریں بنائے کھڑے تھے کہ سعید بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسید بن حفیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے انہوں نے باہر صحابہ اکرام سے فرمایا کہ تم نے حضور علیہ السلام کی مرضی کے بغیر آقا علیہ السلام کو باہر مدینہ سے نکلنے پر مجبور کیا ہے حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی ہے تمہیں چاہیے تھا کہ اِس فیصلہ میں کلی اختیار آقا علیہ السلام کو دے دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر حکم کو بجالاتے۔

اِتنے میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس طرح باہر تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جسم مبارک پر اسلحہ سجایا ہوا تھا۔ زرہ زیب تن فرمائی ہوئی تھی۔ سر مبارک پر عمامہ تھا۔ گردن شریف میں شمشیر حمائل کی ہوئی تھی کمر مبارک میں کمر بند تھا اور آپ علیہ السلام کی شان مبارک نرالی ہی نظر آ رہی تھی۔

سب لوگوں نے آقا علیہ السلام کے سامنے اپنی گردنیں ڈال دیں اور اپنے فیصلہ پر شرمندگی کا اظہار کیا اور عرض کی کہ جس طرح اللہ اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیصلہ فرمائیں ہم حاضر ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ ہتھیار پہننے کے بعد پھر اُنہیں اُتار دے۔ جب تک اللہ تعالیٰ اُس کے اور اُس کے دشمن کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔

اور فرمایا کہ ''اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو جب تک تم صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو گے اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے ساتھ ہو گی۔''

حضور علیہ السلام نے اپنی اُمت کو سبق سکھا دیا کہ اکثریتی فیصلوں پر عمل کیا جائے اور جب کوئی فیصلہ کیا جائے تو اُس پر آدمی ڈٹ جائے۔

القرآن: فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط (آل عمران، آیت: ۱۵۹)

ترجمہ: اور جب آپ (اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کوئی فیصلہ فرمالیں تو پھر اللہ پر بھروسا رکھیں۔

حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کے لیے مقرر فرمایا۔ آقا علیہ السلام نے تین نیزے منگوا کر اُن پر تین جھنڈے نصب فرمائے۔ مہاجرین کا پرچم سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا قبیلہ اوس کا پرچم اسید بن حفیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور قبیلہ خزرج کا پرچم حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

(سبل الہدیٰ ۴/ ۲۷۵۔ ضیاء النبی ۳/ ۴۶۷۔ ۴۶۱)

35

اُحد کی طرف روانگی

اُحد کا پہاڑ مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل شمال میں شرقاً غرباً خط مستقیم میں پھیلا ہوا اِس کی جنوبی جانب وسط میں نعل نما خلا ہے جو کافی وسیع ہے یہ مقام وادی قناۃ سے پہاڑ کی جانب اونچائی میں واقع ہے۔

حضور علیہ السلام ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ آقا علیہ السلام گھوڑے پر سوار تھے۔ اِس کا نام سکب تھا۔

حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آگے آگے دوڑ رہے تھے۔ الثنیہ کے مقام پر عبداللہ بن ابی کے یہود حلیف جو ابھی ایمان نہیں لائے ساتھ جانے کے لیے آئے لیکن حضور علیہ السلام نے اُن کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ ''ہم اہل شرک سے جنگ کرتے ہوئے مشرکوں سے مدد طلب نہیں کرتے۔''

شیخین کے قبیلوں کے پاس آقا علیہ السلام نے لشکر کا جائزہ لیا اور کم سن بچوں کو واپس بھیج دیا۔ اِتنے میں سورج غروب ہو گیا۔ سیدنا حضرت بلال علیہ السلام نے اذان دی۔ آقا علیہ السلام کی معیت میں نماز مغرب باجماعت ادا فرمائی گئی۔ نماز عشاء باجماعت ادا فرمانے کے بعد حضور علیہ السلام نے محمد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس نوجوانوں کے ساتھ پہرہ دینے کے لیے لشکر پر مقرر فرمایا اور زکوان بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آقا علیہ السلام کی خدمت میں پہرہ دینے کا شرف حاصل کیا۔ آپ تمام رات ہاتھ میں تلوار اور ڈھال پکڑے اور زرہ پہن کر پہرہ دیتے رہے۔

سحری کے وقت حضور علیہ السلام بیدار ہوئے۔ نماز سے فراغت کے بعد تمام لشکر نے کوچ کیا۔ حضور علیہ السلام کے ارشاد پر حضرت ابوخثیمہ لشکر کو لے کر کفار کی طرف ایسے راستہ سے چلے کہ کفار اِن کو اچانک اپنے سَروں پر دیکھے۔

راستے میں ایک منافق جو کہ اندھا اور عمر رسیدہ تھا کی زمینوں کے درمیان سے جب لشکر گزرا تو اُس نے صحابہ اکرام پر ہاتھوں میں مٹی بھر بھر کر ڈالنی شروع کر دی اور حضور ﷺ کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ اگر آپ اللہ کے رسول علیہ السلام ہیں تو میں آپ کو اپنے کھیتوں اور مکانوں کے درمیان سے گزرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اُس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اِسے قتل نہ کرو۔ یہ صرف آنکھوں کا اندھا ہی نہیں بلکہ دل کا بھی اندھا ہے۔

جب سرور دو جہاں علیہ السلام کا لشکر مقام شوط پر پہنچا تو عبداللہ بن ابی منافق اپنے تین سو لوگوں کے ساتھ لشکر سے الگ ہو کر واپس آنے لگا۔ عبداللہ بن ابی کے ہی قبیلہ کے عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ نے اُسے سمجھایا کہ یہ وقت آقا علیہ السلام کا ساتھ چھوڑنے کا نہیں ہے۔ آپ نے اُسے خدا کا واسطہ دے کر فرمایا کہ ہمیں اپنے نبی ﷺ کے ساتھ مل کر کفار کے ساتھ جنگ کرنی چاہیے لیکن اُس نے ایک نہ مانی اور اپنے لوگوں کو لے کر واپس چل دیا اور کہنے لگا کہ یہ محض قوت کی نمائش ہے کوئی جنگ نہیں ہو گی۔

حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ نے اُسے کہا کہ ''خدا تمہیں برباد کرے۔ اللہ کے دشمنو! خدا اپنے نبی کو تم لوگوں سے بے نیاز کر دے گا۔'' (خاتم النبیین ۲/ ۶۹۸۔ رسول رحمت ۲۳۰)

اب لشکر اسلام کی تعداد صرف سات سو رہ گئی تھی۔ عبداللہ بن ابی نے عین موقع پر مسلمانوں پر بہت کاری وار کیا تھا اُس کے اِس اقدام سے قبیلہ بنی سلمہ اور قبیلہ بنی ثعلبہ کے پاؤں تھوڑی دیر کے لیے ڈگمگا گئے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت نے اُن کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔ اِس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ عمران کی آیات نازل فرمائیں۔ پہلی منافقین کے متعلق اور دوسری مسلمانوں کے دو گروہوں کے متعلق ۔۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ

(آل عمران، آیت:۱۷۹)

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اِس حال پر جس پر تم اَب ہو۔ جب تک کہ پلید کو پاک سے الگ نہ کر دے۔

اور مومنوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

القرآن: اِذْ هَمَّتْ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۝۱۲۲

(آل عمران، آیت:۱۲۲)

ترجمہ: جب اِرادہ کیا تم میں سے دو جماعتوں نے تم میں سے کہ ہمت ہار دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کا مددگار تھا (اِس لیے اُس نے تمہیں اِس غلطی سے اِس لغزش سے بچا لیا) اور صرف اللہ پر ہی مومنین کو بھروسا کرنا چاہیے۔

جب حضور علیہ السلام میدان اُحد کفار کے سروں پر پہنچے تو اِس وقت نماز صبح کا وقت ہو چکا تھا سامنے کفار کا لشکر نظر آ رہا تھا۔ حضور علیہ السلام نے حضرت بلال کی اذان کے بعد نماز صبح اپنے صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ باجماعت ادا فرمائی۔ اِس وقت آقا علیہ السلام نے اپنی پہلی زرہ کے اوپر دوسری زرہ بھی زیب تن فرمالی۔

حضور علیہ السلام کا جو بھی عمل ہوتا تھا وہ اُمت کی رہنمائی کے لیے ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہوئے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ نماز سے فراغت کے بعد حضور علیہ السلام نے صحابہ اکرام کے سامنے ایک روح پرور خطبہ ارشاد فرمایا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ خطبہ مبارک

”اے لوگو! میں تمہیں اِس چیز کی وصیت کرتا ہوں جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی کتاب میں دیا ہے کہ میں اُس کی اطاعت کروں اور حرام کاموں سے باز رہوں۔

آج تم اجر اور ثواب کے مقام پر کھڑے ہو جس نے اپنے اِس مقام کو یاد رکھا اور پھر اِس نے اپنے نفس کو صبر، یقین

جہد مسلسل اور خوش دلی کا خوگر بنایا۔ ﷺ

کیونکہ دشمن سے جہاد کرنا بہت مشکل کام ہے۔ کم لوگ ہیں جو اِس صبر آزما مرحلہ میں ثابت قدم رہتے ہیں۔

بجز اِن لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ سیدھے راستہ پر پختہ کر دیتا ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ اُسی کا ساتھی ہوتا ہے جو اللہ کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

اور بے شک شیطان اُس کے ساتھ ہوتا ہے جو اللہ کا نافرمان ہوتا ہے۔

آج اپنے اعمال کی ابتداء جہاد پر صبر سے کرو۔

اور اِس صبر سے اللہ تعالیٰ کا وہ انعام طلب کرو جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ فرمایا ہے۔

جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اُس کی پابندی لازم جانو۔

کیونکہ میں تمہاری ہدایت یابی پر بہت حریص ہوں۔

باہمی اختلاف جھگڑا اور بزدلی عجز اور کمزوری کی علامتیں ہیں۔

یہ اُن چیزوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا اور اِس پر کسی کو فتح و کامیابی سے نہیں نوازتا۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے یہ چیز اللہ تعالیٰ نے (اَز سَرِ نو) میرے سینہ میں ڈالی ہے کہ جو شخص حرام کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے درمیان اور اُس کے درمیان جُدائی ڈال دیتا ہے۔

اور جو شخص اِس حرام سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مُنہ موڑتا ہے اللہ تعالیٰ اِس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

اور جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے اُس پر دس بار درود بھیجتے ہیں۔

اور جو شخص کسی مسلمان یا کسی کافر پر احسان کرے اُس کا اجر اللہ تعالیٰ پر لازم ہو جاتا ہے۔

اِس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُس پر جمعہ فرض ہے بجز نابالغ بچے کے عورت، بیمار اور غلام کے۔

اور جو شخص نماز جمعہ سے بے پرواہی کرے گا اللہ تعالیٰ اُس سے بے پرواہی کرے گا۔

اور اللہ تعالیٰ سب تعریفوں سراہا ہے۔

میں کوئی ایسا عمل نہیں جانتا جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے مگر میں نے تمہیں اُس کو بجالانے کا حکم دیا ہے۔

اور میں کوئی ایسا عمل نہیں جانتا جو تمہیں آتش دوزخ سے قریب کر دے مگر میں نے تمہیں اِس سے منع کیا ہے۔

اور میرے دل میں جبرئیل علیہ السلام نے یہ بات ڈال دی ہے کہ کوئی نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ اپنے رزق کا آخری لقمہ بھی پورا پورا نہ حاصل کر لے۔ اور اِس سے ذرا کم نہ ہو اور اگر وہ رزق اِس سے لیٹ ہو جائے۔

پس اللہ تعالیٰ جو تمہارا پروردگار ہے اِس سے ڈرتے رہو۔

اور رزق طلب کرنے میں خوبصورت ذرائع (حلال) اختیار کرو۔
اور رزق سے ملنے پر تاخیر تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ذریعہ سے اِس کو طلب کرو۔

کیونکہ جو چیز اُس کے پاس ہے وہ اُس کی فرمانبرداری کے ذریعہ سے ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال اور حرام کو بیان کر دیا ہے۔

اِن کے علاوہ اِن کے درمیان مشتبہ چیزیں بھی ہیں جو اِن کا مرتکب ہوتا ہے وہ اُس چرواہے کی طرح ہے جو کسی محفوظ چراگاہ کے کنارے پر پہنچ جاتا ہے۔ قریب ہے وہ اِس محفوظ چراگاہ میں داخل ہو جائے کوئی ایسا بادشاہ نہیں مگر اِس کی محفوظ چراگاہ ہوتی ہے۔

خبردار اللہ تعالیٰ کی محفوظ چراگاہیں اِس کے محارم ہیں۔

ایک مومن دوسرے مومن کے لیے اِس طرح ہے جیسے سَر جسم سے ہوتا ہے جب سر بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے اور تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ہو۔" (ضیاء النبی از پیر کرم شاہ صاحب الاظہری صفحہ ۴۷۴، جلد سوم)

آپ ملاحظہ فرمائیں ایک بادشاہ ایک سپہ سالار اور ایک نبی ﷺ میں فرق۔۔۔

صرف سات سو مجاہدین ہیں اور دوسری طرف کفار کا لشکرِ عظیم جس کی تعداد تین ہزار ہے۔ اِدھر بے سر و سامانی کا عالم ہے اور اُدھر بے شمار اسلحہ، گھوڑے، اونٹ اور حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام کو صبر کی تلقین کے بعد اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اُس کے حلال و حرام کی تمیز سکھا رہے ہیں۔ (ضیاء النبی ۳/ ۴۷۲ تا ۴۷۴۔ سبل الہدیٰ ۴/ ۲۸۲)

اِس حال میں سوائے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ سے کسی اور سے یہ کام نہیں ہو سکتا ہے۔

خطبہ سے فراغت کے بعد حضور علیہ السلام نے یہاں ایک چھوٹے پہاڑی ٹیلہ پر جس کا نام عینین تھا حضرت عبداللہ بن جبیر کو پچاس ماہر تیر اندازوں کے ساتھ متعین فرمایا اور اُنہیں سفید وردی پہننے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا:

"کہ اگر گھڑ سوار ہم پر حملہ کریں تو اُن پر تیروں کی بوچھاڑ کر دو۔ تاکہ ہمارے پیچھے سے ہم پر حملہ نہ کر سکیں۔
ہم فتح یاب ہوں۔ تب بھی تم اپنے مورچوں پر ڈٹے رہنا۔ تمہاری طرف سے دشمن ہم پر حملہ نہ کرنے پائے
اور اگر تم دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے اور ہم اُن کے لشکر میں گھس کر اُنہیں بے دریغ قتل کر رہے ہیں تب بھی تم اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا۔

اور اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں اُچک کر لے جا رہے ہیں اور دشمن ہمیں تہِ تیغ کر رہے ہیں تب بھی ہماری مدد کے لیے تم نہ آنا۔ ہمارا دفاع ہرگز نہ کرنا اپنے مورچوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ جب تک کہ میں تمہاری طرف اپنا خصوصی پیغام نہ بھیجوں دشمن پر تیروں کی موسلادھار بارش کرتے رہنا کیونکہ جہاں تیر برس رہے ہوں۔

گھوڑے وہاں پیش قدمی نہیں کرتے۔

کان کھول کر سُن لو۔ جب تک تم اپنی جگہ پر ڈٹے رہو گے ہم غالب رہیں گے۔

اے اللہ گواہ رہنا میں نے انہیں سمجھانے میں اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔''

حضور نبی کریم رووف رحیم نے قیامت تک کے لوگوں کو بتا دیا کہ اگر تم میری اطاعت کرو گے اور میرا حکم بجا لاؤ گے تو تم پر دشمن غالب نہیں آئے گا۔

اگر اُحد کے موقع پر بھی وہ تیر انداز جن کو آقا دو جہاں سرور کون و مکاں حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے جگہ پر ڈٹے رہنے کو فرمایا تھا۔ وہاں پر قائم رہتے تو پھر کفار کو شکست فاش ہو جاتی اور مسلمانوں کے اتنے لوگ نہ مارے جاتے۔ اگر آج بھی اقوام عالم کے مسلمان حضور نبی کریم ﷺ کے فرمانوں پر عمل کریں خدا اور اُس کے رسول علیہ السلام کے حکموں کی پیروی کریں تو وہ دنیا میں سب قوموں پر چھا جائیں گے۔ اغیار کے آگے ذلیل و سرنگوں نہیں ہوں گے کیونکہ جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اُس نے گویا اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت کی۔

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ‌ۚ (النساء، آیت: ۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے گویا اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے لشکر کے دائیں بازو پر یعنی میمنہ پر حضرت زبیر بن عوام اور بائیں بازو پر یعنی میسرہ پر حضرت منذر بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔ اِن لوگوں کی قیادت اِن کو مرحمت فرمائی۔ اِس کے بعد پوچھا کہ کفار کے لشکر کا علمدار کون ہے۔ عرض کی گئی: طلحہ بن ابی طلحہ۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡوَفَاءِ مِنۡهُمۡ۔

ترجمہ: یعنی ہم کا اِسی خاندان کے فرد کو اپنا پرچم دینے کا زیادہ حق ہے۔

چنانچہ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اِسلام کا پرچم عطا فرمایا گیا۔ مسلمانوں کا شعار اَمِتۡ اَمِتۡ تھا۔ یعنی کفار کو ہلاک کر دے۔

اللہ تعالیٰ کے رسول معظم ﷺ نے اپنی مبارک تلوار نکالی اور فرمایا کہ کون اِس کا حق ادا کرے گا۔ کئی ایک صحابہ اکرام اُٹھے لیکن حضور ﷺ نے اِس کو کسی کو نہ دیا۔

اتنے میں حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور عرض کی حضور ﷺ اِس کا کیا حق ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ اس کا حق یہ ہے کہ اِس سے دشمن پر پے در پے اِتنے وار کرو کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔ حضرت ابو دجانہ نے اس شرط کو قبول فرمایا اور عرض کی: حضور ﷺ میں اِس شرط پر تلوار لینے کے لیے تیار ہوں۔ آپ نے ایک سُرخ پٹکہ نکال کر سَر پر باندھا۔ اِس پٹکے کو عصابہ الموت یعنی موت کا دوپٹہ کہتے تھے۔ جب آپ یہ باندھ لیتے تھے تو دشمن کی خیر نہیں ہوتی تھی۔

آپ اِس کو باندھ کر اور تلوار ہاتھ میں لے کر اِترا اِترا کر چلنے لگے ۔حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سوائے اِس موقع کے اللہ تعالیٰ کو یہ چال سخت ناپسند ہے ۔(سیرت ابن ہشام ۳/ ۱۰۔الامتاع ا/ ۱۱۶)

مشرکین کی صف آرائی

کفار مکہ نے سواروں کے میمنہ کی دائیں طرف کمان خالد بن ولید کو سپرد کی اور میسرہ بائیں طرف کی کمان عکرمہ بن ابی جہل کو سپرد کی۔

تیر اندازوں کے دستہ پر عبداللہ بن ربیعہ کو مقرر کیا اور پیدل لشکر پر صفوان بن امیہ کو سپہ سالار مقرر کیا اور ابوسفیان تمام فوج کا سپہ سالار اعظم تھا وہ تمام لشکر میں چکر لگا لگا کر لشکر کی ترتیب دے رہا تھا اور کفار کو لڑائی پر بڑھکا رہا تھا۔ جب وہ طلحہ بن ابی طلحہ کے پاس جو کہ کفار کے لشکر کا علم بردار تھا پہنچا تو کہنے لگا اے قوم عبدالدار کے فرزندو! میدان بدر میں بھی یہ جھنڈا تمہارے پاس ہی تھا لیکن وہاں ہمیں شکست فاش ہوئی یہ تم بھی جانتے ہو فوجوں کی لڑائی کا دار و مدار جھنڈے پر ہوتا ہے اگر جھنڈا سرنگوں ہو جائے تو فوج پسپائی اختیار کر لیتی ہے آج اگر تم اِس کا حق ادا کر سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ہم خود یہ جھنڈا لیتے ہیں اور تم دیکھو گے کہ ہم اِس کا کیسا حق ادا کرتے ہیں ۔ اِنہوں نے کہا یہ بات ناممکن ہے کہ ہم اپنا جھنڈا تم کو دیں کل تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کہ ہم نے اِس کا کیسے حق ادا کیا۔ اِس طرح جوش دلا کر ابوسفیان کا مقصد پورا ہوگیا۔

اَب اُس نے ایک اور چال چلی ۔ اُس نے اعلان کیا کہ یثرب کے رہنے والے اوس وخزرج کے لوگو! ہماری تمہارے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ۔ ہم تم پر حملہ نہیں کرنا چاہتے ۔ ہماری قوم کے لوگوں کو یہاں رہنے دو۔ تاکہ ہم اِن سے مقابلہ کریں تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔ ہمارا تم سے کوئی سروکار نہیں ۔

انصار کے لوگوں نے اس کو وہ جواب دیے کہ یہ لاجواب اور شرمندہ ہوگیا۔(سیرت ابن ہشام ۳/ ۱۲۔ ۱۱)

جنگ کا آغاز

ابو عامر فاسق جو قبیلہ اوس سے تھا اور اُس نے کہا تھا کہ مجھے دیکھتے ہی میری قوم کے لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر میرے پاس آجائیں گے باہر نکلا اور اپنی قوم کو پکار کر کہا کہ میں ابو عامر ہوں ۔ مجھے پہچانو!

اوس کے قبیلہ کے لوگوں نے اُسے کہا کہ خدا تیری آنکھوں کو کبھی ٹھنڈا نہ کرے ہماری آنکھوں سے دور ہو جا۔“

وہ شرمندہ ہو کر کہنے لگا کہ میری قوم میرے بعد فتنہ کا شکار ہوگئی ہے ۔

اپنے پچاس حواریوں کے ساتھ اُس نے مسلمانوں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی ۔ جب اُس کے تیر ختم ہو گئے تو اُس نے پتھر پھینکنے شروع کر دیے ۔

کفار کی عورتوں نے لشکر میں لوگوں کو جوش دلانا شروع کر دیا۔

آقا دو جہاں سرکارِ دو عالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض و التجاء کی اور فرمایا:

اَللّٰھُمَّ بِكَ اَجُوْلُ وَبِكَ اَصُوْلُ وَفِيْكَ اُقَاتِلُ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل۔

ترجمہ: اے اللہ میں تیری قوت کے ساتھ ہی دشمن پر ہلہ بولتا ہوں اور تیری قوت کے ساتھ ہی اِن پر حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی رضا کے لیے اِن سے جنگ کرتا ہوں مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

ایک مشرک میدان جنگ میں نکلا اور کہنے لگا هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ۔ ہے کوئی میرا مقابلہ کرنے والا۔ اُس نے یہ تین دفعہ کہا۔ وہ اونٹ پر سوار تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ چھلانگ لگا کر ایک اونٹ پر بیٹھے اور اُس کے مدمقابل ہو گئے۔ سرکار دو عالم ﷺ ملاحظہ فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو نیچے گرے گا مارا جائے گا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اُسے ایسی تلوار کی ضرب لگائی کہ وہ سنبھل نہ سکا اور اونٹ سے نیچے آ گرا۔ آپ نے اُس کے اوپر چھلانگ لگا دی اور اُس کا سر کاٹ کر علیحدہ کر دیا۔ حضور علیہ السلام آپ کی بہادری پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہر نبی کا حواری ہوتا ہے اور تم میرے حواری ہو۔ اگر تم اِس کے مقابلے میں نہ نکلتے تو میں خود اِس کے مقابلے کے لیے نکلتا۔

حضرت زبیر نے بھی آقا علیہ السلام سے اپنی تلوار دینے کو کہا تھا لیکن آپ ﷺ نے حضرت ابو دجانہ کو یہ تلوار دے دی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں دیکھوں کہ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کیسے اِس کا حق ادا کرتے ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے رہا کہ آپ کیسے آقا علیہ السلام کی تلوار کا حق ادا کرتے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ آپ جس طرف جاتے ہیں کشتوں کے پشتے لگاتے جاتے ہیں۔ کوئی آپ کے سامنے نہیں ٹھہر رہا تھا۔

ایک کافر میں نے دیکھا کہ دھاڑتا ہوا آ رہا تھا وہ ہر زخمی مسلمان کو ڈھیر کر رہا تھا۔ جب وہ آپ کے سامنے آیا تو اُس نے آپ پر بہت زبردست وار کیا آپ نے اُس کے وار کو اپنی ڈھال پر روکا اور اُس کو ایسی تلوار ماری کہ اُس کو دو ٹکڑے کر دیا۔

حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں میں نے ایک بہت طاقتور کافر کو غراتے ہوئے دیکھا ایک مسلمان مجاہد اُس کے سامنے آیا میں پیچھے کھڑا ہو کر تماشہ دیکھنے لگا۔ اُس کافر نے اِس مجاہد پر حملہ کیا جسے اِس نے روک کر اُس کی پشت پر ایسی تلوار ماری جو اِس کی گردن کے قریب نکلی اور یہ اُس کے جسم کو چیرتی ہوئی اُس کی ٹانگوں کے درمیان سے باہر نکل آئی اور یہ دھڑام سے دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ گرا۔ حالانکہ بظاہر یہ کافر اِس مجاہد سے بہت طاقتور لگ رہا تھا۔ اِس مجاہد نے میری طرف منہ کر کے کہا۔ اے کعب کیسا منظر تو نے دیکھا میں ابو دجانہ ہوں۔

ایک دفعہ ہندہ ابوسفیان کی بیوی حضرت ابو دجانہ کی تلوار کی زد میں آئی لیکن آپ فرماتے ہیں میں نے اُس کو چھوڑ دیا کہ میں نے پسند نہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار سے ایک عورت کو قتل کروں جو نہتی ہو اور اُس کا کوئی مددگار بھی نہ ہو۔

مسلمانوں کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے تھاما ہوا تھا۔ کفار نے تمام زور ان کے اوپر لگا دیا۔ ایک مشرک

نے آپ کے اُس کندھے پر تلوار ماری جس ہاتھ سے آپ نے جھنڈا پکڑا ہوا تھا آپ کا کندھا کٹ گیا اور بازو علیٰحدہ ہو گیا آپ ﷺ نے اُسے فوراً دوسرے ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اُس مشرک نے آپ کے دوسرے ہاتھ پر وار کیا وہ بھی کٹ کر جا گرا۔ آپ نے اُسے فوراً اپنے سینے سے لگا لیا۔ اُس مشرک نے آپ کو شہید کر دیا اور لشکر میں کہنے لگا نعوذ باللہ میں نے محمد (ﷺ) کو شہید کر دیا ہے۔)

حضور آقا علیہ السلام نے فوراً سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پرچم تھامنے کا کہا۔ آپ نے اُس کو اُٹھا لیا۔ اِتنے میں کفار کا علمبردار طلحہ ابن طلحہ للکارتا ہوا آیا اور زور سے پکارا! ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا۔ پھر کہنے لگا کہ اے محمد (ﷺ) آپ کہتے ہیں کہ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور مشرکین کے مقتول دوزخ میں تو پھر میرے ساتھ مقابلہ کے لیے کوئی کیوں نہیں آ رہا۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فوراً اس کے مقابلہ کو آئے اور اُس کی ڈینگوں کے جواب میں آپ نے اُس کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور آپ نے ایک ہی ایسا زبردست وار کیا کہ وہ دھڑام سے زمین پر گرا اور تڑپنے لگا اور اُس کی شرمگاہ کُھل گئی۔ آپ نے منہ پھیر لیا اور اُس پر دوسرا وار نہ کیا اور وہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

اِس کے بعد اِس کے بھائی عثمان بن ابی طلحہ نے جھنڈا پکڑ لیا۔ جسے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈھیر کر دیا۔

پھر اِس کے بھائی ابوسعد بن ابی طلحہ نے جھنڈا پکڑ لیا حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایسا تیر نشانہ لگا کر اِس کو مارا کہ وہ اُس کے حلق میں گھس گیا اور وہ جہنم رسید ہو گیا۔

اِس کے بعد طلحہ بن ابی طلحہ جو پہلا علمبردار تھا کے بیٹے مسافح بن طلحہ نے علم کو پکڑ لیا۔ اِسے عاصم بن ثابت بن ابی افلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تیر کا نشانہ بنایا اس کے بعد اِس کے بھائی حارث بن طلحہ نے پرچم کو اُٹھایا اسے بھی حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اپنے تیر سے ڈھیر کر دیا۔ اِس کی ماں دوڑتی ہوئی آئی اور اُس سے پوچھا کہ تمہیں کس نے تیر مارا ہے اور اُس نے اُس کا سر اپنی گود میں رکھا ہوا تھا وہ بولا! ماں وہ اپنا نام ابن ابی افلح لے رہا تھا۔ اُس کی ماں نے نذر مانی کہ اگر وہ میرے ہاتھ آ گیا تو میں اُس کی کھوپڑی میں شراب پیئوں گی اور اُس کے پکڑنے والے کو سو اونٹ انعام دوں گی۔

اَب پرچم کو طلحہ کے تیسرے بیٹے کلاب نے تھام لیا۔ حضرت زبیر بن عوام نے اُسے ایک ہی وار میں قتل کر دیا۔

اَب طلحہ کے چوتھے بیٹے جلاس بن طلحہ نے پرچم تھام لیا۔ اُسے حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے جہنم واصل کر دیا۔

اِس کے بعد اَرطاۃ بن شرجیل نے پرچم پکڑا جسے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا اور ابن ہشام کے نزدیک اِس کو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

پھر شریح بن قارظ نے جھنڈے کو پکڑا اور یہ بھی جہنم رسید ہوا۔

پھر ابوزید بن عمیر بن عبد مناف بن ہاشم نے جھنڈے کو پکڑا۔ اِس کو قزمان نے قتل کر دیا۔

آخر میں صواب ایک حبشی غلام نے جھنڈے کو پکڑا لوگوں نے کہا کہ جھندے کی لاج رکھنا وہ جھنڈے کو لہرانے لگا۔ قزمان نے اِس کے ہاتھ پر وار کیا وہ کٹ کر دور جا گرا پھر اُس نے دوسرے ہاتھ سے پکڑا اس کو بھی قزمان نے جدا کر دیا۔

اُس نے جھنڈے کو سینے سے تھامتے ہوئے کہا کہ اے قوم میں نے جھنڈے کا حق ادا کر دیا۔ اُس کی قوم نے کہا۔ ہاں بےشک
جب کفار کے گیارہ علمبر دار یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اُترے تو کفار کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ بھاگنے لگے۔ کسی کو
ہوش نہ رہی۔ وہ حواس باختہ ہو گئے۔ جس کا جدھر منہ اُٹھا بھاگ گیا۔ عورتوں نے چیخ و پکار شروع کر دی ہر ایک کو اپنی جان
بچانے کی فکر تھی۔

ہندہ ابوسفیان کی بیوی اور دوسری عورتوں نے اپنے پائینچے اوپر چڑھا لیے۔ بھاگتی جارہی تھیں۔

آپ نے دیکھا کہ یہ کتنے خودسر اور ضدی اور سرکش قسم کے لوگ تھے یہ اسلام کے مجاہد ہی تھے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی
مدد سے اِن مضبوط چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔

مسلمان اِن کے تعاقب میں دور تک چلے گئے تھے۔ کافروں کی صفوں کا نظم وضبط خراب ہو چکا تھا۔ اَب مسلمان مال
غنیمت کو اکٹھا کر رہے تھے۔

پہاڑ کی چوٹی پر جن پچاس تیر اندازوں کو آقا علیہ السلام نے مقرر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ ہر حال میں چاہے ہمیں فتح ہو اور
خدانخواستہ چاہے ہمیں تم دیکھو کہ پرندے ہمیں اُچک رہے ہیں کسی حال میں بھی اِس درے کو نہ چھوڑنا اُنہوں نے کفار کو بھاگتے
دیکھ کر سمجھا کہ مسلمانوں کی اَب فتح ہو گئی ہے اور کفار پلٹ کر اَب نہیں آ سکتے اور اُنہوں نے آقا علیہ السلام کے فرمان کو فراموش کر دیا اور
دوڑ کر مال غنیمت اکٹھا کرنے کے لیے آ گئے۔ اِن کے سردار حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِن کو منع کرتے رہے لیکن صرف
دس آدمی اُن کے ساتھ رہے باقی لوگ مال غنیمت اکٹھا کرنے کے لیے چلے گئے۔ درے کو خالی پا کر خالد بن ولید اپنے دستے کو
لے کر ایک لمبا چکر کاٹ کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے چلے گئے اِدھر عمرو بن علقمہ کفار کی ایک عورت جو بہت قد اور بھرے
جسم کی تھی نے چند عورتوں کو ساتھ ملایا۔ اپنے بال کھولے اپنے کپڑوں کو تار تار کیا اور کفار کو غیرت دلانے لگی کہ بزدلو! یوں میدان
جنگ سے نہ بھاگو بے غیرتو کم از کم میدان جنگ میں اپنی جان تو دیتے جاؤ شرم کرو۔ تمہاری حمیت کہاں گئی ہے؟ اگر کچھ نہیں کر
سکتے تو خیموں میں جا کر بچوں کو دودھ پلاؤ اور تمہاری جگہ ہم لڑتی ہیں اُس کے اِس طرح واویلا کرنے سے کفار پلٹ پڑے
اور مسلمان جو مال غنیمت سمیٹنے میں مصروف تھے اور صفوں سے منتشر ہو چکے۔ اُن پر حملہ کر دیا۔

اُدھر خالد بن ولید اِتنی دیر میں چکر کاٹ کر اپنے دستے کے ساتھ آ گئے تھے۔ اُنہوں نے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ حضرت
عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دس ساتھیوں کی مدد سے اِن کو روکنا چاہا لیکن وہ اِن کو نہ روک سکے اور ایک ایک کر کے سب کے
سب شہید ہوتے گئے اور خالد بن ولید نے اِن کو شہید کرنے کے بعد مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔

(سبل الہدیٰ ۴/ ۲۸۶۔ضیاء النبی ۳/ ۴۸۳)

شہادت سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور شیر خدا سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جس طرف جاتے کشتوں کے پشتے لگاتے چلے جاتے کوئی

آدمی آپ کا راستہ نہ روک سکتا تھا۔ آپ روزے سے تھے۔ جب آپ نے جنگ کا سُنا تو آپ نے نذر مانی تھی کہ جب تک میں کافروں کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر جنگ نہ کرلوں اُس وقت تک کچھ نہیں کھاؤں گا اور آپ نے اِس وقت تک کچھ نہیں کھایا تھا اور آپ کی شہادت بھی روزے کی حالت ہی میں ہوئی۔

جب کفار کے علمبردار ارطاط بن عبد شرجیل کو آپ نے قتل کیا تو اچانک آپ کا سامنا ایک اور کافر جس کا نام سباع بن عبد العزی الغیثانی تھا سے ہوا اِس کی ماں لڑکیوں کا ختنہ کیا کرتی تھی۔ آپ نے اِسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: هَلُمَّ اِلَیَّ یَا ابْنَ مُقَطِّعَةِ الْبُظُور۔ اے لڑکیوں کے ختنہ کرنے والی ماں کے بیٹے اِدھر آ اور حمزہ کا مقابلہ کر۔ وہ سامنے آیا تو آپ نے ایک ہی وار میں اُس کا کام تمام کر دیا۔

جب آپ اُس کی زرہ اُتارنے لگے تو اُس وقت وحشی آپ کی تاک میں تھا۔

وحشی جبیر بن مطعم کا حبشی غلام تھا جبیر بن مطعم کے چچا طعیمہ بن عدی کو جنگ بدر میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ جبیر بن عدی (جو بعد میں مسلمان ہوگیا تھا) نے وحشی کو کہا (وحشی بھی بعد میں مسلمان ہوگیا تھا) کہ اگر تم میرے چچا کے عوض حضور علیہ السلام کے چچا کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔

وحشی کہتا ہے کہ میں بھی لشکر کفار کے ساتھ چلا۔ اِس کے پاس ایک حربہ تھا یعنی یہ ایک چھوٹا نیزہ تھا جس کو یہ گھما کر زور سے پھینکتا تھا اور اِس کا نشانہ بالکل ٹھیک لگتا تھا میدان جنگ میں یہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں رہا۔

وحشی کہتا ہے جب آپ نے سباع کو قتل کیا تو آپ اُس کی زرہ اُتارنے لگے تو آپ کا پاؤں پھسلا اور آپ کے پیٹ کے نیچے سے زرہ اُوپر کو اُٹھ گئی اور آپ کا پیٹ تھوڑا سا ننگا ہوگیا آپ اپنے دھیان میں تھے اور آپ نے مجھے نہ دیکھا تھا۔ میں نے اپنے نیزے کو پوری قوت سے گھمایا اور اُسے تاک کر آپ کو مارا۔ نیزہ ٹھیک آپ کی ناف کے نیچے لگا اور جسم چیرتا ہوا دوسری طرف سے باہر نکل گیا۔ آپ غضبناک شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے مجھ پر جھپٹے لیکن لڑکھڑا کر گر پڑے اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

القرآن: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

ترجمہ: ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اور ہم سب کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

ہند نے بھی وحشی کو انعام و اکرام کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ یہ آپ کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکال کر ہند کے پاس آیا۔ ہند نے اِس کو چبایا اور نگلنا چاہا لیکن نگل نہ سکی اور باہر تھوک دیا۔ ہند نے اُسے اپنے زیور وغیرہ اُتار کر انعام میں دیے اور مکہ واپس جا کر اور انعام دینے کا وعدہ کیا۔ پھر وحشی کو کہنے لگی مجھے حمزہ (رضی اللہ عنہ) کی لاش دکھاؤ وحشی نے ہندہ کو لاش دکھائی۔

اِس سنگدل عورت نے آپ کے اور دیگر شہدا کے کان اور ناک کاٹے اور اُن کو پرو کر ہار اور بازو بند اور پازیب بنا کر جب مکہ میں داخل ہوئی تو اِن کو زیور کی طرح پہنا ہوا تھا۔

وحشی کہتا ہے کہ مکہ آ کر میرے مالک نے مجھے آزاد کر دیا اور میں مکہ ہی میں رہا۔ مکے کی فتح کے بعد میں بھاگ کر طائف چلا آیا۔ جب طائف بھی فتح ہوا تو میں نے بھاگ کر شام جانا چاہا کسی نے مجھے کہا کہ حضور علیہ السلام پر جو ایمان لے آئے آپ اُس کو ہرگز قتل نہیں کرتے۔ میں مدینہ طیبہ آیا اور چھپتا چھپاتا آپ کے قریب پہنچ کر کلمہ شہادت پڑھا۔

اَشهد اَن لَا اِلٰهَ اِلَّا الله و اَشهد ان محمد عبده و رسوله۔

حضور علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا کہ ایک آدمی کا شرف با اسلام ہونا مجھے ایک ہزار کفار کے قتل سے بہت زیادہ عزیز ہے۔

حضور علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کیا تم وحشی ہو؟ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے حمزہ کے قتل کا واقعہ سناؤ۔ میں نے تفصیل کے ساتھ سنایا یہ سُن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تیری خیر ہو اپنے چہرہ کو مجھ سے چُھپائے رکھنا مجھے نظر نہ آنا۔''

وحشی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمہ کذاب سے جنگ کے دوران میں نے وہی حربہ جس سے سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا کو تاک کر مسلمہ کذاب کو مارا۔ اور عین اُسی وقت ایک صحابی نے مسلمہ کذاب کو تلوار ماری یہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ کس کے وار سے قتل ہوا۔ میں جب اسلام نہیں لایا تھا تو سب سے بہترین آدمی کو قتل کیا اور جب اِسلام لے آیا تھا تو سب سے بدترین آدمی کو قتل کیا شاید اِس طرح اللہ تعالیٰ میرے گناہ کا مداوا کر دے۔

(تاریخ الخمیس ۱/ ۴۲۶۔ ۴۲۵)

شہادت حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

کفار کو قتل کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی تھی۔ آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے اُنہیں کھجور کی ایک شاخ پکڑا دی۔ آپ نے اسے لہرایا تو یہ ایک زبردست تلوار بن گئی تھی۔ آپ اس سے کفار کے ساتھ لڑتے رہے۔ اِس تلوار کا نام العرجون پڑا۔ جنگ بدر میں حضرت عکاشہ کی تلوار ٹوٹنے کے بعد آقا علیہ السلام نے جو کھجور کی شاخ آپ کو پکڑائی تھی اور وہ تلوار بن گئی تھی اُس تلوار کا نام العون پڑا۔

العرجون آپ کی نسل میں منتقل ہوتی ہوتی خلیفہ معتصم بن ہارون رشید امیر سلطنت کے پاس پہنچی۔

حضرت عبداللہ بن جحش اِس تلوار کے ساتھ اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے رہے اچانک آپ کے سامنے ایک بڑا تنومند کافر آیا۔ آپ اُس سے لڑے اور اُس کے وار سے آپ گر پڑے اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

جنگ اُحد میں جانے سے پہلے آپ نے اور حضرت سعد بن ابی وقاص نے دعا مانگی تھی جو قبول ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے دعا مانگی تھی کہ میں میدان جنگ میں ایک تنومند کافر سے لڑوں اور پھر اُس کو ماردوں اور اُس کی زرہ لباس اور

ہتھیاروں پر قبضہ کرلوں۔آپ نے آمین کہنا تھا۔

اورآپ نے دعا مانگی تھی کہ میدان اُحد میں یااللہ لڑتے ہوئے ایک تنومند کافر سے میرا مقابلہ ہو اور وہ مجھ پر غالب آتے ہوئے مجھے قتل کر دے اور پھر میرے کان اور ناک کاٹ لے اور میں قیامت کو تیری بارگاہ میں ایسے ہی اُٹھوں اللہ تعالیٰ مجھے پوچھے کہ اے میرے بندے تیرے کان اور ناک کیسے کاٹے گئے تو میں جواب دوں یااللہ تیری محبت اور تیرے محبوب سے عشق کے جرم میں یہ کاٹے گئے تو اللہ تعالیٰ فرمائے اے میرے بندے تو سچ کہہ رہا ہے (کیونکہ وہ تو ہر ہر بات کا واقف ہے۔) اور حضرت سعد بن ابی وقاص نے اِس دعا کے جواب میں آمین کہا تھا۔

دونوں کی دعا قبول ہوئی۔حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میری دعا سے حضرت عبداللہ بن جحش کی دعا بدرجہا بہتر تھی۔(سبل الہدیٰ ۴/ ۳۲۲۔الاکتفاء ۲/ ۱۰۹)

حضرت عبداللہ بن جموع رضی اللہ عنہ

اِن کا شوق شہادت اِن کو میدان اُحد میں کھینچ لایا یہ لنگڑے تھے۔حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جہاد پر جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم معذور ہو۔انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنے لنگڑے پاؤں سے جنگ کی سرزمین کو روندوں۔ان کے چار بیٹے تھے۔خلاد،معود،معاذ اور ابوایمن۔انہوں نے بھی آپ کو روکنا چاہا لیکن آپ نے فرمایا کہ تمہارا کیا حرج ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے مشرف شہادت عطا فرمادے چنانچہ اِن کو اجازت مل گئی۔

چلتے وقت انہوں ں ے دعا کہ یااللہ مجھے نامراد کر کے اپنے اہل وعیال میں نہ لوٹانا۔اِن کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اِن کو شرف شہادت عطا فرمایا۔(سیرت زینی دحلان ۲/ ۵۹)

ابوسعد خثیمہ بن ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ

جنگ بدر کے موقع پر انہوں نے اور اِن کے بیٹے نے قرعہ ڈالا کہ کون جنگ میں شرکت کرے قرعہ اِن کے بیٹے کے نام نکل آیا اور وہ جنگ بدر میں شریک ہوئے اور شرف شہادت کو پہنچے جنگ اُحد کے موقع پر انہوں نے حضور علیہ السلام سے شرکت کی درخواست کی اور عرض کی کل رات میں نے خواب میں اپنے بیٹے کو جنت کے باغات اور نہروں میں سیر کرتے دیکھا ہے اور وہ مجھے کہہ رہا ہے کہ ابا جان آجاؤ۔جنت میں مل کر رہیں گے۔یارسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شرف شہادت عطا فرمائے۔حضور علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شرف شہادت عطا فرمایا۔(سبل الہدیٰ ۴/ ۳۲۳)

35

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

اِن کا نام غسیل الملائکہ بھی ہے۔ یہ ابو عامر فاسق کے بیٹے تھے اور اِن کی بیوی منافق عبد اللہ بن ابی کی بہن تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (الروم، آیت:۱۹)

ترجمہ: وہ زندہ کو مردے سے نکالتا ہے اور زندہ سے مردے کو نکالتا ہے۔

یہ اُس ذات پاک کی بے نیازی ہے وہ اللہ الصَّمَدُ ہے یعنی بے نیاز ہے یہ سب اُس کے فیصلے ہیں یہ سب اُس کی مصلحتیں ہیں جسے چاہتا ہے اپنے لیے چن لیتا ہے وہ مالک ہے اُس کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اور ہم اپنے کاموں میں پوچھے جائیں گے۔

جب حضور علیہ السلام نے جنگ کا اعلان فرمایا اور انہوں نے سُنا تو فوراً لبیک لبیک کہتے ہوئے دوڑتے آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے (اور شاید تیمم کے ساتھ آقا علیہ السلام کے ساتھ نمازیں ادا فرماتے رہے) کیوں کہ اِس رات اِن کی شب زفاف تھی اور اِنہوں نے اپنی بیوی سے ہم بستری کی تھی اور آقا علیہ السلام کا ارشاد سُن کر یہ یوں دوڑے کہ غسل کی تاخیر بھی گوارہ نہ کی۔

جب جنگ کا میدان گرم ہوا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو یہ ابوسفیان کی تلاش میں نکلے اور جلد ہی اُس کو پالیا۔ انہوں نے زور سے اسے تلوار ماری جو اُس کے گھوڑے کو لگی۔ ابوسفیان گھوڑے سے گر پڑا۔

اور اُس نے چیخ کر مدد کے لیے پکارا ایک کافر اسود بن شداد دوڑ کر آیا اور اُس نے کھینچ کر نیزہ اِن کو مارا۔ جو اِن کے جسم کو چیرتا ہوا باہر نکل گیا۔ یہ اُس پر حملہ آور ہوئے لیکن نیزہ اپنا کام کر گیا تھا۔ اتنی دیر میں اُس نے دوسرا وار کیا اور انہوں نے اپنی جان اپنے مالک کے سپرد کر دی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

ان کی شہادت کے بعد اِن کی لاش تھوڑی دیر کے لیے غائب ہوگئی۔ آقا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے فرشتوں کو زمین و آسمان کے درمیان چاندی کے تھالوں میں اِن کو غسل دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

جب حضور علیہ السلام کے ارشاد پر اِن کی بیوی سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے عرض کی کہ اِس رات انہوں نے ہم بستری کی تھی۔ اِنہوں نے یہ گوارہ نہ کیا کہ آقا علیہ السلام بلائیں جہاد کے لیے اور میں غسل کی بھی تاخیر کروں۔

اِن کی بیوی فرماتی ہیں کہ یہ جب چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور حنظلہ اِن میں داخل ہو گئے ہیں اور دروازے پھر بند ہو گئے ہیں تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ ضرور شہید ہوں گے۔ اِنہوں نے اِن کے خاندان کے چار آدمیوں کو اپنے خاوند سے ہم بستری کا گواہ بنایا۔ تا کہ اِن کی شہادت کے بعد کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو۔ اِن کو اللہ تعالیٰ نے فرزند

دیا اِن کا نام عبداللہ بن حنظلہ تھا اور یہ یزید کے خلاف اہل مدینہ کی جنگ میں سپہ سالار تھے۔ 35

یہ تھے صحابہ اکرام کے جذبہ شہادت اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کا شوق۔ جب بھی آقا دو عالم سرور کائنات اِن کو کسی بھی کام کے لیے یاد فرماتے تو یہ لبیک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہوئے دوڑتے اور خدمت میں آحاضر ہوتے۔

ایک دفعہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا حضور علیہ السلام نے اُسے بلایا۔ اُس نے جلدی جلدی نماز مکمل کی اور فوراً حاضر خدمت ہوگیا لیکن حضور علیہ السلام نے اُس کی اور تمام اُمت کی تربیت کے لیے اُسے ارشاد فرمایا یعنی کہ جب بھی تم میں سے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلائیں تو چاہے وہ نماز میں ہی کیوں نہ ہو فوراً جواب دے (تو اُس کی نماز نہیں ٹوٹے گی بلکہ وہ کام کرنے کے بعد وہیں سے دوبارہ نماز کو مکمل کرے گا) جس طرح کہ جنگ لڑتے ہوئے قرآن پاک میں آدھے لوگ نماز کی ایک رکعت امام کے پیچھے پڑھ کر کفار سے جنگ کرتے ہیں اور آدھے لوگ آ کر دوسری رکعت امام کے ساتھ پڑھتے ہیں اور پہلے لوگ جب اِن کی جگہ لیتے ہیں تو وہ واپس جا کر دوسری رکعت مکمل کر لیتے ہیں۔ (سبل الھدیٰ ۴/ ۳۱۴) (ضیاء النبی ۳/ ۴۹۷)

سبحان اللہ کیا اِس دین کی شان ہے کہ ہر ہر معاملہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کی تربیت فرمائی ہے اور اللہ جل شانہٗ نے اِس دین میں کوئی کجی نہیں رکھی ہے اور اِس دین کو کتنا آسان فرما دیا ہے۔

تقدیر کا مسئلہ اور اصیرم عمرو بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات بے نیاز ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی نیک عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک اُس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اُس کی ازلی شقاوت اُس پر غالب آجاتی ہے اور وہ بُرے عمل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اِس سے اپنی پناہ میں حضور علیہ السلام کے قدموں کے صدقے میں رکھے۔) اور بعض وقت انسان بُرے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اُس کے اور دوزخ کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اُس کی ازلی سعادت اُس پر غالب آجاتی ہے اور وہ اچھے کام کرنے لگ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُسے اپنی رحمت سے حضور علیہ السلام کے طفیل جنت میں پہنچا دیتے ہیں۔

یہ اُس ذات کی بے نیازیاں ہیں وہ اللہ الصمد (اللہ بے نیاز ہے)

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے یا اللہ تو نے کچھ دائیں ہاتھ والے پیدا کیے ہیں اور تو نے کچھ بائیں ہاتھ والے پیدا کیے ہیں یا اللہ ہمیں دائیں ہاتھ والوں میں کرنا اور بائیں ہاتھ والے لوگوں میں نہ کرنا یا اللہ تو نے کچھ لوگ جنت کے لیے پیدا فرمائے ہیں اور کچھ لوگ دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں۔ یا اللہ تو ہمیں جنت کے لوگوں میں شامل کرنا۔ دوزخ کے لوگوں میں شامل نہ کرنا یہ اس لیے ہے کہ کوئی جتنی مرضی عبادت کر لے جیسے شیطان نے کی تھی اپنی عبادت پر غرور و فخر نہ کرے بلکہ اُس کی رحمت سمجھے کہ اُس کا کرم و مہربانی ہے کہ وہ مجھ سے اچھے کام کروا رہا ہے اور اُس پر مغرور نہ ہو جائے اور چاہے کوئی جتنے

بھی گناہ کر چکا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور شیطان اُس کو نا اُمید نہ کر دے۔ 35

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٥٣

ترجمہ: اے لوگو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ وہ (اللہ تعالیٰ) سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سب سے بڑا گناہ شرک ہے لیکن جب ایک آدمی اگر ساری عمر بھی شرک کرتا رہے تو اگر وہ اللہ تعالیٰ کے کرم و مہربانی سے آخر میں ایمان لے آئے اور کلمہ شہادت پڑھ لے تو ایک کلمہ شہادت پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اُس کے زندگی بھر کے گناہ بخش دیتا ہے۔

اشهد اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ و اشهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عبدہ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت **محمد** ﷺ اُس کے بندے اور (سچے) رسول ہیں۔

اصیرم بنی عبدالاشہل اسلام کا سخت دشمن تھا غزوہ اُحد کے موقع پر یہ گھر آیا تو اِسے پتہ چلا کہ اِس کے سب قریبی اُحد کی جنگ کے لے گئے، اللہ تعالیٰ نے اِس کے دل کو کھول دیا اور یہ اُسی وقت مسلمان ہو گیا۔

اور اُسی وقت حضرت اصیرم رضی اللہ عنہ نے تلوار اور نیزہ پکڑا تیر کمان ڈھال اور جنگی لباس سجایا اور گھوڑے پر بیٹھ کر میدان اُحد میں جا پہنچے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اِس کے سرہانے حوروں کو کھڑا دیکھ رہا ہوں حالانکہ اِس نے ایک سجدہ بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں کیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام ۳/ ۳۶)

حسیل اور ثابت بن وقش رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضور سرور عالم ﷺ اِن دونوں کی زیادہ عمر کی وجہ سے اِنہیں گھڑیوں میں عورتوں و بچوں کے پاس چھوڑ آئے تھے انہوں نے آپس میں صلاح کی کہ کیوں نہ ہم بھی جام شہادت نوش کریں۔ یہ دونوں گئے اور دیوانہ وار کفار سے لڑے۔ حضرت جبل کو کفار نے شہید کر دیا۔ لیکن حضرت ثابت بن وقش کو مسلمانوں نے دشمن کا سپاہی سمجھ کر قتل کر دیا یہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے باپ تھے۔ آپ پکارتے مسلمانو کہ یہ میرے باپ ہیں۔ یہ میرے باپ ہیں۔ مسلمانو نے کہا کہ ہم نے غلطی سے انہیں قتل کر دیا ہے انہوں ل ے مسلمانوں کی معذرت قبول فرمائی۔ آقا علیہ السلام نے مسلمانوں کی طرف سے انہیں دیت دینی چاہی لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیت معاف کر دی۔

35

مخریق النفری الاسرائیلی

یہ بھی یہودیون کا بہت بڑا عالم تھا تعصب کی پٹی کے باعث یہ اسلام قبول کرنے سے مانع رہا۔ جب اُحد کا معرکہ درپیش ہوا تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اِس کے دل کو روشن کر دیا اور اِس کی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اُتار دی۔ اِس نے یہودیوں کو کہا کہ تم جانتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ کی امداد تم پر فرض ہے۔ یہود نے کہا کہ آج ہفتہ کا دن ہے اِس نے کہا کہ یہ سب تمہاری باتیں ہیں۔ تمہارے حیلے بہانے ہیں۔ اِس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگیا اور اپنے جسم پر ہتھیار سجائے اور اپنے گھر والوں کو نصیحت کی کہ اگر میں جنگ میں مارا جاؤں تو میرے سارے اموال حضور نبی کریم ﷺ کے ہیں۔ آپ جس طرح چاہیں اُنہیں تقسیم فرمائیں اور اُحد کے معرکہ میں دادِ شجاعت دینے کے بعد جام شہادت نوش کیا۔ حضور آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ مخریق سب یہودیوں سے بہتر ہے۔ (سبل الہدیٰ ۴/ ۲۱۳)

قزمان

قزمان اِسلام نہیں لایا تھا۔ اِس کی کنیت ابو مغید تھی یہ اپنی قوم میں بہت بہادر مانا جاتا تھا۔ یہ انصار بنی ظفر قبیلہ کا حلیف تھا۔ اُحد کے معرکے کے دن یہ گھر بیٹھ رہا۔ بنی ظفر کی عورتوں نے اِسے عار دلائی تو یہ بھی اُٹھا اور ہتھیار سجا کر مسلمانوں کی پہلی صف میں آشامل ہوا۔ سب سے پہلا تیر اِس نے ہی چلایا۔ اس کا تیر اتنا بڑا ہوتا تھا کہ نیزہ معلوم ہوتا تھا اور تیر چلاتے وقت اِس کے سینے سے ایک آواز نکلتی تھی۔ اِس نے سات کافروں کو تہ تیغ کر دیا اور خود بھی زخموں سے چور ہوگیا۔ حضور علیہ السلام نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ دوزخیوں میں سے ہے۔ ایک صحابہ فرماتے ہیں کہ میں اِس کے پیچھے پیچھے رہا کہ آقا علیہ السلام کا فرمان ہمیشہ سچ ہی ہوتا ہے۔ میں دیکھوں کہ یہ کیا کرتا ہے؟

حضرت قتادہ بن نعمان نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ تمہیں شرف شہادت مبارک ہو تو یہ کہنے لگا ”کہ میں نے تو غیرت قومی سے جنگ کی ہے کہ قریش اِتنی دور سے آ کر ہمارے کھیت اور باغات اُجاڑ جائیں اور میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔“

یہ زخموں سے چور چور دشمن سے لڑتا رہا جب اس کی برداشت ختم ہوگئی تو اِس نے اپنی تلوار کو زمین میں گھاڑا اور اپنے سینے کو اِس کو اوپر گرا دیا۔ تلوار اس کے سینے کو چیرتی پار نکل گئی۔ اِس نے خودکشی کر لی۔

وہ جو صحابی آقا علیہ السلام کا ارشاد سن کر اس کے پیچھے پیچھے تھے، نے اِس کو دیکھا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اِس کے دوزخی ہونے کے بارے میں سچ فرمایا ہے۔

حضور علیہ السلام نے اِس کے بارے میں سُنا تو ارشاد فرمایا کہ ”یہ اہل دوزخ میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ بسا اوقات دین کی امداد کسی فاسق آدمی سے بھی کروا دیتا ہے۔“ (سیرت ابن کثیر ۳/ ۷۱) (امتاع الاسماع ۱/ ۱۱۵)

تیر افگن دستہ کی خطرناک غلطی

القرآن: وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٢﴾ (آل عمران، آیت: ۱۵۲)

ترجمہ: اور بے شک سچ کر دکھایا۔ اللہ نے اپنا وعدہ جبکہ تم کافروں کو اِس کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ تم بزدل ہو گئے اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کے بارے میں جھگڑنے لگے اور نافرمانی کی اِس کے بعد کہ اللہ نے دکھایا تھا جو تم پسند کرتے تھے بعض تم میں دنیا کے طلبگار ہیں اور بعض تم میں آخرت کے طلبگار ہیں پھر تمہیں اُن کے تعاقب سے پیچھے ہٹا دیا تاکہ تمہیں آزمائے اور بے شک اُس نے معاف فرما دیا تم کو اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے۔

سارے کے سارے اسباب و واقعات اور مسلمانوں کی شکست و فتح کی وجوہات نہایت مدلل الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیں اور سب سے بڑی بات یہ فرما دی کہ جب بندہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے بارے میں جھگڑنے لگے تو بزدل ہو جاتا ہے یہ آنے والی قیامت تک کی نسلوں کو بھی تربیت فرما دی کہ جب بھی تم میرے رسول علیہ السلام کے حکم میں جھگڑو گے تو اغیار تم پر غالب ہو جائیں گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔ اگر تم فتح چاہتے ہو تو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ (آل عمران، آیت: ۱۰۳)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

اللہ تعالیٰ کی رسی اُس تک پہنچنے کا ذریعہ رسول علیہ السلام ہیں اللہ کی رسی قرآن پاک ہے اُسی کے اوامر و نواہی ہیں اور اِس قرآن پاک کا عملی نمونہ حضور علیہ السلام ہیں جس طرح اُن کا فرمان ہو اُس پر عمل کرو جس کام سے تمہیں منع فرمائیں اُس سے منع ہو جاؤ۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء، آیت: ۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول (علیہ السلام) کی اطاعت کی۔ اُس نے گویا اللہ ہی کی اطاعت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچاس تیر انداز پہاڑ کی اِس گھاٹی پر مقرر فرمائے تھے اور اُنہیں حکم دیا تھا:

''ہماری پشتوں کی حفاظت کرنا۔ اپنی اِس جگہ کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اگر تم دیکھو کہ ہمیں قتل کیا جا رہا ہے اور پرندے ہمیں اُچک کر لے جا رہے ہیں تو بھی ہماری مدد کے لیے ہرگز نہ آنا اور اگر دیکھو کہ ہم مال غنیمت جمع کر رہے ہیں تو اِس کام میں ہمارا ہاتھ نہ بٹانا۔ تم ہر حالت میں ہماری پشتوں کی نگہبانی کرنا۔''

جب مسلمان کفار کو قتل کرنے لگے اور یکے بعد دیگرے کفار کے گیارہ سورما لقمہ اجل بن گئے اور داعی نار ہوئے اور کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اُن کا شیرازہ بکھر گیا۔ اُن کی عورتوں نے اپنے پائچے اوپر چڑھا کر بھاگنا شروع کر دیا۔ کفار کے لشکر میں سراسیمگی پھیل گئی ہر کوئی جس طرف منہ آیا اُٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا اور مسلمانوں نے کفار کا مال غنیمت اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ جب اِس دستہ نے جس کو نبی کریم ﷺ نے خاص نصیحت فرمائی تھی کہ ہر حالت میں درے کو نہ چھوڑنا۔ نے دیکھا کہ مسلمان مال غنیمت اکٹھا کر رہے ہیں اور کفار کے پاؤں اُکھڑ گئے ہیں تو اُنہوں نے دوڑ کر مسلمانوں کا ہاتھ بٹانا چاہا اور وہ آقا علیہ السلام کی نصیحت کو بھول گئے اُن کے سپہ سالار حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کو بہت منع کیا لیکن اُنہوں نے اِن کی بات نہ مانی اور درے کو خالی چھوڑ کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ اَب درے کی حفاظت پر صرف دس صحابہ حضرت عبداللہ کی سرکردگی میں رہ گئے تھے۔ خالد بن ولید نے جب درہ خالی دیکھا تو عکرمہ کے ساتھ کفار کے دستوں کو لے کر اوپر سے ایک لمبا چکر کاٹ کر مسلمانوں کی پشت پر آگئے اور اِس درہ پر حملہ کر دیا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دس ساتھیوں سمیت اِن کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن گئے لیکن وہ اتنے زیادہ کفار کو اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ نہ روک سکے اور یکے بعد دیگرے اپنی جان اپنے نبی علیہ السلام پر نثار کرتے گئے۔ کفار نے اِن کی لاشوں کی انتڑیوں کو بھی باہر نکال دیا۔ اِن کے کانوں اور ناکوں کو کاٹ دیا اور اِن کی آنکھوں کو نکال باہر کیا۔ انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام پر اپنی ہر چیز نثار کر دی۔ (دلائل النبوۃ ۳/ ۲۶۴)

یارسول اللہ ﷺ آپ کی ہر ہر ادا پر اپنی جان فدا کر دوں نثار کر دوں۔ کیا کروں کہ میرا ایک جان سے دل نہیں بھرا۔ میری کروڑوں جانیں ہوتیں تو وہ بھی آپ پر نثار ہونے کے لیے تھوڑی تھیں۔ میں اُنہیں بھی آپ علیہ السلام کے قدموں پر نثار کر دیتا۔ یہ صحابہ پاک اِس بات کا عملی نمونہ بن گئے۔ (نثار النبی ولد صوفی محمد ریاض ولد صوفی محمد چراغ)

اِن ہی لوگوں کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ (البقرہ، آیت: ۱۵۴)

ترجمہ: اور نہ کہو تم مردہ اُن لوگوں کو جو میری راہ میں مارے گئے۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن ان کی زندگی کا تم شعور نہیں رکھتے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ (آل عمران)

ترجمہ: اور ہرگز خیال نہ کرو جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مُردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیے جاتے ہیں خوش ہیں اِن (نعمتوں) سے جو عنایت فرمائی ہیں۔ اللہ نے اُنہیں اپنے فضل و کرم سے اور خوش ہو رہے ہیں اُن لوگوں سے جو ابھی تک اُنہیں نہیں ملے۔ اِن سے اِن کے پیچھے رہ

جانے والوں سے کہ نہیں ہے کوئی خوف اِن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ﴿35﴾

مسلمان بے خبری کے عالم میں مال غنیمت اکٹھا کر رہے تھے۔ صفوں کی عسکری تنظیم ختم ہو چکی تھی۔ کفار کو شکست ہو چکی تھی کہ خالد بن ولید اور عکرمہ اپنے اپنے دستوں سمیت مسلمانوں پر پیچھے سے آپڑے اور انہوں نے لات اور العزیٰ کے زور زور سے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ بھاگتے ہوئے کفار نے جب اِن نعروں کو سُنا تو انہوں نے مڑ کر دیکھا کہ یہاں تو جنگ کا پانسہ ہی پلٹ گیا ہے وہ بھی دوڑ دوڑ کر واپس آ کر مسلمانوں پر حملے کرنے لگے اور بے دریغ مسلمانوں کو قتل کرنے لگے مسلمانوں کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔

ہر کوئی اِدھر اُدھر بھاگنے لگا مسلمانوں کی ایک ٹولی تو بھاگ کر مدینہ منورہ میں آ گئی۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اِن کو دیکھا تو اِن کو غیرت دلائی کہ یہاں بچوں کی تم حفاظت کرو اور اپنی تلواریں تم ہم عورتوں کو دو ہم جا کر جہاد کرتیں ہیں اس طرح یہ لوگ واپس ہوئے۔

اِسی سراسیمگی کی حالت میں کسی شیطان نے جان بوجھ کر ہوا اڑا دی کہ آقا علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا گیا ہے۔

اِس اعلان کے بعد تو مسلمانوں کی رہی سہی قوت بھی جاتی رہی اور بعض مسلمان تو تھک ہار کر بیٹھ گئے کہ اب لڑنے کا کیا فائدہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا محترم حضرت انس بن نضیر رضی اللہ عنہ جو جنگ بدر میں شرکت نہیں کر سکے تھے کا گزر چند مہاجر و انصار پر ہوا جو ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے پوچھا کہ کیوں بیٹھے ہو انہوں نے کہا کہ حضور علیہ السلام (نعوذ باللہ) شہید ہو گئے ہیں۔ اب ہم لڑ کر کیا کریں گے۔

انہوں نے ان کو جھڑکتے ہوئے کہا کہ حضور علیہ السلام کے بعد زندہ رہ کر تم کیا کرو گے۔ اُٹھو اور اِس مقصد کے لیے جان دے دو۔ جس کے لیے آقا علیہ السلام نے جان دی اور وہ کفار کی صفوں میں گھس گئے اور فرمایا کہ مجھے اُحد کی طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے اور بے دردی سے لڑے اور اپنی جان اپنے رب کریم کے سپرد کر دی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بھتیجے فرماتے ہیں کہ اپ کے جسم پر تیروں تلواروں اور نیزوں کے اَسی جان لیوا زخم تھے مشرکوں نے اِس بے دردی سے اِن کی جان کا مثلہ کیا۔ کان ناک کاٹ دیے۔ آنکھیں نکال دیں کہ اِن کی لاش پہچانی نہیں جا رہی تھی اِن کی بہن نے اِن کو اِن کی انگلی کے ایک پور پر تل کے نشان سے پہچانا۔

حضرت عباس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں سے کہا کہ اے اہل ایمان اللہ تعالیٰ اور اپنے نبی علیہ السلام کی اطاعت کرو یہ مصیبت تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی بدولت پہنچی ہے اُنہوں نے تم سے نصرت کا وعدہ کیا تھا جب تم صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو۔

حضرت عباس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں سے کہا کہ اگر ہم میں سے کوئی آنکھ جھپک رہی ہو اور پھر حضور

ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچے تو پھر ہم اپنے رب کی بارگاہ میں کوئی عذر پیش نہ کرسکیں گے۔

حضرت عباس بن عبادہ حضرت خارجہ بن زید اور حضرت اوس بن ارقم رضی اللہ عنہم کفار کے اندر گُھس گئے اور بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (سبل الہدیٰ ۴/ ۲۹۲)

آقا دو جہاں حضور علیہ السلام کی ثابت قدمی

مشرکین کا ایک ہی مقصد تھا اور وہ تھا نعوذ باللہ آقا علیہ السلام کو شہید کرنا۔ اِس مقصد کے لیے اُنہوں نے سرتوڑ کوشش کی اور کئی ایک واصل جہنم ہوئے۔

حضرت مقدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کفار نے مسلمانوں کا قتل عام کر کے ہمیں بہت دکھ پہنچایا اور رسول اللہ ﷺ کو بھی اذیت پہنچائی۔ اِس ذات کی قسم جس نے حضور علیہ السلام کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ آقا علیہ السلام ایک بالشت بھی اپنی جگہ سے آگے پیچھے نہیں ہوئے۔ حضور علیہ السلام دشمن کے سامنے کھڑے تھے۔ صحابہ کا ایک گروہ حضور ﷺ کی طرف لوٹ کر آتا تھا اور دوسرا گروہ دشمن پر حملہ کرنے کے لیے میدان میں پھیل جاتا تھا۔ میں بسا اوقات حضور علیہ السلام کو دیکھتا کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر اپنی دو کمانوں سے تیر چلا رہے ہیں۔ کبھی دشمن پر پتھر پھینک رہے ہیں یہاں تک کہ دشمن آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ حضور علیہ السلام اِس طرح اپنی جگہ پر ڈٹے رہے کہ حضور علیہ السلام اکیلے نہیں بلکہ آپ علیہ السلام کے پاس طاقتور جوانوں کا ایک دستہ ہے۔"

اِس دن پندرہ صحابہ تو ہر وقت آقا علیہ السلام کے آس پاس رہے۔ اِن میں سے مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت عبد الرحمان بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور انصار میں سے حضرت حباب بن منذر، حضرت ابو دجانہ، حضرت عاصم بن ثابت، حضرت حارث بن الصمتہ، حضرت سہل بن خنیف، حضرت سعد بن معاذ یا سعد بن عبادہ اور محمد بن مسلمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ ہر ایک یہ نعرہ لگا رہا تھا:

وجهی دُون وجهك

ترجمہ: میرا چہرہ حضور علیہ السلام کے چہرہ پر قربان۔

ونفسی دون نفسك

ترجمہ: میری جان حضور علیہ السلام کی جان پر نثار۔

ونحری دون نحرك

ترجمہ: میری گردن حضور علیہ السلام کی گردن پر فدا۔

عليك السلام غير مودع

ترجمہ: آپ پر سلامی ہو۔ آپ ہمیشہ ہم میں بخیریت رہیں۔ 35

مشرکین نے اپنا سارا زور حضور علیہ السلام پر لگا دیا اور ہر طرف سے آپ علیہ السلام پر ہلا بول دیا عتبہ بن ابی وقاص کے چار پتھروں میں سے ایک پتھر آقا علیہ السلام کے سامنے والے دانتوں پر لگا۔ جس سے دو سامنے والے اوپر سے اور دو سامنے والے نیچے کے دانت شہید ہوئے۔ جڑ سے نہیں اُکھڑے۔ حضرت حاطب بن بلتعہ حاضر ہوئے اور پوچھا یہ کس نے حرکت کی ہے فرمایا عتبہ بن ابی وقاص نے۔ یہ اُس کے پیچھے گئے اور جلد اُس کو جا لیا اور اُس کا سر تن سے جدا کر کے آقا علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِن کو دعا دی کہ اللہ آپ سے راضی ہو اللہ آپ سے راضی ہو اور عتبہ بن ابی وقاص کی اولاد کے ہر بچہ کے سامنے والے دانت ناپید ہوتے تھے اور اُس کے منہ سے زبردست بو آتی تھی۔

یہ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی ہے کہ عبداللہ بن الشہاب زہری کی ضرب سے چہرہ مبارک پر زخم آیا اور داڑھی مبارک خون سے رنگین ہوگئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بعد میں اسلام سے مشرف فرما دیا۔

بنو ہذیل قبیلہ کے عبداللہ بن قمیئہ کے وار سے آقا علیہ السلام کے خود مبارک کی کڑیاں رخسار مبارک میں پیوست ہوگئیں پھر اس نے تلوار کا وار کیا۔ آقا علیہ السلام اِس کا بچاؤ کرنے لگے تو ابو عامر فاسق کے مسلمانوں کے لیے کھودے گئے ایک گڑھے میں آپ گر گئے اور آپ کے گھٹنوں پر خراشیں آئیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود کو آقا علیہ السلام کے رخسار مبارک سے نکالنا چاہا تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی مجھے اِس سعادت کو حاصل کرنے دیں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دانتوں کی مدد سے بڑے زور کے ساتھ خود کا ایک حلقہ باہر نکالا اور اِن کے اپنے سامنے کے دانت اُکھڑ گئے۔ انہوں نے پھر دوسرا حلقہ نیچے کے دانتوں سے نکالا تو نیچے کے بھی دانت اُکھڑ گئے لیکن حلقے باہر نکل آئے اور اِن میں سے خون باہر نکلنا شروع ہوگیا۔ حضرت مالک بن سنان نے اِسے چوسنا شروع کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''جس کا خون میرے خون سے مس کرے گا اُسے آگ نہیں چھوئے گی۔''

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کمان سے دشمن پر تیر چلاتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چلہ ٹوٹ گیا۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار اِس کی مرمت کی۔ حضور علیہ السلام پھر تیر برسانے لگے حتیٰ کہ وہ چلہ کئی جگہ سے ٹوٹ گیا۔ حضرت ابوطلحہ آقا علیہ السلام کے سامنے ڈھال بن کر جھکے رہے تاکہ کوئی تیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ لگے۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آقا علیہ السلام سے یہ کمان تبرکاً مانگ لی۔

حضور علیہ السلام نے کمان ٹوٹنے کے بعد دشمن پر پتھر برسانے شروع کر دیے۔

ابن قمیئہ نے آقا علیہ السلام کی طرف تیر پھینکا اور کہا یہ لو تیر آیا۔ میں قمیئہ کا بیٹا ہوں۔

خُذھا وَ اَنَا اِبن قمئہ۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا:

اَقْمَئَكَ اللہ۔

ترجمہ: تمہیں اللہ ذلیل وخوار کرے۔

کچھ عرصہ بعد ابن قمئہ کو پہاڑ کی چوٹی پر ایک مینڈھے نے ٹکر ماری اور یہ پہاڑی کی چوٹی سے نیچے گر کر ریزہ ریزہ ہوگیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا جسم آقا علیہ السلام کی حفاظت کرتے کرتے تیروں سے چھلنی ہوگیا۔ اُس دن آپ کو تلواروں نیزوں اور تیروں کے ستر سے زیادہ زخم لگے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے سر پر بھی بہت تیروں سے زخم آئے اور اتنا خون بہا کہ وہ بے ہوش ہو گئے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اِن کے منہ پر پانی چھڑکا جب یہ ہوش میں آئے تو سب سے پہلے یہ سوال کیا مَا فَعَلَ رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ حضور علیہ السلام کا کیا حال ہے ہم نے انہیں بتایا کہ آقا علیہ السلام بالکل ٹھیک ہیں۔ انہوں نے یہ سُن کر اطمینان کا سانس لیا اور فرمایا کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی بھی مصیبت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

حضرت ابودجانہ بھی آقا علیہ السلام کے اوپر جھک کر تیروں سے حضور علیہ السلام کو بچاتے رہے اور تیروں کو اپنی پشت پر لیتے رہے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور علیہ السلام کے آس پاس سے لوگ منتشر ہو گئے تو میں نے مقتولوں میں آقا علیہ السلام کو تلاش کیا لیکن آپ علیہ السلام مجھے نظر نہ آئے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ حضور علیہ السلام میدان جنگ سے فرار ہونے والے نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویسے ہی نظر نہیں آرہے ہیں اور مقتولوں میں بھی نہیں ہیں شاید ہماری اِس غلطی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم پر ناراض ہوگیا ہے اور اُس نے اپنے سول علیہ السلام کو اوپر اپنے پاس اُٹھا لیا ہے اب میرے لیے زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ میں لڑتے لڑتے جان دے دوں پس میں نے اپنی تلوار کی نیام توڑ ڈالی اور کفار کی صفوں میں گھس گیا اور حملہ کر دیا۔ کفار ادھر ادھر ہو گئے پس میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام جم غفیر میں کفار سے مصروف پیکار تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِس دن کفار سے مصروف پیکار رہے اور آپ کو بیس سے زیادہ زخم آئے اور ساری عمر آپ لنگڑا کر چلتے رہے۔ آپ اِس دن کفار سے چومکھا لڑائی لڑتے رہے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاجزادی عائشہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِس دن کے بارے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ جب لوگوں میں بھگدڑ مچی تو میں ایک طرف ہو کر سوچنے لگا اور آخر میں فیصلہ کیا کہ نہ ہتھیار ڈالوں گا نہ بھاگوں گا اور لڑتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میں شہید ہو جاؤں یا کہ بچ جاؤں۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص پر کفار نے گھیرا تنگ کر لیا ہوا ہے اور اُس شخص کا چہرہ بہت سُرخ ہو رہا ہے اُس شخص نے مٹی اپنے ہاتھوں میں بھر کر کفار پر ڈالی تو میں نے اِسے پہچان لیا یہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے اِن سے آقا علیہ السلام کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ حضور علیہ السلام اِدھر ہیں اور تمہیں یاد کر رہے ہیں۔ میں فوراً آپ کی طرف لپکا اور میں نے

اپنے اندر ایک نئی زندگی محسوس کی۔حضور علیہ السلام نے مجھے اپنے آگے بٹھا لیا اور میں دشمن پر تیر چلانے لگا اِس دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار پر ایک ہزار تیر برسائے۔ جب میرے پاس تیر ختم ہو گئے تو آقا علیہ السلام نے اپنے تیر نکال کر میرے سامنے پھیلا دیے جب میں کوئی تیر مارتا تو کہتا کہ "اے اللہ یہ تیرا تیر ہے۔ اِسے اپنے دشمن کے سینہ میں پیوست کر۔"

آقا علیہ السلام فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعَد۔ اللّٰهُمَّ سَدِّدْ لِسَعَد رَمَيَتَهٗ اِيهًا سَعْدٌ فِدَاكَ اَبِي وَ اُمِّي۔

ترجمہ: اے اللہ! سعد کی دعا قبول فرما۔ اے اللہ سعد کا تیر نشانہ پر لگے۔ واہ واہ سعد میرا باپ اور میری ماں تجھ پر فدا ہوں۔

میں جب بھی تیر چلاتا حضور علیہ السلام مجھے اپنی دعا سے نوازتے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے سوائے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی کے لیے اپنے ماں باپ اکٹھے نہیں کیے۔

حضور علیہ السلام کی ایک خادمہ ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشکیزوں سے لوگوں کو پانی پلا رہی تھی کہ حبان کا تیر آپ کے دامن میں لگا آپ گریں اور آپ کا پردہ اُٹھ گیا۔

حضور علیہ السلام نے ایک تیر بغیر پھل کے حضرت سعد کو دیا۔ آپ نے اُسے تاک کر حبان کے گلے میں مارا وہ ماہی بے آب کی طرح زمین پر لوٹنے لگا اور اُس کا پردہ بھی ستر سے ہٹ گیا۔

اللہ کے نبی علیہ السلام ہنس پڑے اور آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بدلہ لے لیا ہے۔

اِسْتَقَادَ لَهَا سَعْدُ اَجَابَ اللّٰهُ دَعْوَتَكَ وسدد رميتك۔

ترجمہ: سعد نے ام ایمن کا بدلہ لے لیا۔ اللہ تیری دعا کو قبول کرے اور تیرا ہر ایک تیر نشانہ پر بیٹھے۔

آقا علیہ السلام زخمی ہونے کے بعد جبل احد کی ایک گھاٹی میں تشریف لے گئے۔

عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ المخزومی بدر کی جنگ میں عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں قید ہوا تھا۔ حضور علیہ السلام نے اسے فدیہ لے کر رہا کر دیا تھا۔ اِس کی بدبختی اِسے یہاں کھینچ لائی۔ حضور علیہ السلام کو دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچ گئے تو میرا بچنا محال ہے باوجود زخمی ہونے کے حضور علیہ السلام خود اِس کے مقابلے کے لیے آئے۔ اچانک اِس کے گھوڑے کا پاؤں پھسلا یہ اُس کے اوپر سے نیچے گرا تو گھوڑا بھاگ کھڑا ہوا مسلمانوں نے اِسے پکڑ لیا۔ حارث بن صمہ نے اِس کا راستہ روکا اور ایسا وار کیا کہ اِس کی ٹانگ کٹ گئی اور یہ دھڑام سے نیچے آ گرا۔ آپ فوراً اِس کی چھاتی پر کود کر بیٹھ گئے اور اِس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

ابی بن خلف جو خلف کا بیٹا تھا۔ اِس کا باپ اور اِس کا بھائی اُمیہ دونوں بدر کی جنگ میں واصل جہنم ہوئے تھے۔ اُمیہ کو

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ ابی جنگی قیدی بنا تھا۔ اس کو فدیہ لے کر رہا کیا گیا تھا۔ اِس نے ایک قیمتی گھوڑا لیا۔ اِس کا نام العود تھا۔ اِس نے منت مانی کہ میں اِس کو اتنے سیر روز مکئی وغیرہ دانہ کھلاؤں گا اور اِس پر سوار ہو کر نعوذ باللہ حضور علیہ السلام کو قتل کروں گا حضور علیہ السلام نے سُن کر فرمایا تھا بلکہ میں اِسے قتل کروں گا۔ اُحد کے دن حضور علیہ السلام نے صحابہ سے فرمایا کہ اس کا خیال رکھنا کہ یہ پیچھے سے حملہ نہ کرے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام لڑائی میں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ جب آقا علیہ السلام زخمی ہو کر گھاٹی میں تشریف فرما ہوئے تو یہ آدھمکا اور کہنے لگا۔

این محمد لا نجوت اِن نجا

ترجمہ: یعنی (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہاں ہیں۔

اگر آپ (علیہ السلام) بچ گئے تو میں نہیں بچوں گا۔

مسلمانوں نے اِس کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ حضور علیہ السلام نے سب سے کہا کہ پیچھے ہٹ جائیں۔

آقا علیہ السلام نے حضرت حارث بن صمہ کے ہاتھ سے چھوٹا نیزہ لیا اور اِس کے سامنے آگئے۔

حضور علیہ السلام نے ایک ایسی جھرجھری لی کہ صحابہ پاک بھی ڈر گئے۔ آقا علیہ السلام نے تاک کر نیزہ اِس کے خود اور اِس کی زرہ کے درمیان اِس کے گلے پر مارا اس نے ایک دم سے چیخنا شروع کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے قتل کر دیا ہے لوگوں نے اِسے کہا کہ یہ تو معمولی زخم ہے وہ کہنے لگا لات وعزیٰ کی قسم جو چوٹ مجھے لگی ہے وہ اگر ربیعہ اور مضر کے قبائل کو لگتی تو سارے کے سارے ہلاک ہو جاتے۔ کفار لشکر کی واپسی پر سرف کے مقام پر یہ واصل جہنم ہوا۔

ایک مشرک عبداللہ بن حمید بن زہیر گھوڑے پر سوار سرتا پا لوہے میں غرق پکارتا ہوا آیا: ''میں زہیر کا بیٹا ہوں۔ مجھے بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہاں ہیں۔ اُن کو قتل کروں گا یا خود قتل ہو جاؤں گا۔''

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا کہ پہلے میرے سے تو دو ہاتھ کر لے۔ آپ نے اُس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں وہ نیچے گرا تو آپ نے دوسرا وار اُس کے سر پر کیا اور اُس کو واصل جہنم کیا۔ حضور علیہ السلام دیکھ رہے تھے۔ فرمانے لگے:

اَللّٰھُمَّ ارض عن ابی خرشہ کما اَنا عنہ راض۔

ترجمہ: اے اللہ ابی خرشہ (ابو دجانہ) سے راضی ہو جا۔ جس طرح میں اِس سے راضی ہوں۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت بہادر خاتون تھیں۔ اِس جنگ میں آپ کے خاوند کے علاوہ آپ کے دو بیٹوں نے بھی شرکت کی تھی۔ حضور علیہ السلام پر جب کفار نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا تو انہوں نے حضور علیہ السلام کا دفاع ہر طرف سے کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ احد کی جنگ میں دائیں بائیں جدھر دیکھتا مجھے ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نظر آتی تھیں۔ اِس جنگ میں آپ کو بارہ یا تیرہ زخم آئے۔

دیگر خواتین میں جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مسلمانوں کی مرہم پٹی میں مصروف تھیں اور مسلمانوں کو پانی پلا رہی تھیں ان میں سَر فہرست خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ علاوہ حمنہ بنت جحش اور ام ایمن بھی تھیں۔

ابوسفیان حضور علیہ السلام کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ ابن قمئہ نے اُسے بتایا کہ میں نے (نعوذ باللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے تو اِس نے آقا علیہ السلام کو مقتولوں میں تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے تو ابوسفیان نے کہا کہ ابن قمیئہ نے جھوٹ بولا ہے۔ اِس نے خالد بن ولید سے آقا علیہ السلام کے متعلق پوچھا۔ خالد بن ولید نے کہا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ کی اِس گھاٹی پر چڑھتے دیکھا ہے۔ ابوسفیان بولا تو ٹھیک کہتا ہے۔

آقا علیہ السلام پہاڑ کی چوٹی پر جانے کی کوشش کر رہے تھے تو کفار آڑے آگئے۔ اس وقت آپ علیہ السلام کی معیت میں گیارہ انصار اور ایک مہاجر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی ہے جو اِن کا راستہ روکے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں حاضر ہوں۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا کوئی اور ایک انصاری نے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر خدمت ہوں۔ وہ انصاری کفار سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آقا علیہ السلام نے پھر فرمایا کون ہے جو اِن کا راستہ روکے۔ پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور میں حاضر ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کوئی اور ایک اور انصاری آگے بڑھے اور دشمن سے اتنا لڑے کہ شہید ہو گئے۔ اِس طرح گیارہ کے گیارہ انصاری شہید ہو گئے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور آقا علیہ السلام اکیلے رہ گئے۔

پھر حضرت طلحہ نے آگے بڑھ کر کفار کا راستہ روکا اور اکیلے اتنی دیر کفار کا راستہ روکا۔ جتنی دیر گیارہ انصاری صحابہ نے راستہ روکا تھا۔ آپ کے ہاتھ لڑتے لڑتے شل ہو گئے اور آپ کی انگلیاں کٹ گئیں لیکن آپ ایک انچ بھی اپنی جگہ سے پیچھے نہ ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے سب کو جنت میں اپنی رفاقت کی خوشخبری سنائی۔

جب حضور علیہ السلام کے نعوذ باللہ قتل کی افواہ پھیلی تھی تو سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آقا علیہ السلام کی چمکتی ہوئی سرمگیں آنکھوں کو دیکھ کر پہچان لیا اور زور زور سے اعلان کرنے لگے کہ آقا علیہ السلام زندہ ہیں بالکل صحیح وسلامت ہیں۔ حضور علیہ السلام نے آپ کو انگلی سے اشارہ کر کے چُپ رہنے کی تلقین کی اور آپ کا خود جو زرد رنگ کا تھا خود پہن لیا۔ کفار نے غلط فہمی ہیں۔ اِن کو حضور (علیہ السلام) سمجھ کر اِن پر حملے شروع کر دیے۔

ایک موقع پر کفار نے حضور علیہ السلام کو گھیرے میں لے لیا اور آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ ''کون مَرد ہے جو ہمارے لیے اپنی جان کا سودا کرے۔'' حضور علیہ السلام کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے حضرت عمار بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جان حاضر کر دی تھی اور دشمن سے اتنا لڑے کہ اِن کو بھگانے میں کامیاب ہو گئے لیکن زخموں سے چور ہو گئے جب دشمن بھاگ گئے تو آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ

اُدْنُوہُ مِنِّیْ۔

ترجمہ: اِسے میرے پاس لے آؤ۔

یہ حضور علیہ السلام کے نزدیک ہوئے اور اپنے رخسار حضور علیہ السلام کے قدموں پر رکھ دیے اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دی۔

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں کو حضور علیہ السلام کے قدموں پر قربان کیا۔

وہ کیا منظر ہوگا کہ جسم سے روح پرواز کر رہی ہے اور سر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر ہے اور آنکھیں رُخ زیبا کو دیکھ رہی ہیں کہ ہزاروں بار بھی محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھ لینے کے بعد بھی حسرت کر رہی ہیں کہ ایک بار اور بھی دیکھ لیں۔ واقعی اِن لوگوں کے مقام کی بلندیوں کو کون چھو سکتا ہے ہزاروں سجدے ایک طرف لاکھوں عبادتیں ایک طرف کروڑوں وظیفے ایک طرف اور ایک بار ایمان کی حالت میں محبت کے ساتھ صرف ایک بار صرف ایک بار اُس جلوہ جاناں کو اپنی آنکھوں میں سمو لینا ایک طرف۔ ؎

چہ ہسنت کہ ہزار بار رُختِ بینم
ہنوزم آرزو بندے کہ یک باردگر بینم

ترجمہ: میرا محبوب کتنا حسین ہے کہ ہزار بار بھی اُسے دیکھنے کے بعد ایک بار اور دیکھنے کو دِل چاہتا ہے۔

(یہ شعر لاہور میں حضور داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر لکھا ہوا ہے۔)

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا تم نے مسجد حرام میں رہ کر حاجیوں کو پانی پلانا اس کے برابر سمجھ لیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں (بھوکے پیاسے) جنگلوں میں لڑ رہے ہیں وہ کبھی بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو گھر بیٹھے رہنے والوں پر بہت زیادہ فضیلت دی ہے اور ہر ایک سے اچھا وعدہ ہے لیکن مجاہدوں کو بہت زیادہ درجہ عطا فرما دیا ہے۔

سب سے قیمتی چیز اِنسان کے لیے اُس کی اپنی جان ہی ہوتی ہے اور جب وہ بھی خدا کی راہ میں قربان کر دی جائے تو اُس کے آگے اور کیا رہ جاتا ہے۔

آج ہم لوگ تو خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر اپنی ایک خواہش بھی قربان نہیں کر سکتے جو بات ہمارے نفس ہمیں مرغوب بتاتے ہیں ہم اُسی پر چلتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ (مفہوم) ''کیا تم نے اُس شخص کو نہیں دیکھا کہ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔''

ایک موقع پر کفار نے آقا علیہ السلام پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِن کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

پھر اللہ کے فضل و کرم سے جب حضور علیہ السلام گھاٹی کے اوپر پہنچ گئے تو قدرے سکون مِلا۔ ابھی تک زخموں سے خون بہہ

رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں فوراً پانی بھر کر لائے۔ اِس پانی میں سے ایک قسم کی بُو سی آ رہی تھی۔ حضور علیہ السلام نے اِسے پینا پسند نہ فرمایا۔ رُخ انور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون کو صاف کیا اور سر مبارک پر پانی ڈالا۔

محمد بن سلمہ نے پانی کو مسلم خواتین کے پاس تلاش کیا لیکن نہ ملا تو آپ قناۃ کے نالے پر گئے اور وہاں سے پانی بھر کر لائے یہ ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔ حضور علیہ السلام نے اِسے نوش فرمایا اور اپنے خادم کو دعا دی۔

سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا خاتون جنت حضور علیہ السلام کے زخم دھونے لگیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پانی ڈالتے اور آپ زخم دھوتیں تھیں لیکن خون رُک نہیں رہا تھا۔ خاتون جنت نے چٹائی کو جلایا اور اُس کی راکھ زخموں پر ڈال دی جس سے خون رُک گیا۔

تھوڑا سکون آنے کے بعد آقا علیہ السلام پھر اُٹھ کھڑے ہوئے اور ٹیلے پر چڑھ کر میدان جنگ کا مشاہدہ کیا۔ چوٹی پر چڑھنے کے لیے جب حضور علیہ السلام کو دشواری ہوئی تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ آگے بڑھے اور اکڑوں بیٹھ گئے۔ حضور علیہ السلام نے اِن کے اوپر پاؤں رکھا اور اِن کو جنت کی خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:

اَوۡجَبَ طَلحَہ۔

ترجمہ: طلحہ کے لیے جنت واجب ہوگئی ہے۔ (اکتساب الاشراف ۱/ ۳۴۵)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں دعا

خالد بن ولید نے جب اپنے دستے کے ساتھ گھاٹی پر چڑھنے کی کوشش کی تو حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی:

اللھم لا قوۃ لنا اِلا بك۔ و لیس احد یعبدك بھذہ البلدۃِ غیر ھٰؤُلآءِ النفرِ و لَا تُھلِکُمۡ۔ اللّٰھُمَّ اِنَّہٗ لَا یَنبغی لَھُمۡ اَنۡ یَّعۡلُوۡنَا۔

ترجمہ: اے اللہ تیرے بغیر ہمارے پاس کوئی قوت نہیں اور اِن لوگوں کے بغیر اِس شہر میں تیری اور کوئی عبادت نہیں کرتا پس تو اِنہیں ہلاک نہ کرنا یا اللہ مشرکین کے اِس دستہ کو اوپر چڑھنے کی ہمت نہ دے۔

مسلمانوں کے تیر اندازوں نے جن میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے۔ اِن کا راستہ روکا اور اِن کو بھاگنے پر مجبور کر دیا اور آگے بڑھ کر چوٹی پر قبضہ کر لیا۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زخموں کی وجہ سے نماز ظہر بیٹھ کر ادا فرمائی اور صحابہ اکرام نے بھی آقا علیہ السلام کی اقتدا میں بیٹھ کر ہی نماز ادا کی۔

ے ہر شب منم فتادہ بگردے سرائے تو

ترجمہ: اے میرے محبوب! اے میری جان میں ہر روز اپنے دل کے گھر کے گرد طواف کرتا ہوں اور آپ علیہ السلام کو تلاش کرتا ہوں۔

ہر روز آہ و نالہ کنم از برائے تو

ترجمہ: اور ہر روز فریاد اور آہ و نالہ کرتا ہوں کہ شاید قبول ہو جائے۔

اے جان من جاناں من اَز مَن نگر سلطان مَن

ترجمہ: اے میری جان اے میری جان کی جان تو ہی میرے من کی نگری کا بادشاہ ہے۔

یک شب ھا مہمان من اَز من چرا رنجیدہ ای

ترجمہ: خدا کے واسطے ایک رات میرے دل کے گھر میں مہمان بن کر آجا کہ میرا دل بہت ہی اُداس ہے۔(نثار النبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ)(ضیاء النبی ۳/ ۵۲۷ تا ۵۵۷)

لشکر کفار کی واپسی

جب جنگ بند ہوگئی اور مسلمان بھی آقا علیہ السلام کے پاس آ کر اکٹھے ہو گئے تو ابوسفیان گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ کیا تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں حضور علیہ السلام نے جواب دینے سے منع فرما دیا۔ اُس نے پھر پوچھا یہ سوال تین بار کہا۔ جب جواب میں خاموشی رہی تو اُس نے پوچھا کہ کیا تم میں ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس کا جواب دینے سے بھی منع فرما دیا۔ پھر اِس نے پوچھا کہ کیا تم میں خطاب کے بیٹے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہیں؟ حضور علیہ السلام نے اِس کا جواب دینے سے بھی منع فرما دیا۔

ابوسفیان خوشی خوشی گھوڑا دوڑاتا واپس اپنے لشکر میں گیا اور اُنہیں کہا کہ یہ تینوں (نعوذ باللہ) قتل ہو گئے ہیں۔

اب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے برداشت نہ ہو سکا اور دست بستہ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے جواب دینے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

حضور علیہ السلام نے اجازت دے دی۔ آپ نے بلند آواز سے کہا کہ اے اللہ کے دشمن تو جھوٹ بول رہا ہے تجھے رسوا و ذلیل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہم تینوں کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔

ابوسفیان بولا: اے ہبل تیری شان اونچی ہو۔ اپنے دین کو غالب کر۔

آقا علیہ السلام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جواب دینے کو کہا۔ آپ نے فرمایا:

اللہ اعلیٰ و اَجَلّ۔

ترجمہ: اللہ سب سے اعلیٰ اور بزرگ ہے۔

ابوسفیان پھر کہنے لگا یہ بدر کے دن کا بدلہ ہے۔ ایام پھرتے رہتے ہیں اور جنگ کنوئیں کے ڈول کی طرح کبھی اوپر کبھی نیچے۔ کسی روز ہمیں شکست ہوتی ہے اور کبھی ہم فتح حاصل کرتے ہیں۔ کسی روز ہمیں دکھ پہنچتا ہے اور کبھی ہمیں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ حنظلہ کے بدلے میں حنظلہ (یہ ابوسفیان کا بیٹا تھا جو جنگ بدر میں مارا گیا تھا اور فلاں کے بدلے میں فلاں معاملہ برابر۔"

حضور علیہ السلام نے فرمایا اِس کو جواب دو۔ معاملہ برابر نہیں ہے۔ ہمارے مقتول جنت میں اور تمہارے مقتول دوزخ میں ہیں۔"

ابوسفیان بولا: ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا: اِس کو جواب دو:

اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا مددگار کوئی نہیں ہے۔

ابوسفیان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ میری بات سُنیں۔ آقا علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ بات سنو۔

ابوسفیان اِن سے کہنے لگا کیا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے۔

آپ نے فرمایا: بخدا ہرگز نہیں۔ آقا علیہ السلام ہماری باتیں سُن رہے ہیں۔

ابوسفیان بولا کہ ابن قمیہ نے ہمیں بتایا ہے کہ اِس نے آپ کو قتل کر دیا ہے لیکن میرے خیال میں آپ لوگ اِس سے سچے ہیں اور حق گو ہیں۔

ابوسفیان بولا تم لوگ خشمناک ہو کہ ہم نے تمہارے مقتولوں کا مثلہ کیا ہے۔ بخدا نہ میں اِس حرکت پر خوش ہوں نہ میں نے اِن کو اِس کا حکم دیا تھا اور نہ میں نے اِن کو منع کیا۔ آئندہ ہمارا مقابلہ تم سے بدر الصغریٰ کے مقام پر ینبع کے قریب گاؤں میں ہو گا۔ جہاں کھیت سرسبز و شاداب ہیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے کہو کہ ہمیں تمہارا چیلنج منظور ہے۔ ابوسفیان اپنے لشکر کو لے کر واپس چل پڑا۔

حضور علیہ السلام نے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ تم لشکر کا پیچھا کرو۔ اگر یہ اپنے اونٹوں پر سوار ہوں اور اپنے گھوڑوں کو ساتھ کوتل میں لے کر چلیں تو یہ واپس مکہ جا رہے ہوں گے اور اگر یہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہوں اور اپنے اونٹوں کو ساتھ لے کر چلیں تو یہ مدینہ پر حملہ کریں گے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ وَاِنْ سَارُوْا اِلَیْھَا لَوْ سِیْرَنَّ اِلَیْھِمْ ثُمَّ لَا تَاْجِزَنَّھُمْ۔

ترجمہ: اِس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر یہ مدینہ پر چڑھائی کے لیے پلٹے تو میں اِن کے تعاقب میں جاؤں گا اور اُنہیں جنگ کا چیلنج کروں گا۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وادی عقیق تک اِن کا پیچھا کیا اور واپس آ کر بتایا کہ یہ لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر گھوڑوں کو

کوتل میں ساتھ لے کر جا رہے ہیں۔ اِن میں بعض لوگوں نے مشورہ دیا تھا کہ مدینہ پر چڑھائی کریں لیکن صفوان بن امیہؓ نے اِن سے کہا کہ کیوں بنی بنائی بات بگاڑتے ہو۔ چُپ کر کے نکل جاؤ اِسی کو غنیمت جانو۔

ابوسفیان مکہ پہنچ کر سب سے پہلے ہبل کے پاس گیا اور اُس سے اظہار عقیدت کی کہ تو نے ہماری مدد کر کے بڑا انعام کیا اور ہمارے دل میں انتقام کو ٹھنڈا کیا۔ اُس نے اظہار عقیدت میں اپنا سر منڈوا دیا۔

(سبل الہدیٰ ۴/ ۳۲۵۔ ۳۲۳) (ابن کثیر ۳/ ۷۶)

شہدا اُحد

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے جو ہمیں سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر لا کر دے۔ میں نے بیک وقت بارہ نیزے اُن کے جسم میں پیوست ہوتے دیکھے ہیں۔ حضرت محمد بن سلمہ گئے اور تلاش بسیار کے بعد اُن کو ایک جگہ پایا۔ اِن میں ابھی زندگی کی تھوڑی سی رمک باقی تھی اور اِن کے جسم پر ستر سے زیادہ نیزوں، تیروں اور تلواروں کے زخم آئے تھے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے اِنہیں رسول کریم ﷺ کا سلام پہنچایا اور پوچھا کیا حال ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ ''میری طرف سے میرے آقا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں میرا ہدیہ سلام پیش کرنا اور کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہماری طرف سے بہترین جزا دے جو جزا اُس نے کسی نبی (علیہ السلام) کو اُس کی امت کی طرف سے دی ہے اور میں اُحد کی طرف سے جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اور اپنی قوم سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتا تھا کہ اگر دشمن رسول کریم ﷺ تک (خدانخواستہ) رسائی حاصل کر لے اور تم میں سے ایک بھی آدمی زندہ آنکھیں جھپک رہا ہو تو تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں کوئی عذر نہیں پیش کر سکو گے۔''

اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دی۔ رسول اللہ ﷺ کو اِن کے احوال کی خبر کر دی گئی۔

شہید محبت حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آقا دو جہاں ﷺ بار بار پوچھتے تھے۔

مَا فَعَلَ عَمِّی۔

ترجمہ: میرے چچا نے کیا کیا؟

یعنی کوئی اُن کی خبر لے کر آئے۔ حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِن کی تلاش کو نکلے لیکن یہ اِن کو نہ ملے۔ پھر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اِن کو وادی کے وسط میں پڑا پہچان لیا۔ واپس آ کر آقا علیہ السلام کو بتایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے لے چلو۔ چنانچہ حضور علیہ السلام اِن کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔ آقا دو جہاں ﷺ نے اپنے چچا کو اِس حالت میں دیکھا کہ تمام جسم خون میں نہایا ہوا ہے ناک اور کان کاٹ لیے گئے ہیں۔ آنکھیں نکال لی گئیں ہیں اور سینہ مبارک چاک کر کے کلیجہ باہر نکال لیا

گیا ہے۔حضور علیہ السلام آپ کی یہ حالت دیکھ کر پہلے دم بخود ہو گئے اور پھر زاروقطار رو پڑے۔ پھر آقا علیہ السلام آپ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

رحمة اللهِ عليك فا انك كنت كما علمتك فعولا للخيرات وصولا للرحم لولا أن تحزَنَ صفية (اونساءُنا) لتركُتهُ حتى يُحشَرَ مِن بطون السباءِ و حواصِلِ الطير۔

ترجمہ: آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔آپ جس طرح کہ میں جانتا تھا بھلائیاں کرنے والے تھے۔اگر مجھے اندیشہ نہ ہوتا کہ آپ کی بہن یا صفیہ ہمارے خاندان کی عورتیں غمزدہ نہ ہوں گی تو میں اِن کی لاش کو یوں ہی چھوڑ دیتا تاکہ قیامت کے دن اِن کا حشر درندوں کے شکموں اور پرندوں کی پوٹوں سے ہوتا۔

پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ مبارکباد کہ ابھی جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں اور مجھے بتایا ہے کہ ساتوں آسمانوں میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام حمزہ بن عبدالمطلب اسد اللہ و اسد رسولِہٖ ''حمزہ بن عبدالمطلب اللہ کا اور اُس کے رسول کا شیر ہے''، مشہور ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین پر غلبہ دیا تو میں ستر مقتولوں کا اِن سے بھی بدتر مثلہ کروں گا۔

فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝۱۲۶

(النحل، آیت: ۱۲۶)

ترجمہ: اگر تم اُنہیں سزا دینی چاہو تو اُنہیں سزا دو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے۔

آقا دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر اختیار فرمایا اور کسی کی بھی لاش کو مثلہ کرنے سے اپنے سارے اُمتیوں کو روک دیا۔

سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن کو آقا رضی اللہ عنہ نے دور سے آتے دیکھا تو آپ کے بیٹے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اپنی ماں کو روکو کہ کہیں وہ اِن کو اِس حالت میں نہ دیکھے (یعنی کہیں اس طرح دیکھ کر وہ اپنے حواس کو قابو میں نہ رکھ سکے) آپ فوراً اپنی ماں کو روکنے کے لیے دوڑے اِن کی ماں نے اِن کو سینے میں ایک گھونسہ رسید کیا اور کہا کہ مجھے پتہ ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا گیا ہے۔انہوں نے آ کر حضور علیہ السلام کو بتایا۔آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ اِن کو آنے دو۔جب یہ آئیں تو اِن کی لاش کو دیکھ کر دم بخود رہ گئیں۔حضور علیہ السلام نے اِن کو تسلی دینے کے لیے اپنی پھوپھی کے سینے پر اپنا ید بیداللہ والا ہاتھ رکھا تو یہ زاروقطار رو پڑیں جس سے غم کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔

آپ اِن کے کفن کے لیے دو چادریں لائیں تھیں لیکن اِن کے ساتھ ایک انصار کی بے گوروکفن لاش دیکھ کر حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ ایک چادر اِن کو دے دیں۔حضرت امیر حمزہ کے کفن کی چادر چھوٹی تھی اگر سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور

اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔حضور علیہ السلام نے سَر ڈھانپنے کا حکم دیا اور پاؤں پر اذخر گھاس رکھ دی گئی۔ 35

پھر سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر کو سامنے رکھ کر نماز جنازہ ادا کی گئی اور اُس کے بعد ایک ایک کر کے دوسرے شہدا کو رکھتے گئے اور نماز جنازہ ادا فرماتے گئے اِس طرح حضرت امیر حمزہ پر ستر بار نماز جنازہ پڑھی گئی۔

کئی ایک دو دو شہدا کو ایک ہی کفن میں اور کسی کو اُسی کے خون آلود کپڑوں میں اُسی طرح دفنا دیا گیا۔کئی دفعہ ایک قبر میں دو دو دفنایا گیا جس کسی کو زیادہ قرآن یاد تھا اُس کو آگے رکھا گیا۔(سبل الہدیٰ ۴/ ۳۲۶)

رسول اللہ آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا

اُحد سے واپسی کے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

''اے اللہ ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ اے اللہ جس کو تو کشادہ کر دے۔ اُس کو قبض کرنے والا کوئی نہیں اور جس کو تو تنگ کر دے اُس کو کشادہ کرنے والا کوئی نہیں جسے تو گمراہ کر دے اُسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں اور جسے تو ہدایت دے دے اُسے گمراہ کرنے والا کوئی نہیں جسے تو روک لے اُسے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے تو عطا فرما دے اُسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو دور کر دے اُسے کوئی قریب کرنے والا نہیں اور جسے تو قریب کرے اُسے کوئی دور کرنے والا نہیں۔

یا اللہ اپنی رحمتیں اپنی برکتیں، اپنا رزق ہم پر کشادہ کر دے۔ اے اللہ ہم تجھ سے ہمیشہ رہنے والی نعمت کا سوال کرتے ہیں جو پھرے نہیں اور جو زائل نہ ہو۔

اے اللہ فقر کے دن ہم تیری نعمت کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے خوف کے دن امن کا سوال کرتے ہیں اور فاقہ کے دن تیری غنا کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اُس چیز کے شر سے جو تو نے ہمیں دی ہے اور اُس چیز کے شر سے بھی جو تو نے ہم سے روک لی ہے۔

اے اللہ ایمان کو ہمارے نزدیک محبوب بنا دے اور اس کو ہمارے دلوں میں مزین کر دے اور کفر وفسوق و نافرمانی کو ہمارے لیے مکروہ بنا دے۔

اور ہم کو ہدایت یافتہ لوگوں میں کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے بغیر رسوا کیے اور بغیر فتنہ میں مبتلا کیے۔

اے اللہ اِن کافروں کے ساتھ جنگ کر۔ جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے راستے سے روکتے ہیں اور اِن پر اپنا غضب اور عذاب بھیج۔ اے اللہ اِن کافروں سے قتال کر جنہیں کتاب دی گئی ہے۔

اے سچے خدا ہماری دعا قبول فرما۔'' 35

(ضیاالنبی جلد سوم صفحہ ۵۳۷) (بمطابق امام احمد۔امام نسائی۔حاکم امام زہبی۔محمد بن عمر والاسلمی)

معرکہ ہار جیت کے بغیر ختم ہوگیا

میدان اُحد کا معرکہ جب ہار جیت کے بغیر ختم ہوگیا۔رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے مسلمانوں کی جیتی جنگ کا نقشہ پلٹ گیا اور اِس جنگ میں مسلمانوں کے وہ جوانمرد جو پہاڑ جیسا حوصلہ اور چٹانوں جیسی مضبوطی رکھتے تھے۔کام آگئے اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے درس مل گیا کہ آقا علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کی سرتابی میں اپنی جانیں لٹانی پڑتیں ہیں آج بھی مسلمان اگر اِس چیز کو سمجھ جائیں تو اپنے آپ کو سنوار سکتے ہیں۔

عام اِنسان میں طاقت ہی کتنی ہے یہ خدا اور اُس کے رسول کے حکم سے کتنا بھاگ سکتا ہے اگر تمام دنیا کے اِنسان مل کر ایک مکھی بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے اور اگر ایک مکھی اُن سے کچھ چھین کر لے جائے تو اُس کو یہ اُس سے دوبارہ اُسی حالت میں واپس نہیں لے سکتے یہ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا اور دن رات کا آنا جانا اور بڑے بڑے پہاڑ جیسے بحری جہازوں کا سمندر کے سینے کو پھاڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کی منفعت کے لیے چلنا اور آسمان سے بارش کا اُترنا اور مردہ زمینوں کو سیراب کرنا اور زمین میں ہر جاندار کا پلنا اور ہواؤں کا اِدھر اُدھر چلنا اور بادلوں کا آسمانوں اور زمین کے درمیان معلق ہونا اِس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور عقل رکھتے ہیں۔

کتنی ہی نشانیوں پر ہر لحظہ ہم گزرتے رہتے ہیں۔لیکن ہماری بصیرت کی آنکھ اُنہیں نظر انداز کرتی رہتی ہے۔

اے انسان تو کیوں اپنے رب کریم کو بھولا ہوا ہے جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر ٹھیک ٹھیک بنایا اور پھر جیسے چاہا خوبصورت شکل میں اُٹھا کھڑا کیا۔

اے انسان تجھے بڑا بچ بچ کر اپنے رب کے راستے کی طرف چلنا ہے اور اُس سے آملنا ہے۔

(نثار النبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ)

مدینہ منورہ واپسی

مدینہ منورہ میں خواتین اپنے آقا علیہ السلام کی خیریت دریافت کرنے کے لیے باہر نکل آئیں ہیں۔ ہر ایک کو آقا علیہ السلام کی فکر ہے ہر ایک آپ کی خیریت جاننے کے لیے بے تاب ہیں۔آنکھیں مدینہ منورہ کی طرف آنے والے راستے پر لگی ہوئیں ہیں۔

رسول خدا ﷺ گھوڑے پر تشریف فرما واپس مدینہ طیبہ تشریف لارہے ہیں۔حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لگام پکڑے آگے آگے چل رہے ہیں۔پیچھے پیچھے لشکر اسلام آرہا ہے۔ اِتنے میں حمنہ بنت جحش سب سے پہلے آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتیں ہیں۔

آقا علیہ السلام اِسے فرماتے ہیں۔اے حمنہ اپنی مصیبت کا اجر اپنے رب سے طلب کرو وہ پوچھتی ہیں کسی کی موت کا اجر اپنے رب سے طلب کروں۔حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنے باپ کی موت پر۔

یہ اِنا للہ و اِنا علیہ راجعون پڑھتی ہیں اور بخشش اور خوشگوار شہادت کی دعا دیتی ہیں۔حضور علیہ السلام پھر اِسے فرماتے ہیں اِحتَسِبِی یعنی اپنی مصیبت کا اجر اللہ تعالیٰ سے طلب کر۔

یہ فرماتی ہیں کہ قالت مَنْ یَا رسول اللہ یعنی کسی کی مصیبت کا اجر۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں تمہارا بھائی عبداللہ بن جحش شہید ہو چکے۔ یہ پھر اِنا للہ پڑھ کر اُنہیں بخشش اور خوشگوار شہادت کی دعا دیتی ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر اِسے فرماتے ہیں اِحتسبی یہ عرض کرتی ہیں قالت من یا رسول اللہ حضور علیہ السلام اُسے اُس کے خاوند مصعب بن عمیر کی شہادت کا بتاتے ہیں یہ سُن کر اِن کی چیخ نکل جاتی ہے۔آقا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر عورت کا اپنے دل میں اپنے خاوند کا ایک خاص مقام ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام اِس سے پوچھتے ہیں تم نے ایسا کیوں کہا۔ یہ عرض کرتی ہیں کہ بچوں کا یتیم ہونا یاد آ گیا۔حضور علیہ السلام اِس کے لیے اور اِس کے بچوں کے لیے دعا مانگتے ہیں۔

اِتنے میں حضور علیہ السلام کا گزر بنی عبد اشہل سے ہوتا ہے یہ اپنے مقتولوں پر رو رہے ہیں۔حضور علیہ السلام اِن کو دیکھ کر فرماتے ہیں کہ میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے رونے والا کوئی نہیں۔

یہ تمام عورتیں حضور علیہ السلام کی آمد کا سُن کر باہر نکل آتی ہیں اور آقا علیہ السلام کو صحیح و سلامت دیکھ کر اپنے دکھوں کو بھول جاتی ہیں اور ام عامر اشہیلہ کی زبان سے بے ساختہ نکلتا ہے کُلُّ مصیبته بعدك جلل۔

یعنی حضور علیہ السلام کو سلامت دیکھ کر ہر مصیبت ہیچ لگتی ہے۔

ابن ابی حاتم،عکرمہ سے روایت کرتے ہیں اِتنے میں انصار کی ایک عورت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیریت پوچھتی ہوئی آ رہی ہے لوگ اُسے ایک اونٹ کے اوپر اُس کے بیٹے اور اُس کے خاوند کی لاشوں کا بتاتے ہیں لیکن وہ اِن سب کو نظر انداز کرتی ہوئی پوچھتی ہے کہ مجھے بتاؤ کہ میرے محبوب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگ اُسے بتاتے ہیں کہ آقا علیہ السلام الحمدللہ بخیریت و صحیح و سلامت ہیں وہ کہتی ہے:

کل مصیبته بعدك جلل۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح و سلامت ہونے کے بعد ہر مصیبت ہیچ ہے۔

اِسی طرح اور عورتیں جن کے احباب و قریبی عزیز اِس جنگ میں شہادت پا چکے ہیں حضور علیہ السلام کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرتیں ہیں۔اور یہی الفاظ ادا کرتی ہیں کہ آقا علیہ السلام کی خیریت کے آگے ہر مصیبت ہیچ ہے۔(سبل الہدیٰ، ۴/ ۳۳۶)

35

منافقین اور یہود

منافقین اور یہود مسلمانوں کی پریشانی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

عبداللہ بن ابی منافق اپنے بیٹے کو جو سچے مسلمان تھے اور اُن نام بھی عبداللہ تھا کو دیکھ کر کہنے لگا یہ اِس جنگ میں شدید زخمی ہوئے تھے کہ میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ اِس جنگ میں نہ جاؤ۔ یہ نادان بچوں کی بات مان کر گئے ہیں۔

آپ نے فرمایا: اِس میں اللہ تعالیٰ کی بہتری ہے۔

حضور علیہ السلام نے یہود کی ہرزہ سرائیاں اور منافقوں کی ہرزہ سرائیاں سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اِن کو قتل کرنے سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ اے فرزند خطاب آج کے بعد کفار ہمیں اِس قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

(سبل الہدیٰ ۴/ ۳۳۸) (ضیاالنبی ۳/ ۵۴۴)

غزوہ حمراء الاسد

حضور علیہ السلام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بمشکل ایک رات اپنے گھروں میں اُحد سے واپسی کے بعد گزاری تھی کہ آقا علیہ السلام سے سنا کہ ابوسفیان اور اُس کا لشکر دوبارہ مدینہ منورہ پر حملے کا پروگرام بنارہے ہیں۔ اس لیے

حضور علیہ السلام نے اعلان فرمادیا کہ سوائے احد کے مجاہدوں کے اور کوئی بھی ہمارے ساتھ نہیں جائے گا سب مسلمان تیار ہو کر دوبارہ جنگ کے لیے چلیں۔

باوجود تمام مسلمان زخمی تھے سب نے لبیک کہا اور فوراً حضور علیہ السلام کے حکم پر نکل پڑے۔

عبداللہ بن ابی نے موقع غنیمت جانا اور حاضر ہو کر عرض کی۔ حضور مجھے بھی جانے کا موقع دیں لیکن آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ اسلام کو تمہاری اعانت کی ضرورت نہیں۔

حضرت عبداللہ شہید کے بیٹے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے باپ نے مجھے گھر عورتوں کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا تھا اِس لیے میں اُحد میں شرکت نہیں کر سکا۔ خدارا مجھے ساتھ لے چلیں اور محروم نہ فرمائیں۔ آقا علیہ السلام نے اِسے اجازت دے دی۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مجاہدوں کے ساتھ ابوسفیان کے تعاقب میں چلے۔ اِس بہادری کی تاریخ عالم میں مثال نہیں مل سکتی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ سَوَّمَتْ لَهُمْ حِجَارَةٌ لَوْ صَبَّحُوْا بِهَا لَكَانُوْا كَاَمْسِ الذَّاهِبِ۔

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اِن کے لیے پتھروں کو نشان زدہ کر دیا ہے

اگر اُنہوں نے لوٹ کر ہم پر حملہ کا قصد کیا تو وہ پتھر ان پر برسائیں جائیں گے اور صفحہ ہستی سے اِن کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے گا۔

جب حضور علیہ السلام حمرالاسد پہنچے تو قیام فرمایا۔ یہاں پر ایک شخص معبد بن معبد آقا علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ یہ بنی خزاعہ قبیلہ کا تھا حضور علیہ السلام نے اِسے فرمایا کہ ابوسفیان سے ملاقات کر کے اسے ڈرا۔

یہ ابوسفیان کے پاس پہنچے۔ابوسفیان کا لشکر اِس وقت الروحاء کے مقام پر تھا۔

اِنہوں نے ابوسفیان سے ملاقات کی اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک بہت بڑا لشکر لے کر تمہارے تعاقب میں چلے آرہے ہیں جو مسلمان پہلے شرکت نہیں کر سکے تھے وہ بہت شرمندہ تھے وہ سب ساتھ ہیں اور سب تمہاری اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔

ابوسفیان کو اِس کے ایمان لانے کا علم نہیں ہوا تھا۔اُس نے اِس کا مشورہ پوچھا۔معبد نے کہا کہ اِس سے پیشتر کہ اُن کا پہلا دستہ اِس ٹیلے سے اپنا سر اُبھارے تم فوراً یہاں سے کوچ کر جاؤ۔

ابوسفیان نے اِسی کو غنیمت سمجھا اور اپنے لشکر کو لے کر فوراً مکہ کی طرف چل پڑا۔

راستے میں ابوسفیان کو ایک آدمی ملا جو مشرک تھا اور مدینہ منورہ کی طرف جا رہا تھا۔ اِس نے اسے کشمش سے لدا ایک اونٹ دینے کا وعدہ کیا اور کہا کہ راستے میں تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اُن کا لشکر ملے گا تم ہماری طرف سے اُنہیں کہنا کہ ہم دوبارہ حملہ کریں گے اور اُن کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں گے اور اِن کو ڈرانا۔

اِس شخص نے ایسا ہی کیا تو اِس کے جواب میں مسلمانوں نے کہا کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے وہ ہمارا بہترین کارساز ہے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی روز حمراء الاسد کے مقام پر ٹھہرے رہے لیکن کسی کو پلٹ کر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

آقا علیہ السلام کئی روز کے بعد واپس مدینہ منورہ کی طرف لوٹ آئے۔

اِس کامیاب و کامران واپسی پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنے احسان عظیم کو بیان فرمایا:

اَلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِلّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَصَابَہُمُ الۡقَرۡحُ ؕ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا مِنۡہُمۡ وَاتَّقَوۡا اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۷۲﴾ۚ اَلَّذِیۡنَ قَالَ لَہُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَکُمۡ فَاخۡشَوۡہُمۡ فَزَادَہُمۡ اِیۡمَانًا ٭ۖ وَّقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰہُ وَنِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانۡقَلَبُوۡا بِنِعۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضۡلٍ لَّمۡ یَمۡسَسۡہُمۡ سُوۡٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوۡا رِضۡوَانَ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۷۴﴾ (آل عمران)

ترجمہ: جنہوں نے لبیک کہا اللہ اور اُس کے رسول کی دعوت پر اِس کے بعد کے لگ چکا تھا انہیں گہرا زخم، ان کے لیے جنہوں نے نیکی کی اِن میں سے اور تقویٰ اختیار کیا اجر عظیم ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جب کہا: انہیں لوگوں نے بلاشبہ کافروں نے جمع کر رکھا ہے تمہارے لیے (بڑا سامان اور لشکر) سو ڈرو اِن سے تو بڑھا دیا

(اِس دھمکی نے) اِن کے جوش ایمان کو اور اُنہوں نے کہا کہ کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اور وہ بہترین کارساز ہے واپس آئے یہ لوگ اللہ کے انعام اور فضل کے ساتھ۔ نہ چھوا اِن کو کسی بُرائی نے اور پیروی کرتے رہے رضائے الٰہی کی اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔

واپسی پر کفار کے دو آدمیوں معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص اور ابوعزۃ الجمحی کو قید کر لیا گیا اور اِن کو جہنم رسید کر دیا گیا۔

معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص جنگ بدر میں بھی قید ہو گیا تھا اور اس نے اپنی غریبی اور پانچ بچیوں کا واسطہ دے کر رہائی حاصل کی تھی۔ یہ اب بھی دہائی دینے لگا تو آقا علیہ السلام نے فرمایا:

لا واللہ لا تمسح عارفیك بمكة بعدها و تقول خدعت محمدًا مرتین اِن المؤمن لَا يَلدَغُ مِن جحر مرتین اضرب عنه یازبیر۔

ترجمہ: اب تمہیں معافی نہیں مل سکتی تا کہ مکہ جا کر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے از راہ تعلّی تم یہ کہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دوبارہ دھوکہ دیا ہے مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا اے زبیر اُٹھو اور اِس کی گردن اُڑا دو۔

حضور علیہ السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر فتح و کامرانی کے ساتھ مدینہ طیبہ قدم رنجا ہوا مسلمان مجاہدین نے آقا علیہ السلام کے ساتھ اِس میں فتح عظیم حاصل کی تھی اور حضور علیہ السلام کو دیکھ کر مسلمانوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔

پَری پیکر نگار، سرو قد لالہ رخسار
سراپا آفت دل بود شب جائے کہ من بودم
تیری صورت، تیری سیرت، تیرا نقشہ، تیرا جلوہ
تبسم گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجوداتِ فخر نوع انسانی

ابتدائی جنگ اُحد میں مسلمانوں کے آقا علیہ السلام کے حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے لشکر اِسلام کو اُفتاد کا سامنا کرنا پڑا اور کچھ لوگ تقریباً ستر کے قریب شہید ہوئے۔ باقی لوگوں کو بھی کارے زخم لگے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت الٰہی تھی کہ ایسا ہوتا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سب مسلمانوں کو سبق مل جائے کہ خدا اور اُس کے رسول علیہ السلام کے حکم کی سرتابی نہیں کرنی چاہیے۔

اِس کے علاوہ* یہ سنت الٰہی چلی آ رہی ہے کہ انبیاء کو فتح اور کبھی شکست بھی ہوتی رہتی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ (جو سب کچھ جانتا ہے) معلوم کر سکے کہ کون تم میں ثابت قدم رہتا ہے یعنی حجت قائم کر سکے۔ ورنہ اگر صرف مسلمانوں کو فتح ہی فتح حاصل ہوتی رہتی تو منافقوں کا جم غفیر مسلمانوں کے گرد اگرد اکٹھا ہو جاتا۔

جب سختی آتی ہے تو منافق لوگ بھاگ جاتے ہیں۔

اور تا کہ اللہ تعالیٰ بلند درجوں پر اپنے پسندیدہ بندوں کو فائز فرما سکے۔

کہ اپنے عملوں سے بعض دفعہ وہ اعلیٰ ترین مقامات جنت میں بندہ حاصل نہیں کر سکتا جو کہ اللہ تعالیٰ اُن کو کسی تکلیف میں مبتلا کر کے اُن کے صبر و استقامت پر اُن کو عطا فرماتا ہے۔

یہ اللہ جل شانہٗ تعالیٰ کی تقدیر کے فیصلے ہیں۔ اُس کی اُس کے ہر کام میں بہتری ہے جس کو صرف وہ ہی جانتا ہے یا جس کو اپنے بھید سے وہ جتنا چاہے مطلع فرما دے۔ یہ اُس کا فضل عظیم ہے اِس پر ہر شخص کی رسائی نہیں ہے۔

اُس کے انبیاء علیہم السلام اور اُس کے نیک بندے اُس کی ہر بات پر اُس کے ہر فیصلے پر لبیک کہتے ہیں یہ مقام تسلیم ہے۔ اُحد کے واقعہ پر غیر مسلم شعرا نے فخر ومباہات پر مبنی اشعار کہے اور اِن کے جواب میں مسلم شعرا نے بھی بہت پائے کے اشعار کہے۔ اللہ جل شانہٗ کا حضور علیہ السلام کے اور پیر و مرشد خواجہ گوہر دین قدس سرہٗ اور حضور داتا گنج بخش کے اور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور اپنے نیک بندوں کے صدقے میں کرم ہے جو کہ بندہ مسکین نثار النبی پر ہوا ہے اور غزوہ احد اختتام کو پہنچا۔

(سیرت ابن ہشام ۳/۵۶) (ضیاالنبی ۳/ ۵۶۲ تا۵۵۸)

سیدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بڑی پرہیزگار اور فیاض خاتون تھیں۔ آپ کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی جب آپ شرف زوجیت میں آئیں۔ آپ سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ آپ بہت بصیرت کی مالک تھیں اِس سے پہلے آپ کا نکاح خنیس بن حدافہ القرشی السہمی سے ہوا تھا۔ جنگ احد میں آپ کو کاری زخم لگے تھے کچھ عرصہ بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ انہوں نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

جب سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جواں سال بچی بیوہ ہو گئیں تو آپ کو بہت فکر لگی۔ سوچ سوچ کر اِن کے نکاح کے لیے نظر انتخاب سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر پڑی اِس سلسلے میں آپ کے پاس گئے اور رشتے کا ذکر کیا لیکن آپ کی توقع کے بالکل برعکس آپ نے مکمل خاموشی اختیار کر لی جس کا آپ کو بہت رنج ہوا۔

کچھ عرصہ بعد آپ کی نظر انتخاب سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر پڑی۔ آپ اُن کے پاس گئے اور اپنا مدعا بیان کیا لیکن آپ نے کچھ دنوں کی مہلت سوچنے کے لیے مانگی۔ مقررہ مہلت کے بعد آپ پھر اِن کے پاس گئے لیکن آپ نے معذرت کر لی۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہت دل گرفتہ آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور شکایتاً عرض کیا کہ حضور علیہ السلام کیا حفصہ جیسی جواں سال متقی عبادت گزار کے رشتہ کی پیشکش کو مسترد کر دینا مناسب ہے۔

آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی بات کو سُن کر مسکرا دیے اور فرمایا کہ حفصہ کے ساتھ وہ شادی کرے گا جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان سے وہ شادی کرے گی جو حفصہ سے بہتر ہے۔

یہ خوشخبری سُن کر آپ کا چہرہ کھل اُٹھا۔ خوشی خوشی باہر آئے تو سب سے پہلے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی۔ آپ نے اِن کو کاشانہ اقدس سے نکلتے دیکھ لیا تھا اور آپ کی خوشی کو آپ کے چہرہ سے بھانپ لیا تھا۔ آپ نے اِن کو مبارک باد دی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِن سے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا تھا اِس لیے میں نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز کو اخفا نہ کیا۔ اگر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِن سے نکاح نہ کرتے تو پھر میں اِن کو نکاح کر کے اپنی زوجیت میں لے لیتا۔

آپ بہت عبادت گزار خاتون تھیں۔ قرآن پاک کی بہت تلاوت کرتیں تھیں۔ آپ آقا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آٹھ سال رہیں۔ ساٹھ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔

آپ کے پاس قرآن پاک کا کافی بڑا حصہ محفوظ تھا جو سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں آپ سے نقل کرنے کے لیے لیا گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو نصیحت کرتے رہتے تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

> ''ہمارے قریش کی جماعت عورتوں پر غالب رہتی تھی لیکن جب ہم انصار کے پاس آئے تو انصاری حضرات پر عورتوں کو غالب پایا۔ چنانچہ ہماری عورتیں بھی انصاری عورتوں کا اثر قبول کرنے لگیں میں نے ایک دفعہ اپنی بیوی کو ڈانٹا تو اُس نے پلٹ کر جواب دیا۔ مجھے اِس کا جواب ناگوار گزرا۔ اِس نے کہا کہ آپ میرے جواب دینے کو ناپسند کیوں ٹھہراتے ہیں جبکہ خدا کی قسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج آپ کو پلٹ کر جواب دیتی ہیں اور ایک تو اِن میں سے سارا دن شام تک آپ کو چھوڑ رکھتی ہے میں اِس بات سے ڈر گیا اور میں نے کہا کہ اِن میں سے ایسا کرنے والی تو خسارے میں ہے چنانچہ میں نے کپڑے بدلے اور آقا علیہ السلام کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا چنانچہ میں حفصہ کے پاس پہنچا اور اِس سے کہا کہ اے حفصہ کہ کیا تم میں سے کوئی سارا دن حضور علیہ السلام کو ناراض رکھتی ہے اِس نے جواب دیا: ہاں۔ پس میں نے کہا کہ تم نامراد ہوئیں اور خسارے میں ہوئیں کیا تمہیں اِس بات کا خیال نہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے پس تم ہلاک ہو جاؤ گی۔

لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ نہ مانگا کرو۔ پلٹ کر جواب نہ دیا کرو اور آپ سے کنارہ کشی نہ کرنا اور اپنی

پڑوسن کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا۔ کیوں کہ وہ تم سے خوبصورت اور حضور علیہ السلام کو زیادہ پیاری ہے اِن کی مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔'' (از سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد ششم، مؤلف ڈاکٹر طاہر القادری، صفحہ ۱۷۱، ۱۷۲)

آپ کی وفات ۴۵ ہجری ہے۔ اِس وقت آپ ۶۰ر سال کی تھیں۔ مروان نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ حضرت ابوہریرہ، مغیرہ کے گھر سے مدفن تک آپ کا جنازہ لے کر گئے اور جنت البقیع میں آپ دفن ہوئیں۔ (تاریخ الخمیس ۱ر ۴۱۶)

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ماہ جمادی الثانی ۳ر ہجری میں یہ شادی ہوئی اور علامہ ابن کثیر کے مطابق اِن کا نکاح ربیع الاول میں ہوگیا تھا۔ اِس سے پہلے حضور علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت رقیہ کا وصال غزوہ بدر کے موقع پر ہوا تھا۔ حضور علیہ السلام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حسن سلوک اور آپ کی فیاضیوں سے بہت خوش تھے۔ اِس لیے آپ علیہ السلام نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم کو بھی آپ کی زوجیت میں دے دیا۔ ممکن ہے اِس وجہ سے آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوال پر مہلت مانگی ہو۔

(تاریخ ابن کثیر جلد ۳، ۴، صفحہ ۴۷۴، ضیا النبی جلد سوم صفحہ ۵۷۴، پیر کرم شاہ صاحب، سیرت الرسول ڈاکٹر طاہر القادری صاحب جلد ششم صفحہ ۱۷۳، تاریخ الخمیس جلد ۱، صفحہ ۴۱۶، طبقات ابن سعد)

حضور علیہ السلام کا حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے تیسرے سال آپ کو شرف زوجیت بخشا۔ یہ بیوہ تھیں اور پہلے طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں۔ آپ نے انہیں طلاق دے دی پھر انہوں نے اِن کے بھائی حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ غزوہ بدر میں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔ حضور علیہ السلام نے اِن کی دلجوئی کی خاطر اِن سے نکاح کیا۔ یہ نکاح سے آٹھ ماہ بعد تک صرف زندہ رہیں۔ آپ کی نماز جنازہ خود حضور علیہ السلام نے پڑھائی۔ یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا اعجاز ہے آپ کی ماں جائی بہن حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو بھی اِن کی وفات کے بعد آقا علیہ السلام کی شرف زوجیت کا اعزاز حاصل ہوا۔ (تاریخ الخمیس ۱ر ۴۱۷)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت پاک

۳ر ہجری ۱۵ر رمضان المبارک کو آپ حضرت سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے گھر پیدا ہوئے۔ اسماء بنت عمیس اور ام ایمن کو آقا علیہ السلام نے سیدہ پاک کی خدمت میں مقرر فرمایا تھا۔ آپ تمام آلائشوں سے پاک پیدا ہوئے۔

جب آپ پیدا ہوئے تو اسماء بنت عمیس سیدہ پاک کی دایہ آپ کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے آئیں۔ آقا علیہ السلام نے اِن کو آغوش رحمت میں لے لیا اور اِن کے دائیں کان میں آذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی۔

ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا گیا اور دو دنبے ذبح کیے گئے اور آپ کے بال اُتارے گئے اور اِن کے وزن کے برابر چاندی خیرات کی گئی یہ وزن ایک درہم کے برابر تھا۔ آپ کی دایہ کو ایک دینار اور دنبے کی ران دی گئی۔

حضور علیہ السلام نے خوشبو اپنے ہاتھوں مبارک سے آپ کے سر مبارک پر ملی۔ اِسی دن آپ کا ختنہ کیا گیا۔

یہ سارے کام آپ کے صدقے میں امت مرحومہ کو تحفتاً عنایت فرمائے گئے۔

ساتویں دن جب آقا علیہ السلام آپ کے ہاں گئے تو نومولود کو منگوایا گیا اور اپنی آغوش رحمت میں لیا گیا۔ آپ علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اِن کا کیا نام رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا حضور میری جرأت نہیں کہ میں اِن کا نام رکھوں۔ ویسے میرے خیال میں حرب تھا۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا: اِن کا نام حرب نہیں چاہیے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے میں بھی جرأت نہیں کہ اِن کا نام رکھنے میں اپنے رب سے سبقت کروں۔ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتے ہیں۔ اور ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعلق آپ سے اِس طرح ہے کہ جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھا لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ آپ اپنے بیٹے کا نام وہ رکھیں جو حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹے کا تھا۔ آقا علیہ السلام نے پوچھا کہ اِن کے بیٹے کا کیا نام تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: اُن کے بیٹے کا نام ''شبیر'' تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری زبان تو عربی ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اِن کا نام ''حسن'' رکھیے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کا نام ''حسن'' تجویز فرمایا۔

اِس سے پہلے یہ نام عرب میں رائج نہیں تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ نے خواب دیکھی تھی کہ آقا علیہ السلام کے جسم مبارک کا کوئی عضو میرے گھر میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے صحیح خواب دیکھا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بچہ جنے گی اور تم اُس کو دودھ پلاؤ گی۔

آپ صورت کے لحاظ سے آقا علیہ السلام کے ساتھ بہت مشابہت رکھتے تھے۔

آپ نے بیس مرتبہ پیدل چل کر کعبہ مقدسہ کی زیارت کی اور پندرہ حج کیے اور تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔

ہجرت کے تیسرے سال میں مسلمان مردوں اور مشرک عورتوں کی شادی کی ممانعت کا حکم دیا گیا۔

(تاریخ الخمیس ۱/ ۴۱۸)

واقعات سنہ ۴ ہجری

غزوہ بدر میں مسلمانوں کو شاندار فتح ملی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہوئی تھی۔ ہر طرف دور دور تک مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ لیکن غزوہ احد میں مسلمانوں کے کثیر تعداد میں شہید ہونے کی وجہ سے بعض قبائل نے سر اٹھانا شروع کیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان قبائل کی سرکوبی کے لیے مہمات روانہ فرمائیں جس سے مسلمانوں کا رعب دوبارہ قائم ہوگیا۔

سنہ ۴ ہجری میں ہی ام المومنین حضرت زینب بن خزیمہ کی وفات ہوئی اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارک ہوئی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو شرف زوجیت ہوا اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کی وفات ہوئی۔

علاوہ اس سنہ ۴ ہجری میں شراب کی حرمت کا حکم ہوا۔ دو یہودیوں کو رجم کیا گیا غزوہ بدر صغری واقع ہوا۔

سریہ ابی سلمہ رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی اسد کی طرف حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو مجاہدین کا لشکر دے کر روانہ کیا۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی تھی بنی اسد کے سردار خویلد کے دونوں بیٹے طلحہ اور مسلمہ اپنی قوم کے لوگوں کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار کر رہے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر ان پر حملہ کرنے کے لیے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھیجا۔ یہ واقعہ جنگ احد سے دو ماہ بعد کا ہے۔ آپ ماہ محرم میں بھیجے گئے۔ آپ نے دو ہجرتیں فرمائی تھیں۔ پہلی ہجرت حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ منورہ کی طرف۔ مدینہ منورہ آتے ہوئے آپ کی بیوی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کفار مکہ نے جو آپ کے سسرال والے تھے نے چھین لیا تھا اور بچے کو ان کی بیوی کے سسرال والوں نے چھین لیا تھا اور ان کی محبت کی راہ میں نہ بیوی حائل ہوسکی اور نہ ہی بیٹا۔ اور یہ اکیلے سفر کرتے ہوئے آقا علیہ السلام کے قدموں میں مدینہ منورہ آ پہنچے تھے۔

جنگ احد میں انہوں نے بہت جوانمردی اور بہادری کے جوہر دکھائے تھے اور ان کو بہت گہرے زخم لگے تھے جو آب مندمل ہو رہے تھے۔

جب یہ بنی اسد میں پہنچے تو یہ اس لشکر کو دیکھ کر گھبرا گئے اور اپنے اونٹ اور بکریاں چھوڑ کر بھاگ گئے۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اونٹ اور بکریاں ہانک کر مدینہ منورہ لے آئے۔ اس سریہ میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم پھر سے کھل گئے کیونکہ آپ کو اس مہم میں پندرہ بیس دن لگ گئے تھے اور آپ نے جمادی الاول کی ۲۶ تاریخ کو وفات پائی۔

حضور علیہ السلام نے مال غنیمت سے جس آدمی نے بنی اسد کی تیاری کے متعلق خبر دی تھی کو مالا مال فرما دیا۔

حضور علیہ السلام نے مال غنیمت سے خمس نکال کر باقی مال مجاہدین میں تقسیم فرما دیا۔ (امتاع اور سماع ۱/ ۱۴۴)

واقعہ رجیع

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں عضل اور قارہ کے لوگ حاضر ہوئے۔ عضل اور قارہ بنی معون بن خزیمہ کی

دو شاخیں تھیں۔ انہوں نے عرض کی کہ ہمارے لوگوں میں اگر اسلام کی تبلیغ کی جائے تو یہ اسلام کی طرف راغب ہو جائیں گے۔35

حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی عرض داشت منظور فرمای اور مرثد بن ابی مرثد، خالد بن البکیر، عاصم بن قلعت بن ابی افلع، حبیب بن عدی، زید بن الاثنیہ اور عبداللہ بن طارق رضوان علیھم اجمعین کو ان کے ساتھ بھیج دیا اور حضرت مرثد بن ابی مرثد کو ان کا امیر مقرر فرمادیا۔

حجاز کے اطراف میں قبیلہ ہذیل آباد تھا۔ ان کے قریب ان کا ایک چشمہ تھا جس کو رجیع کہتے تھے۔

جب یہ لوگ یہاں پہنچے تو اچانک ان کے سینکڑوں آدمیوں نے ان کے خیمے کا محاصرہ کرلیا۔ حضرت عاصم مرثد اور خالد نے ان کے ساتھ لڑتے ہوئے اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے مرتبہ شہادت پر سرفراز ہوئے جبکہ کافروں نے خبیب بن عدی، زید بن الاثنیہ اور عبداللہ بن طارق کو گرفتار کرلیا۔

حضرت عاصم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی تھی کہ کوی کافر ان کے جسم کو ہاتھ نہ لگا جائے۔ شہادت کے بعد کافروں نے ان کے سر کو جسم سے جدا کرنا چاہا تا کہ مکہ لے جا کر اس کو فروخت کریں۔ کیونکہ انہوں نے سلافہ بنت سعد کے دو بیٹوں کو جنگ احد میں قتل کیا تھا تو اس نے ان کی کھوپڑی میں شراب پینے کی منت مانی تھی۔

جب کافر ان کا سر کاٹنے کے لیے آگے بڑھے تو اچانک شہد کی مکھیوں کا ایک غول آگے بڑھا اور اس نے ان کے سارے جسم کو ڈھانپ لیا۔

کافر ڈر کے پیچھے ہٹ گئے۔ رات کو سیلاب کا ایک ریلہ ان کا جسم بہا کر لے گیا۔ کافروں نے بہت تلاش کیا لیکن یہ ان کو نہ ڈھونڈ سکے۔

باقی تین افراد کو یہ لے کر مکہ چلے تو راستے میں ظہران کے مقام پر حضرت عبداللہ بن طارق نے اپنے ہاتھ رسیوں سے کھول لیے اور تلوار حاصل کر کے ان کو للکارا۔ اپنی جان کے خوف میں کوئی کافر آگے نہ بڑھا اور انہوں نے دور سے ہی پتھر مار مار کر آپ کو شہید کر دیا۔

خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زید بن الاثنیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں نے مکہ لے جا کر فروخت کر دیا۔ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عقبہ نے خریدا۔ اس کے باپ کو آپ نے جنگ بدر میں قتل کر دیا تھا۔ اس کے باپ کا نام حارث بن عامر تھا۔ اور حضرت زید کو صفوان نے خریدا۔ آپ کو جب مکہ سے باہر کفار کے مرد و زن کے ہجوم میں قتل کرنے کے لیے لایا گیا اور ان کو ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا گیا تو ابوسفیان جو کافروں میں موجود تھا۔ آگے بڑھا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ (نعوذ باللہ) محمد ﷺ ہوتے اور تم آرام سے اپنے اہل و عیال میں گھر بیٹھے ہوتے۔

آپ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان خدا کی قسم میرے لیے یہ امر بھی ناقابل برداشت ہے کہ محمد ﷺ جہاں اپنے گھر میں

تشریف فرما ہیں کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے اور میں گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں۔

ابن عقبہ کے مطابق کافروں نے آپ کو تیروں کے نشانے لے لے کر شہید کر دیا۔ تاکہ ان کو زیادہ سے زیادہ درد محسوس ہو۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انہوں نے حجیر بن ابی رہاب کی کنیز ماریہ کے گھر میں قید کر دیا۔ یہ بعد میں مسلمان ہوگئیں تھیں۔ یہ بیان کرتی ہیں کہ میں اکثر ان کو تازہ انگور کھاتے دیکھتی اور حیران ہوتی کہ ان کا تو موسم بھی نہیں۔ ان کو یہ کون دے جاتا ہے۔

مقتل جانے سے ایک دن پہلے انہوں نے مجھ سے استرا مانگا تاکہ اپنے غیر ضروری زیر ناف بالوں کو صاف کر سکوں۔ میں نے ان کو استرا دے دیا اور اپنے کام میں لگ گئی۔ اچانک میرا بیٹا جو بالکل چھوٹی عمر کا تھا۔ کھیلتے کھیلتے ان کے پاس چلا گیا۔ جب میں نے دیکھا تو یہ آپ کی گود میں بیٹھا ہوا تھا۔ میری اچانک چیخ نکل گئی کہ کہیں استرے سے میرے بیٹے کو ذبح نہ کر دیں۔

انہوں نے میری بے بسی محسوس کر لی اور میرا ارادہ جان لیا اور فرمانے لگے کہ تیرا خیال ہے کہ میں تیرے بیٹے کو ذبح کر دوں گا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ بھلا حضور نبی کریم ﷺ کے مکتب کا پڑھا ہوا طالب علم ایسی حرکت کر سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

دوسرے دن حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرمہ سے باہر تنعیم کے مقام پر لایا گیا اور ایک درخت کے منڈھ کے ساتھ باندھ دیا گیا۔

باندھنے سے پہلے آپ نے کفار سے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے دو۔ انہوں نے آپ کو مہلت دے دی۔ جب آپ نماز ادا کر چکے تو آپ نے فرمایا۔ نماز میں جو لذت و سرور حاصل ہو رہا تھا اس کا تقاضا تھا کہ اسے لمبا کروں۔ لیکن اس وجہ سے کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ یہ موت کے خوف کی وجہ سے نماز لمبی کر رہا ہے۔ میں نے اس کو لمبا نہیں کیا۔ (سولی سے پہلے دو رکعت نماز کی ابتداء حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔)

ان لوگوں نے آپ کو باندھ کر اور نیزوں کے وار کر کر کے شہید کر دیا۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقاں پاک طینت را

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے پھانسی سے پہلے چند اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"کفار کے سارے لوگ میرے ارد گرد جمع ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے سارے قبائل کو میرے ارد گرد جمع کر لیا ہے۔"

انہوں نے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی یہاں جمع کر لیا ہے اور پھانسی دینے کے لیے انہوں نے لمبے مضبوط مڈھ کے قریب کھڑا کر دیا ہے۔

میں اپنی غریب الوطنی اور مصیبت کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ کی جناب میں کرتا ہوں اور صلیب سے جب میری نعش گر پڑے گی اور اس کے ساتھ یہ لوگ جو سلوک کریں گے اس کا معاملہ بھی اپنے رب کے سپرد کرتا ہوں۔

اے عرش کے مالک ان اذیتوں پر مجھے صبر عطا فرما۔انہوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور میری امید یاس میں بدل گئی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے زیر کرم پر ہے کہ اگر وہ مہربانی فرمائے تو میرے جسم کے کٹے ہوئے اعضاء پر اپنی مہربانی نازل فرمائے۔

اگر مجھے مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کیا گیا تو مجھے اس چیز کی پروا نہیں کہ جب میری لاش صلیب سے گرے تو وہ کس پہلو پر گرے۔

میں دشمن کے سامنے جزع وفزع کا بالکل اظہار نہیں کروں گا مجھے گھبراہٹ کیوں ہو میں تو اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جا رہا ہوں۔(الاکتفاء جلد ۳۔صفحہ ۱۳۶ تا ۱۳۹ ماخوذ از ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۵۹۰)

اِسی روز حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں اِن لوگوں کی پھانسی کے متعلق لوگوں کو آگاہ فرما دیا اور اِن کے لیے سلامتی کی دعا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کی حفاظت

القرآن: واللہ عاصمك من الناس۔

ترجمہ: ”(اور اے نبی ﷺ) اللہ تعالیٰ لوگوں سے تمہاری حفاظت فرمائے گا۔“

ابوسفیان نے ایک دن مکہ میں ایک محفل میں لوگوں سے کہا کہ محمد ﷺ مدینہ میں اکیلے بازاروں میں پھرتے رہتے ہیں۔کوئی ہے جو ان کا (نعوذ باللہ) کام تمام کر کے اس فتنے کو ختم کر دے۔

اس محفل میں اس وقت تو کوئی نہ اٹھا۔جب ابوسفیان واپس گھر گیا تو ایک آدمی اسے تنہائی میں ملا اور اس نے کہا کہ میرے پاس چیل کے پر برابر ایک خنجر ہے جسے آسانی سے چھپا سکتا ہوں اور صحرائی راستوں کا خوب ماہر ہوں۔یہ ایک اعرابی تھا۔ابوسفیان نے اس کو بہت سارا انعام واکرام کا لالچ دیا۔اور اس کو سواری کا اونٹ اور زاد راہ بھی مہیا کیا۔

یہ پانچ رات سفر کرتا ہوا چھٹی رات مدینہ منورہ پہنچا۔صبح یہ آقا علیہ السلام کی تلاش میں چل پڑا۔حضور علیہ السلام اس وقت بنی عبدالاشہل کے پاس عیدگاہ کے قریب تشریف فرما تھے۔

آقا علیہ السلام یہاں ایک مسجد میں تشریف فرما تھے۔اور کچھ صحابہ بھی آپ علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔اس کو آتا دیکھ کر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ شخص غداری کرنے آیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گا۔اس

نے آتے ہی پوچھا کہ تم میں سے عبد المطلب کا فرزند کون ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں عبد المطلب کا فرزند ہوں۔ یہ آپ ﷺ کے قریب سرگوشی کے انداز میں جھکنے کے لیے آگے بڑھا۔

حضرت اسید بن بند خفیر نے اسے گلے سے پکڑ کر ادھر گھسیٹ لیا اور فرمایا کہ سرکار علیہ السلام سے دور ہو جا۔ آپ نے دوسرا ہاتھ اس کی تہبند میں ہاتھ ڈال کر اس کو گھسیٹا تو اس کے تہبند کے اندر چھپا ہوا خنجر باہر آ گرا۔

اعرابی کے ہوش اڑ گئے اور اس کو اپنی موت نظر آنے لگی اور یہ حضور علیہ السلام کو پکارنے لگا۔

حضور علیہ السلام نے اسے فرمایا:

کہ سچ سچ بتا دو۔ اس میں تمہارا فائدہ ہے اگر جھوٹ بولو گے تو تمہارا نقصان ہے۔ تم جس مقصد کے لیے آئے ہو۔ ہم اس سے باخبر ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ مجھے جان کی امان دیں۔ تو میں سچ سچ بتا دوں گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تجھے جان کی امان ہے۔

اس نے ساری بات جو ابوسفیان اور اس کے درمیان ہوئی تھی۔ سچ سچ بتا دی۔ حضور ﷺ نے اس کو فرمایا کہ اس کو لے جاؤ اور قید رکھو۔

دوسرے دن حضور علیہ السلام نے اسے بلایا۔ اور فرمایا کہ جاؤ ہم نے معاف کیا اور تجھے آزاد کیا۔ تم جدھر چاہو جا سکتے ہو۔ لیکن تمہارے لیے ایک تجویز ہے چاہے تو اسے قبول کرلو۔ اس نے عرض کی کہ کیا تجویز ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور کہو کہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

وہ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کا نگہبان ہے اور ابوسفیان کا گروہ شیطان کا گروہ ہے۔ میں آج تک کسی سے خوفزدہ نہیں ہوا۔ لیکن آپ کو دیکھتے ہی میں خوفزدہ ہو گیا۔ حضور علیہ السلام اس کی باتیں سنتے مسکراتے رہے اور یہ کچھ دن آپ علیہ السلام کے پاس رہنے کے بعد چلا گیا۔

(سیرت ابن کثیر ۳/ ۱۳۵)

بیر معونہ

حضور ﷺ کی خدمت میں اہل نجد کے لوگوں میں سے ایک آدمی ابو براء آیا اور اہل نجد کی ہدایت کے لیے عرض کی کہ حضور ﷺ کچھ آدمی روانہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اسے اسلام کی ہدایت کی جس پر نہ اس نے آمادگی ظاہر کی اور نہ اس پر برہمی ظاہر کی۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اہل نجد سے نقصان کا خطرہ ہے اس نے کہا کہ میں سب لوگوں کو اپنی پناہ میں لوں گا۔ حضور ﷺ

نے چالیس لوگوں کا گروہ اس کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کے لیے روانہ فرمایا۔ جن میں منذر بن عمرو انصاری حارث بن الصمہ ؓ حرام بن سلمان اور عمرو بن اسماء اور عامر بن فہیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین (حضرت ابو بکر صدیق ؓ کا چرواہا) یہ لوگ بھی شامل تھے۔

یہ جب ان لوگوں کی بستی کے قریب پہنچے تو یہاں بیر معونہ ایک کنواں تھا کے پاس انہوں نے خیمے نصب کیے اور حضرت حرام بن سلمان کو اس قبیلہ کے سردار عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔

حضرت حرام بن سلمان جب اس کے پاس گئے تو آپ نے حضور ﷺ کا گرامی نامہ اس کو دیا لیکن اس نے گرامی نامے کو پڑھنا بھی گوارا نہ کیا اور اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔

اس نے پیچھے سے اپنا نیزہ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مارا جو ان کے کندھوں کو چیرتا ہوا چھاتی سے دوسری طرف سے باہر نکل گیا۔ خون کا فوارہ ان کی چھاتی سے نکلا جو فوراً انہوں نے منہ اور اپنے سر پر مل لیا اور آپ نے فرمایا ''اللہ اکبر'' فزت ورب الکعبہ۔'' اللہ سب سے بڑا ہے کعبہ کے رب کی قسم میں نے زندگی کی بازی جیت لی۔

عامر بن طفیل نے تمام قبیلہ والوں کو کہا کہ مسلمانوں کو ہلاک کر دیں۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری بات نہیں مان سکتے کیونکہ ابو براء نے ان کو پناہ دی ہوئی ہے۔ اس نے اپنے قبیلہ کی شاخوں عصبہ رعل اور زکو ان کو کہا کہ مسلمانوں کو گھیر لو اور ہلاک کر دو۔ یہ لوگ آ گئے اور مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر کر اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے ان کا خوب مقابلہ کیا لیکن یہ سب شہید ہو گئے۔ جب عامر بن فہیرہ شہید ہوئے تو فرشتے ان کے جسم کو آسمان کی طرف بلند کر کے لے گئے۔

ایک کافر جبار بن سلمی نے جب حرام بن سلمان کو نیزہ مارا تھا تو آپ کے منہ سے ''فزت واللہ'' کے الفاظ سن کر یہ بہت متاثر ہوا تھا۔ اس نے لوگوں سے اس کا مطلب پوچھا۔ لوگوں نے اسے اس کا مطلب بتایا کہ ان لوگوں کی منزل شہادت ہے اور اس نے شہادت پر فائز ہوتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کامیاب فرمایا ہے۔ بعد میں جبار بن سلمی نے اسی بات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

بنی عوف قبیلہ کا ایک انصاری اور عمرو بن امیہ الضمری اس وقت اونٹوں کو چرانے کے لیے گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے لشکر کے اوپر پرندے منڈلاتے دیکھے تو سمجھ گئے کہ کوئی گڑ بڑھ ضرور ہے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے تمام لشکر کو خون میں لت پت دیکھا۔ الضمری نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دیتے ہیں۔ لیکن انصاری نے کہا کہ میں اپنے سردار نذر کو اس حالت میں نہیں چھوڑ سکتا اور تلوار لہراتے ہوئے کفار پر ٹوٹ پڑے۔ کفار نے ان کو بھی شہید کر دیا اور ضمری کو پکڑ کر اپنے سردار طفیل کے پاس لے آئے۔

طفیل نے ان کے ماتھے کے بال کاٹ دیے اور کہا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی۔ جاؤ اب تم آزاد ہو۔

حضور ﷺ کو جب واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ کو بہت دکھ ہوا اور آپ علیہ السلام نے ایک ماہ تک صبح کی نماز

میں رعل زکوان اور عصیہ قبیلوں کے لیے بد دعا فرمائی ۔(زاد المعاد ۳/ ۲۴۷ ۔ضیا النبی ۳/ ۵۹۲)

غزوہ بنی النضیر

حضور نبی کریم ﷺ رووف ورحیم نے بنی نضیر کے یہودیوں سے جو معاہدہ فرمایا تھا ۔ بنی نضیر نے اس کا کبھی بھی پاس نہیں کیا تھا اور ہر وقت مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں لگے رہتے تھے ۔

واقعہ احد اور رجیع اور معونہ جیسے واقعات کے بعد تو ان کی سرکشی اور ابھر گئی تھی ۔علاوہ یہودیوں کو کفار مکہ نے لکھا ''کہ تمہارے پاس اسلحہ کے وافر ذخائر ہیں اور تم مستحکم قلعوں کے مالک ہو ۔ ہمارا جو آدمی تمہارے شہر میں آکر سکونت پذیر ہوگیا ہے اس کے ساتھ جنگ کرو اور اس کو وہاں سے نکال دو ۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم تم کو تہس نہس کر کے رکھ دیں گے ۔ تمہاری عورتوں کو ہماری لونڈیاں بنانے سے کوئی چیز نہیں روک سکے گی ۔(سہل الھندی جلد ۴ صفحہ ۱۵۱۴ از ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۵۹۶)

اب یہود نے حضور ﷺ سے کہا کہ فریقین کے تیس تیس آدمی لے کر آپس میں گفتگو کرتے ہیں ۔ اگر آپ ﷺ سچے ثابت ہوئے تو تمام یہود اسلام قبول کرلیں گے ۔

بعد میں یہود منحرف ہوگئے اور کہنے لگے کہ صرف تین تین آدمی فریقین کے آپس میں گفتگو کرتے ہیں پر یہودیوں نے اپنے تینوں آدمیوں کو خنجر دے کر نعوذ باللہ حضور ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا ۔ یہودیوں میں سے دو بہن بھائی جو مسلمان ہو چکے تھے ۔ جب ان کو اس سازش کا علم ہوا تو انہوں نے حضور ﷺ کو اس واقعہ سے مطلع فرمادیا ۔

علاوہ بیز معونہ سے عمرو بن امیہ الضمری نے واپس آئے ہوئے قناۃ کوہستانی تہز رکے پاس بنی عامر بن معصعہ کے دو آدمیوں سے ملاقات ہوگئی ۔ چونکہ اس قبیلہ کے لوگون نے چالیس مسلمانوں کو شہید کردیا تھا ۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے واحد زندہ بچ کر واپس آرہے تھے ۔ آپ نے ان کے انتقام میں ان دونوں کو موقع ملنے پر قتل کردیا ۔ اور واپس آکر حضور ﷺ کی خدمت میں سارا واقعہ عرض کیا ۔ حضور ﷺ نے ان دو آدمیوں کے قتل پر فرمایا کہ ''تم نے بہت برا کیا ہے ہم نے تو ان کو امان دے دی تھی ۔'' انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے آپ علیہ السلام کی امان کا پتہ نہیں تھا ۔ میں نے تو مسلمانوں کا بدلہ لینے کے لیے یہ قدم اٹھایا ۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے ہتھیار اور لباس وغیرہ جو اتارا ہے رکھ دو ۔ ہم ان کی دیت (خون بہا) بھیجیں گے ۔ حضور ﷺ نے قبا کی مسجد میں نماز ادا فرمائی ۔ یہ ہفتہ کا دن تھا اور آپ ﷺ مہاجرین اور انصار کے آٹھ نو صحابہ کو ساتھ لے کر بنی نضیر کی طرف چلے تاکہ معاہدہ کے مطابق یہ خون بہا ادا کرنے میں تعاون کریں ۔

یہود نے آپ ﷺ کی بڑی آؤ بھگت کی اور آپ ﷺ کی مسند ایک دیوار کے نیچے بنائی ۔ حضور ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تھے ۔ ان لوگوں نے آپ ﷺ کی خوشامد کرتے ہوئے آپ ﷺ کو کھانے کا بھی پوچھا اور خود سرگوشیاں کرنے لگے ۔

حی بن اخطب جو ان یہودیوں کا سردار تھا نے دوسرے یہودیوں سے کہا کہ ایسا موقع پھر نہیں ملے گا اور اس نے عمرو بن حجاش کو کہا کہ چھت کے اوپر جو چکی کا پاٹ پڑا ہوا ہے اس کو نعوذ باللہ حضور ﷺ کے اوپر لڑھکا دو تا کہ سارا قصہ ہی ختم ہو جائے اور دوسرے یہود کو بھی اس نے اعتبار میں لے لیا اور عمرو بن حجاش کام کے لیے چھت کے اوپر چڑھ گیا۔ ادھر حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش کے متعلق بتلا دیا اور آپ ﷺ فوراً یہاں سے اس طرح اٹھے جیسے کوئی رفع حاجت کے لیے اٹھتا ہے اور بغیر کسی سے کوئی بات کیے حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

جب کافی دیر سرکار دو عالم ﷺ تشریف لے کر واپس نہ آئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شاید حضور ﷺ کسی ضروری کام سے تشریف لے گئے ہیں اور یہ بھی دوسرے صحابہ کے ساتھ واپس تشریف لے آئے۔

ادھر یہود کو ان کے ایک آدمی نے بتایا کہ میں نے حضور ﷺ کو ابھی ابھی مدینہ میں دیکھا ہے۔

یہودی کنانہ بن صویرہ نے دوسرے یہودیوں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تمہاری سازش کی اطلاع دے دی ہے اس لیے آپ ﷺ چلے گئے ہیں۔ بخدا ہم لوگ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ ہیں۔ تم ان پر اس ضد کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے ہو کہ یہ نبی علیہ السلام اولاد ہارون علیہ السلام سے کیوں پیدا نہیں ہوئے اور یہ اولاد اسماعیل علیہ السلام سے کیوں پیدا ہوئے ہیں۔ حالانکہ نبوت کی تمام نشانیاں تم ان میں پاتے ہو اور تمہاری غداری کی وجہ سے آپ ﷺ مجھے امید ہے کہ تم لوگ جلا وطن کر دیے جاؤ گے۔ تم لوگ اپنی شاندار حویلیاں اور اپنے اموال پیچھے چھوڑ جاؤ گے اور خود اونٹوں پر سوار ہو کر یہاں سے نکل جاؤ گے اور تمہارے بچے چیخ رہے ہوں گے۔

میرے خیال میں اس بربادی سے بچنے کے لیے تم ان سے معافی مانگ کر ان پر ایمان لے آؤ۔ تم محفوظ ہو جاؤ گے۔ یہود نے کہا کہ ہم ان پر ایمان نہیں لا سکتے۔ انہوں نے کہا کہ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب یہ تم کو یہاں سے نکالنے کے لیے کہیں تو بغیر چوں و چرا کے یہاں سے نکل جانا۔

حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ پہنچ کر محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا بھیجا اسی اثنا میں دوسرے صحابہ بھی پہنچ گئے۔

حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ یہود نے میرے قتل کی سازش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مطلع فرما دیا۔ اسی موقع پر یہ آیت شریف نازل ہوئی۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱذْكُرُوا نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَن يَبْسُطُوٓا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ ۖ وَٱتَّقُوا ٱللَّهَ ۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ (سورۃ مائدہ، ۱۱)

ترجمہ: (اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ۔ تو اللہ نے روک لیا ان کے ہاتھوں کو تم سے۔ اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔ ایمان لانے والوں کو۔) حضور ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

فرمایا کہ فوراً جا کر بنی نضیر (یہود) کو میرا پیغام پہنچا دو کہ "رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے کہ تمہیں حضور ﷺ کا یہ حکم سنا دوں کہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ میرے شہر سے نکل جاؤ۔"

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو کہا کہ اے یہود تم جانتے ہو کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور تم لوگ ان کی نشانیوں کو اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہو۔لیکن تم لوگ صرف حسد کی وجہ سے ان کا انکار کرتے ہو۔

اب غور سے سنو حضور ﷺ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ تم کو آگاہ کریں کہ تم لوگوں نے دھوکہ دہی کر کے معاہدہ کو توڑ دیا ۔عمرو بن حجاش چھت پر گیا تا کہ یہ چکی کا پاٹ گرائے ۔میرے رب نے مجھے آگاہ فرما دیا اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے شہر سے نکل جاؤ۔تمہیں دس دن کی مہلت ہے ۔اس کے بعد اگر تم میں سے کوئی آدمی نظر آیا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔"

یہود حضور ﷺ کا پیغام سن کر لرز گئے اور کوچ کی تیاریوں میں لگ گئے۔

عبداللہ بن ابی کی مکاری

عبداللہ بن ابی نے سوید اور داعس کے ہاتھ بنی نضیر کو پیغام بھیجا کہ تم لوگ قلعوں میں مورچہ بند ہو جاؤ۔میں اپنے دو ہزار لوگوں کے ساتھ تم سے مل کر مسلمانوں کا اس وقت تک مقابلہ کروں گا جب تک کہ ایک بھی ہم میں سے زندہ رہے گا۔اس کے علاوہ تم لوگوں کے ہم مذہب بنی قریظہ بھی تمہاری مدد کو پہنچ جائیں گے۔

اس نے بنی قریظہ کی طرف پیغام بھیجا۔لیکن انہوں نے کہا کہ ہم عہد شکنی نہیں کریں گے۔

سلام بن مشکم نے بنی نضیر کے سردار حی بن اخطب سے کہا کہ عبداللہ بن ابی کی باتوں میں نہ آئیں ۔تم لوگ امن وسلامتی کی پیشکش قبول کرلو اور خاموشی سے یہاں سے چلے جاؤ۔لیکن حی نے بات نہیں مانی اور کہا کہ میں محمد (ﷺ) کے ساتھ صلح نہیں کروں گا بلکہ دشمنی کرتا رہوں گا اور ان کے ساتھ جنگ کروں گا اور اس نے یہ پیغام اپنے بھائی جدی بن اخطب کے ہاتھ حضور ﷺ کو بھی بھیج دیا کہ آپ ﷺ جو کرنا چاہتے ہیں کرلیں ہم کسی صورت بھی اپنے گھروں کو اپنے اموال کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔

حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ۔جب آپ ﷺ کو یہ پیغام ملا تو آپ ﷺ نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا ۔صحابہ نے بھی زور سے یہ نعرہ لگایا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب یہود سے جنگ ہوگی اور حضور ﷺ کی طرف سے یہ اعلان ہونے لگا کہ اٹھو اور چل کر بنی نضیر کے قلعون کا محاصرہ کرلو۔

اس کے بعد جدی بن اخطب عبداللہ بن ابی کے پاس پہنچا۔لیکن یہاں کا تو منظر ہی بدلا ہوا تھا۔عبداللہ بن ابی آرام سے بیٹھا ہوا تھا اور اس کا بیٹا جو پکا مسلمان تھا۔نے حضور ﷺ کی دعوت کو سن لیا تھا اور یہ مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہونے کے

لیے بھاگا ہوا جارہا تھا اس نے عبداللہ بن ابی کو مدد کا کہا تو اس نے بے دلی سے اس کو ٹالتے ہوئے کہا کہ اچھا میں بنو غطفان میں اپنے حلیفوں کی طرف پیغام بھیجتا ہوں۔

جدی بن اخطب فوراً واپس حی بن اخطب کی طرف گیا اور اسے ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور عبداللہ بن ابی کی مکاری سے بھی آگاہ کیا۔

حضور ﷺ کی روانگی

آقا دو جہاں ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بنی نضیر کی طرف روانہ ہوئے۔حضور ﷺ نے عصر کی نماز بنی نضیر کے کھلے میدان میں ادا کی۔مدینہ منورہ مین آپ ﷺ نے ابن ام مکتوم کو امامت کے لیے مقرر فرمایا تھا۔سرکار دو عالم ﷺ کے لشکر کو دیکھ کر یہودی قلعہ کی دیواروں پر چڑھ گئے اور وہاں سے تیر اور پتھر پھینکتے رہے لیکن لشکر اسلام ان کی پہنچ سے دور تھا۔ عشاء کی نماز بھی حضور ﷺ نے اسی کھلے میدان میں ادا فرمائی۔اور اپنے دس صحابہ کے ساتھ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے آئے۔لشکر میں سید نا حصرت علی رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا کر چھوڑ آئے تھے۔صبح سویرے پھر آقا دو جہاں ﷺ اپنے دس صحابہ کے ساتھ لشکر میں پہنچ گئے۔حضور ﷺ گھوڑے پر بیٹھ کر اور زرہ پہن کر گئے اور واپس تشریف لائے۔ساری رات مسلمانوں نے یہودیوں کے قلعہ کو گھیرے رکھا اور وقتاً فوقتاً نعرہ تکبیر بھی بلند کرتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

صبح کی نماز حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کے ہمراہ بنی خطمہ کے میدان میں ادا فرمائی اور اس کے بعد حضرت سید نا بلال رضی اللہ عنہ کو قبہ نما خیمہ جو غرب کی لکڑی کا بنا ہوا تھا نصب کرنے کا حکم دیا اور اس کے اوپر بالوں والی کمبل نما چادریں ڈالی گئیں۔

اس کے بعد حضور ﷺ اپنے خیمہ میں تشریف لے آئے۔عروک نامی ایک آدمی یہودیوں کا ماہر تیر انداز تھا۔اس نے تیر پھینکنے شروع کر دیے جو کہ حضور ﷺ کے نزدیک پہنچنے لگے۔حضور ﷺ نے خیمہ دور لگانے کا حکم دے دیا۔اور خیمہ کو دور نصب کر دیا گیا۔

سارا دن یہود کا محاصرہ پھر جاری رہا۔یہود کی مدد کو کوئی بھی نہ آیا تو سلام بن مشکم کنانہ بن صویرہ نے حی بن اخطب یہودیوں کے سردار سے پوچھا کہ بتاؤ کہاں ہے ابن ابی اور اس کے حلیف۔وہ تو گھر میں چھپا بیٹھا ہے حی بن اخطب نے بے چارگی سے کہا کہ ہماری قسمت میں یہ بربادی اور جنگ لکھی تھی۔

رات عشاء کے وقت سید نا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عروک کا سر لے کر آ گئے۔یہ ایک کمین گاہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں پر تیر برسانے کے لیے چھپا بیٹھا تھا۔اس کے ساتھی بھاگ گئے ہیں جن کو دوبارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے حکم کے مطابق اپنے دس ساتھیوں سمیت جا کر پکڑ لیا اور قتل کر کے ان کے سر کاٹ کر بنی خطمہ کے ایک کنویں میں پھینک دیے۔

35

کھجوروں کے درخت کاٹنے کا حکم

یہ کھجوروں کا نخلستان بہت گھنا تھا۔اور اس مین چھپ کر یہودی حملہ کر سکتے تھے۔نیز ان کو یہ درخت اپنی جان سے بھی پیارے تھے۔خاص کر عجوہ کھجوروں کے درخت۔جب حضور ﷺ نے ان کو کاٹنے کا حکم دیا اور مسلمان کاٹنے لگے تو یہود اور ان کی عورتوں نے قلعہ کی دیواروں پر چڑھ کر واویلا کرنا شروع کر دیا اور عورتوں نے اپنے گریبان چاک کرنے شروع کر دیے اور اپنے منہ پر تھپڑ مارنے لگ گئیں۔

چونکہ محاصرے نے طول پکڑ لیا تھا اور یہودیوں کو بل سے باہر نکالنے کے لیے یہ نسخہ کارآمد ثابت ہوا۔

یہودیوں کے صرف دس درخت ہی کاٹے گئے کہ یہود کا غرور خاک میں مل گیا۔حی بن اخطب نے پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ پھل دار درختوں کو کیوں کٹوا رہے ہیں۔حضور ﷺ نے جواب بھیجا تا کہ جنگ کے آتش کدے کو بھڑکا کر اپنی قوم کو اس میں بھسم کرنے سے باز آ جاؤ۔

یہود نے جواب بھیجا کہ ہم آپ ﷺ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور کوچ پر آمادہ ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب تم لوگ کوئی ہتھیار ساتھ لے کر نہیں جاؤ گے اور جتنا سامان اونٹوں پر لاد سکتے ہو صرف وہی لے کر جاؤ گے۔

سلام بن مشکم نے یہود کے سردار حی بن اخطب کو مشورہ دیا کہ اس سے پہلے کہ تمہاری اولاد کو قید اور تمہارے جوانوں کو قتل کا حکم دیا جائے فوراً آپ کا حکم مان لو۔ یامین بن عمیر اور ابوسعد بن وہب نے چپکے سے اُتر کر اِسلام قبول کر کے اپنی جانیں اور اموال محفوظ کر لیے اور اپنی آخرت سنوار لی۔

ابن کرع کے نزدیک یہود کا محاصرہ تقریباً تیئیس روز تک جاری رہا۔جبکہ علامہ ابن سعد کے نزدیک پندرہ دن اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک پچیس دن جاری رہا۔

آخر کار تھک ہار کر یہود حضور ﷺ کی شرائط پر مدینہ سے باہر نکلنے پر آمادہ ہو گئے۔یہود نے اپنے محل نما مکانات خود اپنے ہاتھوں سے ڈھانے شروع کر دیے تا کہ مسلمان یہاں آ کر آباد نہ ہو سکیں اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے۔

حضرت محمد بن مسلمہ کو حضور ﷺ نے ان کے انخلاء کی زمہ داری سونپی۔

بنی نضیر کی روانگی

بنی نضیر کے یہودیوں نے اپنا ساز و سامان اپنے اونٹوں پر لادنا شروع کر دیا اور تقریباً چھ سو اونٹ ان کی سواری اور

بار برداری کے تیار ہو گئے ۔ یہودیوں نے اپنے مکانوں کو گرا کر ان کی کھڑکیاں اور دروازے بھی اونٹوں پر لاد لیے ۔ ان کی عورتوں نے خوب زیب و آرائش کیا اور خوب زیورات پہنے اور سج دھج کر اونٹوں پر بیٹھ کر اور اوپر ریشمی چادریں لے کر روانہ ہوئیں ۔ ان کی لونڈیاں رقص کر رہی تھیں اور گیت گا رہی تھیں ۔ انہوں نے یہ ظاہر کروایا کہ ہمیں جلا وطنی کا کوئی دکھ نہیں ۔ ابو رافع یہودی نے بلند آواز سے کہا کہ یہ سونے چاندی اور جوہرات ہم نے اسی وقت کے لیے بچا کر رکھے ہوئے تھے ۔ یہ لوگ بلحارث بن خزرج کے علاقہ سے ہوتے ہوئے چھبلیہ اور جسر کو عبور کرتے ہوئے مدینہ منورہ کے بازاروں کے درمیان سے گزرے ۔ لوگ دو رویہ قطاروں کے درمیان ان کی جلا وطنی کا منظر دیکھ رہے تھے ۔ یہ لوگ آوازیں کستے اور اشتعال انگیز اشعار پڑھتے جاتے تھے ۔

لیکن کمال یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تربیت پر کسی نے کوئی جواب نہ دیا ۔ پوری اقوام عالم یہ مثال بیان نہیں کر سکتی ۔ مسلمان چاہتے تو ان سے ہر چیز چھین سکتے تھے ۔ ان کے مردوں کو قتل کرتے ۔ ان کی عورتوں کو غلام بنا سکتے تھی ۔ ان کے باقی اموال بھی چھین سکتے تھے لیکن ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے طفیل اپنی غنا بھر دی تھی ۔ ان لوگوں کے اموال کی سج دھج ان کی آنکھوں کو خیرہ نہ کر سکی اور ان لوگوں کو حضور ﷺ کے حکم کے مطابق جانے دیا گیا ۔ یہاں سے روانہ ہو کر زیادہ تر یہودی خیبر میں جا بسے ۔ ان میں حی بن اخطب سلام بن ابی الحقیق کنانہ اور صویرا بھی شامل تھے ۔ ان میں سے کچھ لوگ شام جا کر بھی آباد ہو گئے ۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے شر کے ایک قلعے کو مسمار کر دیا ۔

بنی نضیر کے اموال کی تقسیم

جو اموال حضور ﷺ نے اپنے قبضہ میں ہے ۔ ان میں تین سو چالیس تلواریں ۔ پچاس زرہیں پچاس خود شامل تھے ۔ اس کے علاوہ ان کے مکانات زمینیں ، نخلستان ، باغات وغیرہ بھی حضور ﷺ کے قبضے میں آ گئے ۔

مال غنیمت وہ ہوتا ہے جو میدان جنگ میں لڑتے ہوئے مسلمان اپنے قبضے میں لیں ۔ اس کا حکم قرآن پاک سورۃ انفال میں ہے :

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ (سورۃ انفال ، ۴۱)

ترجمہ : اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو ۔ تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ۔ اس کا پانچواں حصہ اور رسول ﷺ کے لیے اور رشتہ داروں ، یتیموں ، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے ۔

اور اس کے علاوہ جو مال فیئ بھی وہ مال جو بغیر جنگ اور لڑائی کے مسلمانوں کے قبضے میں آ جائے تو یہ منقولہ یا غیر منقولہ بھی ہو سکتے ہیں ۔

ان اموال میں سے بطور حق مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اس کو خدا اور اس کا رسول ﷺ جس طرح چاہیں گے۔ تقسیم فرمائیں گے۔ سورۃ الحشر کی آیت میں ہے۔

القرآن: مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ (سورۃ حشر، ۷)

ترجمہ: جو مال پلٹا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ کا ہے۔ اس کے رسول (ﷺ) کا ہے اور رشتہ داروں، یتیموں اور مسافروں کے لیے ہے۔

رسول خدا ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ انصار کو یاد فرمایا۔ جب سب لوگ اکٹھے ہو گئے تو آقا دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اگر تم چاہو تو تمہارے اور فیئ کے اموال اکٹھے کر دیے جائیں اور پھر ان کو مہاجرین و انصار میں تقسیم کر دیا جائے اور اگر تمہاری مرضی ہو تو جو تمہارے مکانات اور زمینیں جو تم نے مہاجرین کو دے رکھی ہیں وہ تم کو واپس کر دی جائیں اور بنی نضیر کے اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیے جائیں۔ انصار میں سے حضرت سعد بن زراہ یا سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ ہمارے مال ان کے پاس ہی رہنے دیں اور بنی نضیر کے سب اموال بھی ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرما دیں۔''

سب انصار نے اس کی تصدیق کی اور حضور ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی:

اللھم ارحم الانصار۔

چنانچہ انصار کے مشورے سے یہ تمام اموال مہاجرین میں تقسیم فرما دیے گئے لیکن انصار کے مکانات وغیرہ اُن کو واپس لوٹا دیے گئے۔

ایک وہ وقت بھی تھا کہ لوگ آگے آگے دوڑتے تھے اور مال پیچھے پیچھے دوڑتا تھا۔ اور آج وہ وقت ہے کہ مال آگے آگے دوڑتا ہی اور لوگ پیچھے پیچھے دوڑتے ہیں۔ ہماری زندگی کا مقصد صرف مال کمانا رہ گیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت اس لیے پیدا کی ہیں تا کہ وہ آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ (الملک، آیت: ۲)

ترجمہ: زندگی اور موت کو اس لیے پیدا کیا ہے تا کہ تم کو آزمایا جائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔

(سبل الھدیٰ ۴/ ۴۵۱ تا ۴۵۷۔ الامتاع ۱/ ۱۵۱۔ ضیا النبی ۳/ ۶۱۲ تا ۵۹۶)

غزوہ ذات الرقاع

حضور نبی کریم ﷺ کو اطلاعات مل رہی تھیں کہ نجد کے علاقہ میں بنو محارب اور بنو ثعلبہ قبیلہ غطفان کے لوگ مسلمانوں

کے خلاف جنگی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ان لوگوں نے مسلمانوں کے ستر کے قریب مبلغین کو دھوکے سے اسلام کی تبلیغ کے لیے بلا کر قتل کر دیا تھا۔

حضور ﷺ نے مناسب سمجھا کہ ان لوگوں کو سبق سکھایا جائے۔

یہ علاقہ نجد کی طرف مدینہ منورہ سے کافی دور تھا اور مسلمانوں کے پاؤں سنگلاخ اور پتھریلی گرم زمین پر چلتے چلتے پھٹ پھٹ جاتے تھے اور یہ لوگ جو کوئی کپڑے کا ٹکڑا وغیرہ گرا پڑا ملتا تو اس کو اپنے پاؤں پر لپیٹ لیتے۔ اس لیے اس غزوہ کا نام زات الرقاع پڑ گیا۔ کیونکہ رقاع جمع ہے اور رقعہ واحد ہے۔ اس کا معنی کپڑے کا وہ ٹکڑا ہے جس سے پیوند لگایا جاتا ہے۔ علاوہ مسلمان اپنے پھٹے ہوئی جھنڈوں کو بھی پیوند لگاتے رہے۔ جس وادی میں یہ غزوہ ہوا اور مسلمانوں نے جس درخت کے نیچے حضور ﷺ کی معیت میں پڑاؤ کیا۔ اس درخت کا نام بھی زات الرقاع تھا۔

زات الرقاع کہنے کی یہ وجہ بھی بیان فرمائی ہے کہ اس وادی کے پہاڑ سخت سیاہ وسفید اور سرخ رنگ کے تھے۔ جیسے کپڑے کے ٹکڑے یکجا جوڑ دیے ہوں۔

حضور ﷺ اپنے چار سو صحابہ اور ایک روایت ابن کثیر کے مطابق سات سو صحابہ کے ساتھ یہاں تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ اور ایک روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں نائب مقرر فرمایا۔

جب حضور ﷺ نے یہاں پڑاؤ فرمایا تو یہ لوگ بھی ارد گرد کے بہت سے لوگوں کو اکٹھا کر کے لے آئے لیکن باوجود کثرت سے ہونے کے ان لوگوں کے دلوں میں حضور ﷺ کی دہشت بیٹھ گئی اور ان کو لڑائی شروع کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

حضور ﷺ خود تو لڑائی میں کبھی بھی پہل نہیں فرمایا کرتے تھے۔ کچھ دن دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے رہے۔ (الاکتفاء ۴/ ۱۵۴ تا ۱۵۲)

غورث کا واقعہ

اللہ تعالیٰ جس کی حفاظت کرے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ بنی محارب قبیلہ کا ایک آدمی جس کا نام غورث تھا اپنے سرداروں کے پاس گیا اور حضور ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کرنے کی سازش سے آگاہ کیا۔ انہوں نے اس کو خوشی خوشی روانہ کیا۔ یہ ایلچی بن کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی باتوں سے یہ ظاہر کیا جیسے یہ بھی ایمان لانا چاہتا ہو۔ حضور ﷺ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا جس سے اس نے نہ تو انکار کیا اور نہ اسے قبول کیا۔

باتوں باتوں میں اس نے حضور ﷺ کی تلوار اٹھانی چاہی اور کہا کہ یہ کتنی خوبصورت ہے۔ کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔ حضور ﷺ نے اجازت دے دی۔ اس نے دیکھنے کے دوران اس کو نیام سے باہر نکال کر لہرایا۔ اور کہا کہ کیا آپ میرے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر ڈرنے لگ گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تجھ سے ڈر نہیں لگ رہا ہے اور میرا خدا تیرے مکر سے

مجھے بچائے گا۔ یہ جواب سنتے ہی حضور ﷺ کا خوف اس کے دل میں بیٹھ گیا۔تلوار اس نے دوبارہ نیام میں رکھ کر حضور ﷺ کو واپس کر دی اور آپ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے ساتھ کبھی بھی جنگ نہ کرنے کا وعدہ کیا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ کبھی بھی آپ ﷺ کے ساتھ جو جنگ کرے گا اس کا ساتھ بھی نہیں دے گا اور چلا گیا۔

کچھ دن آمنے سامنے رہنے کے بعد کفار نے تو واپس لوٹ جانا ہی مناسب سمجھا۔ جب وہ واپس چلے گئے تو حضور ﷺ بھی بغیر لڑائی کے واپس تشریف لے آئے۔ کیونکہ لڑائی کا مقصد بھی کفار کے دلوں میں دھاک بٹھانا تھا۔اور یہ بغیر لڑائی کے ہی مرعوب ہو گئے کہ ان میں لڑائی کی جرأت بھی پیدا نہ ہوسکی۔

قرآن پاک کی حلاوت

رسول اللہ ﷺ نے اس سفر سے واپسی پر ایک جگہ رات کو پہرے کے لیے مہاجرین میں سے عمار بن یاسر اور انصار میں سے عباد بن بشر رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مقرر فرمایا عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات کے پہلے پہر اور عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات کے پچھلے پہر اپنی اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے کا پروگرام بنایا۔

رات کے پہلے پہر عباد بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو گئے تو عمار بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ دیر پہرہ دیتے رہے پھر آپ نے نماز کی نیت باندھ لی۔ وقت کو گزارنے کا اس سے زیادہ تصرف اور کیا ہوسکتا ہے۔ آج کل ہم لوگ اپنا فالتو وقت کس طرح بسر کرتے ہیں۔ہمارے مشاغل کیا ہیں حالانکہ وقت کا بہترین مصرف تو اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ ہر دم دل اسی میں لگا رہے۔ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے سوتے اور چلتے ہر وقت وہی خدا کی ذات اور وہی خدا کے محبوب کی ذات پیش نظر رہے۔ ہمارے پیرومرشد خواجہ گوہر دین رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور کوئی وظیفہ بتائیں۔آپ نے اس سے فرمایا کہ میاں یہ بتاؤ کہ جب کوئی عورت کسی مرد پر عاشق ہوجاتی ہے تو وہ کیا وظیفہ پڑھتی ہے۔اس آدمی نے کہا کہ حضور وہ تو کوئی وظیفہ نہیں پڑھتی۔آپ نے فرمایا کہ کیا وہ دن رات کسی وقت اس کے خیال سے غافل بھی ہوتی ہے۔وہ شخص کہنے لگا۔نہیں حضور ہر وقت اس کو اسی کا خیال رہتا ہے۔اور وہ کسی دم بھی اس کے خیال سے فارغ نہیں ہوتی۔آپ نے فرمایا کہ یہی وظیفہ ہے کہ ہر دم اسی کا خیال رہے۔

القرآن: الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ (آل عمران)

ترجمہ: اور وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔کھڑے اور رکوع میں اور بیٹھے ہوئے بھی اور فکر کرتے رہتے ہیں۔ زمین و آسمان کی خلقت میں۔ یااللہ یہ سب کچھ تو نے باطل پیدا نہیں فرمایا۔تیری ذات پاک ہے۔تو مجھ کو دوزخ کو عذاب سے بچالے۔(آمین ثم آمین)

یا اللہ حضور ﷺ کی ساری امت کی اصلاح فرما۔ساری امت پر رحم فرما۔ یا اللہ ساری امت مرحومہ پر سے تکلیفیں

مصیبتیں، آزمائشیں دور فرما۔ یا اللہ جس جس چیز میں جو جو کوئی بھی پھنسا ہوا ہے اس سے اس کو حضور ﷺ کے صدقے میں رہائی عطا فرما۔ سب کی مدد فرما اور سب کو معافی عطا فرما کر بغیر حساب وکتاب کے بخش لے۔ تیرے سوا ہمارا کوئی مدد گار نہیں۔ تیرے حبیب پاک کے سوا ہمارا کوئی دروازہ نہیں کہ جس کے ذریعے ہم تجھ تک رسائی کرسکیں۔ اور نہ ہی ہم میں طاقت ہے کہ نیکی کرسکیں اور نہ ہی ہم میں طاقت ہے کہ برائی سے بچ سکیں مگر تو چاہے جس طرح تیری پاک ذات عالی اور عظمت والی چاہے۔

یا اللہ! ہمیں دوزخ اور قبر کے عذاب سے بچالے اور پل صراط پر ثابت قدمی فرما کر گزار دے اور میزان میں ہمارے نیک عملوں کو بھاری فرمادے۔

آمین بجاہ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ

نثارالنبی ولد صوفی محمد ریاض ولد صوفی محمد چراغ

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہرہ دیتے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ رات کا سہانا وقت تھا۔ تمام لشکر سویا ہوا تھا۔ اور نماز میں قرآن پاک کی تلاوت نے آپ پر کیفیت وسرور طاری فرمادیا تھا اور اس ذات پاک کی عبادت میں کیف وسرور کا جو نشہ ہے۔ اس کا کوئی بھی نشہ مقابلہ نہیں کرسکتا ہے۔

اچانک دشمن کے ایک آدمی نے گھات لگا کر ایک تیر مارا۔ جو سیدھا نشانے پر لگا اور خون نکلنے لگا۔ آج کل کوئی عام مولوی یہ دیکھتا تو کہتا کہ یہ تو نماز ہی فاسد ہوگئی ہے لیکن قرآن پاک کی تلاوت کا جو سرور ان کو آ رہا تھا۔ انہوں نے تیر کو نکالنا مناسب نہ سمجھا اور یوں ہی قرآن پاک کے سحر میں ڈوبے رہے۔ اس کافر نے دوسرا تیر مارا۔ وہ بھی ٹھیک نشانے پر لگا اور مزید خون بہنے لگا۔ آپ نے پھر بھی نماز جاری رکھی۔

اچانک اس کافر نے ایک اور تیسرا تیر مارا جس سے ایک خون کا فوارہ نکلا۔ آپ کو ڈر ہوا کہ کہیں خون زیادہ بہہ جانے سے موت ہی واقع نہ ہوجائے۔ اس لیے آپ نے نماز مختصر کر کے سلام پھیرا اور اپنے ساتھی مہاجر عمار بن یاسر کو اٹھایا۔ انہوں نے آپ کو خون میں لت پت دیکھا۔ تو فرمایا کہ آپ نے مجھے فوراً ہی مطلع کیوں نہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ نماز میں قرآن پاک کی سورت میں مجھے اتنی لذت آ رہی تھی کہ میں اس کو منقطع نہیں کرنا چاہتا تھا۔

دشمن کے آدمی نے آپ کی جوانمردی دیکھی تو بھاگ گیا۔ ایک اور موقع پر ایک دفعہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک تیر لگا۔ بڑی کوشش کے باوجود وہ باہر نہیں نکل رہا تھا۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ٹھہرو مجھے نماز نیت لینے دو۔ جب آپ نے نماز شروع فرمائی تو آپ کا جسم اتنا نرم ہوگیا کہ لوگوں نے آسانی سے تیر نکال لیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو پتہ بھی نہ چلا۔

35

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اونٹ

لشکر کی واپسی پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اونٹ بہت سست رفتاری سے چل رہا تھا۔ سب لوگ اس سے آگے نکلے جا رہے تھے۔ اتنے میں سرکار دو عالم ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا:

مالك يا جابر

ترجمہ: جابر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور ﷺ یہ میرا اونٹ تھکا ماندہ اور لاغر ہے۔ اس لیے نہیں چل رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے بٹھاؤ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اسے بٹھایا تو حضور ﷺ نے بھی اس کے ساتھ اپنا اونٹ بٹھا دیا۔ حضور ﷺ نے حضرت جابر کی چھڑی ان کے ہاتھ سے لے کر اونٹ کو اس سے تین کچوکے دیے اور فرمایا کہ جابر اس پر سوار ہو جاؤ۔

اب دوبارہ یہ چلا تو یہ بہت تیز رفتار ہو گیا اور حضور ﷺ کے اونٹ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ جب یہ اونٹ حضور ﷺ کی برکت سے تیز رفتاری سے چلنے لگا تو حضور ﷺ نے حضرت جابر سے پوچھا کیا اسے بیچو گے۔ عرض کی حضور ﷺ کو اسے ہدیتاً نذر کرتا ہوں۔ فرمایا نہیں قیمتاً لوں گا۔ اور ایک اوقیہ سونے کے وزن عوض سودا طے پا گیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ جابر کیا تم نے شادی کر لی ہے۔ عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیا کسی کنواری سے شادی کروائی ہے۔ یا کسی ثیبہ (طلاق یافتہ یا بیوہ) عورت سے۔

عرض کی کہ ثیبہ عورت سے شادی کروائی ہے۔ فرمایا کہ کسی کنواری عورت سے شادی کیوں نہیں کروائی۔ کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تجھ سے کھیلتی۔ عرض کی کہ حضور ﷺ کہ جنگ احد میں میرے والد شہید ہو گئے تھے اور انہوں نے سات بیٹیاں چھوڑیں۔ میں کسی ایسی عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا کہ جو میری سات بہنوں کو بھی سنبھال سکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اصبت انشاء الله

ترجمہ: تم نے انشاء اللہ درست فیصلہ کیا ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ انشاء اللہ ہم صرار (ایک گاؤں) پہنچیں گے تو لشکر اسلام کی ضیافت کریں گے اور اونٹ ذبح کریں گے۔ مجاہدین وہاں دن بھر ٹھہریں گے۔ اسی اثنا میں تمہاری بیویوں کو تمہاری آمد کا علم ہو جائے گا اور وہ تمہارے بستر کی چادریں تکیے اور غلاف وغیرہ دھو دھا کر تیار ہو کر تمہارا استقبال کریں گی۔ عرض کی اس غریب کے پاس پردے وغیرہ کہاں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

انها ستكون انشاء الله

ترجمہ: جلد ہی وقت آئے گا۔

تمہارے پاس یہ سب چیزیں ہوگی۔

لشکر اسلام جب صرار گاؤں پہنچا تو وہاں اونٹ ذبح کیے گئے اور ان کی ضیافت کی گئی اور دن بھر لشکر یہاں رہا اور شام کو یہ لوگ مدینہ طیبہ پہنچے۔

دوسرے دن حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا اونٹ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باہر بیٹھ کر آپ ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔

سبحان اللہ کیا ادب اور کیا ادائیں حضور ﷺ کے صدقے میں آپ علیہ السلام کے صحابہ اکرام کو ملیں تھیں۔ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے۔ اونٹ کو دیکھ کر فرمایا کہ کس کا اونٹ ہے عرض کی گئی۔ حضرت جابر کا۔ فرمایا۔ اسے بلاؤ۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ میرے بھتیجے یہ اونٹ میں نے تمہیں دے دیا ہے۔ اسے لے لو اور آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ جابر کو ایک اوقیہ سونا دے دو۔ آپ نے ایک اوقیہ سے کچھ زیادہ ہی مجھے دے دیا اور میں اونٹ بھی واپس لے کر آ گیا اور حضور ﷺ کے عطیہ کی برکت سے ان کے ہاں برکتیں ہی برکتیں ہوگئیں۔ (الاکتفاء ۲/ ۱۵۴)

غزوہ بدر الصغری

رسول اللہ ﷺ کو غزوہ احد سے واپسی پر ابوسفیان نے چیلنج یاد تھا۔ ابوسفیان نے کہا تھا کہ ہم ایک سال بعد بدر کے مقام پر دوبارہ نبرد آزما ہوں گے اور حضور ﷺ نے اس کے اس چیلنج کو قبول فرمایا تھا۔

ابوسفیان نے مدینہ کے گرد ونواح میں اپنے جاسوس پھیلا دیے تاکہ مسلمانوں کو خوفزادہ کر سکے۔ کہ وہ بدر کے مقام پر نہ آ سکیں۔ ان لوگوں نے مدینہ منورہ میں یہ افواہیں پھیلا دیں کہ ابوسفیان بہت بڑا لشکر اور بہت سا اسلحہ لے کر بدر کے مقام پر لڑنے کے لیے آ رہا ہے۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کفار نے افواہوں کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرنے والا ہے اور اپنے نبی ﷺ کو عزت دینے والا ہے۔ ہم نے قوم کے ساتھ بدر میں جنگ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ہم پسند نہیں کرتے کہ ہم وہاں نہ پہنچیں۔ اس طرح وہ ہمیں بزدل خیال کریں گے۔ آپ ﷺ اس مقررہ تاریخ پر تشریف لے چلئے اللہ کی قسم اسی میں خیر و برکت ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لاخرجن وان لم یخرج تجی احد

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ میں ضرور ان کے مقابلہ کے لیے نکلوں گا۔ خواہ میرے ساتھ ایک آدمی بھی نہ جائے۔

سبحان اللہ کیا شان رسالت ہے ۔سبحان اللہ کیا شان جوانمردی ہے اور کیا بہادری ہے ۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد مبارک کو سن کر مدینہ منورہ کا ہر جوان تیار ہوگیا تا کہ آقا دو عالم ﷺ کے ہمراہ جا کر کفار کا مقابلہ کر سکے ۔

سرکار دو عالم ﷺ نے غزوہ ذات الرقاع کے تین ماہ بعد ماہ شعبان میں بدر کی جانب رخ فرمایا ۔مدینہ منورہ میں حضور ﷺ نے عبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد نبوی میں نماز کے لیے مقرر فرمایا اور لشکر اسلام کا جھنڈا سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔

حضور ﷺ اپنے پندرہ سو صحابہ کے ہمراہ میدان بدر میں تشریف لے گئے ۔ادھر ابوسفیان بھی لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنے دو ہزار کے لشکر کے ہمراہ باہر نکلا۔اس سے پہلے ابوسفیان نے نعیم بن مسعود الاشجعی کو مدینہ میں بیس اونٹوں کا لالچ دے کر اور تیز رفتار اونٹ دے کر حالات کی خبر لینے اور مسلمانوں میں افواہیں پھیلانے کے لیے بھیجا ہوا تھا۔تا کہ مسلمان مدینہ سے ڈرتے ہوئے باہر ہی نہ نکلیں ۔لیکن نعیم اپنی مہم میں ناکام رہا اور اس نے واپس آ کر ابوسفیان کو بتایا کہ مسلمان ذرا خوفزدہ نہیں اور بدر کے مقام پر خوب تیاری کے بعد پہنچ رہے ہیں ۔اور ان کی تعداد تقریباً دو ہزار کے قریب ہے ۔

ابوسفیان کا لڑائی کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔اور وہ اندر سے مسلمانوں سے ڈرتا تھا۔وہ صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے دو ہزار کا لشکر لے کر باہر نکلا اور ظہران کے مقام پر مجنہ کے نواح میں پہنچنے کے بعد اس نے لشکر سے کہا کہ قحط سالی کا دور ہے اور مویشیوں کے لیے چارہ بھی نہیں ہے ۔ہم جب حالات بہتر ہوں گے تو لڑائی کے لیے جائیں گے ۔فی الحال واپس چلے جاتے ہیں ۔سب لوگوں نے شکر کر کے یہ تجویز پسند کی ۔کیوں کہ کسی کی بھی مرضی لڑنے کی نہیں تھی اور ہر ایک خوفزدہ تھا ۔یہ لوگ واپس ہو گئے ۔

رسول اللہ ﷺ نے آٹھ روز تک ابوسفیان اور اس کے لشکر کا انتظار فرمایا۔لیکن کوئی بھی نہ آیا۔مخشی بن عمرو ضمری کے ساتھ غزوہ ودان کے موقع پر حضور ﷺ نے دوستی کا معاہدہ کیا تھا۔اس موقع پر بدر میں حاضر ہوا اور اس طرح گفتگو کی کہ وہ جیسے کفار کی حمایت کر رہا ہو ۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو باہمی معاہدہ کو توڑ دو ۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک سن کر وہ ڈر گیا اور کہنے لگا کہ ہم کبھی آپ ﷺ پر دست اندازی نہیں کریں گے اور اپنے دوستی کے معاہدہ کو برقرار رکھیں گے ۔

لشکر اسلام میدان بدر میں چونکہ تجارتی منڈی لگتی تھی ۔اس لیے وہاں کاروبار کے لیے سامان تجارت ساتھ لے گئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک درہم کے ساتھ ایک درہم کمایا۔(سبل الہدی ۴/ ۴۷۹ تا ۴۷۸)

سال چہارم دیگر واقعات

حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۴ ہجری ربیع الثانی میں وفات پائی۔آپ کو ام المساکین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔آپ صرف آٹھ ماہ حضور ﷺ کی زوجیت میں رہیں۔حضور ﷺ نے ان کا جنازہ پڑھایا اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

آپ کا تعلق نجد کے علاقے سے تھا۔اِن سے مسلمانوں کے تعلقات نہایت کشیدہ تھے۔اس سے قبل حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے تین نکاح کیے تھے لیکن اِن کے تینوں خاوند وصال فرما گئے تھے۔حضور علیہ السلام نے اِن کی دلجوعی کے لیے شادی فرمائی تھی۔لیکن یہ آٹھ ماہ بعد ہی خالق حقیقی سے جا ملیں۔(سیرت النبی ﷺ جلد ششم ڈاکٹر طاہر القادری صفحہ ۱۹۵)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح مبارک

حضور ﷺ کے رضاعی بھائی حضرت ابوسلمہ حضور ﷺ پر شروع ہی میں مکہ مکرمہ میں ایمان لے آئے تھے۔آپ کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔جب کافروں نے مسلمانوں کا جینا حرام کردیا تو آپ دوسرے لوگوں کے ساتھ حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے۔حضرت ام سلمہ کا نام ہند تھا۔اور آپ کی کنیت ام سلمہ تھیں اور آپ کا تعلق قریش کے بنی مخزم قبیلے سے تھا۔حبشہ سے واپس آنے کے بعد حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے اپنی بیوی ام سلمہ اور بیٹے سلمہ کو لے کر چلے تو ام سلمہ کے رشتہ داروں نے آپ کو روک لیا اور کہا کہ ہم اپنی بیٹی کو مدینہ نہیں جانے دیں گے اور وہ ان کی بیوی کو اِن سے چھین کر لے گئے۔حضرت ابوسلمہ تن تنہا ہی دیار محبوب حضور ﷺ کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ادھر ابوسلمہ کے رشتہ داروں کو پتہ چلا تو انہوں نے ام سلمہ سے ان کا فرزند چھین لیا کہ یہ تو ہمارا بیٹا ہے۔

جس ٹیلے کے پاس سے ام سلمہ سے ان کا بیٹا اور شوہر جدا ہوئے۔آپ وہاں روز ایک سال تک جا کر صبح وشام ان کی یاد میں روتی رہیں۔ایک دن ان کے چچا زاد بھائی کا ادھر سے گزر ہوا اس کو ان پر ترس آ گیا۔اور ان کا بیٹا ان کی بدولت ان کو واپس مل گیا اور ان کے میکے والون نے بھی ان پر ترس کھا کر ان کو مدینہ طیبہ اپنے خاوند کے پاس جانے کی اجازت دے دی اور یہ تن تنہا ہی مدینہ طیبہ کی طرف چل پڑیں۔راستے میں ان کو ایک شریف النفس آدمی مل گیا جس نے ان کو بحفاظت مدینہ طیبہ پہنچا دیا۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدر اور احد کی جنگوں میں حصہ لیا۔احد کی جنگ میں آپ شدید زخمی ہو گئے کہ زخم مندمل ہونے لگے تو آپ ایک اور مہم پر روانہ ہو گئے جس کو سر کرنے میں کافی دن لگ گئے اور ان کے زخم پندرہ بیس دن بعد آتے آتے دوبارہ کھل گئے۔بعد کچھ دن بیمار رہنے کے بعد آپ اپنے رب کریم سے جا ملے۔

حضرت ام سلمہ پر غم کا پہاڑ آ پڑا۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے خاوند سے سنا تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی پر کوئی مصیبت آئے اور وہ اس پر صبر کرے اور اللہ تعالیٰ سے اجر طلب کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے کہ مجھے اس سے بہتر چیز عطا فرما۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی التجا کو قبول فرما لیتا ہے۔

آپ فرماتی ہیں کہ میں نے یہ دعا تو مانگ لی لیکن ابوسلمہ کے بدلے میں مجھے کیا بہتر چیز ملے گی اس کی مجھے سمجھ نہیں آئی تھی۔ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے نکاح کا پیغام آیا۔ جس کو میں نے قبول نہ کیا پھر مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے شادی کا پیغام آیا۔ اسے بھی میں نے قبول نہ کیا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ جب مجھے حضور ﷺ کی طرف سے پیغام آیا تو میں نے مرحبا کہا اور مجھے اس وقت آپ ﷺ کی دعا یاد آئی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ سے بہتر خاوند عطا فرمائے ہیں۔ لیکن میں نے بڑے ادب سے آقا حضور ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میں تین باتوں سے ڈرتی ہوں کہ مجھ میں غریت کا جذبہ بہت شدید ہے (یعنی دوسری امہات المومنین کے ساتھ کیسے گزارہ کروں گی) دوسرا میرا یہاں کوئی ولی نہیں جو میری طرف سے ایجاب وقبول کرے۔ اور تیسرا میں بال بچے دار ہوں۔

حضور سرورکائنات ﷺ نے فرمایا کہ

> ''تمہاری غیرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔ وہ غیرت کا جذبہ تم سے دور کر دے گا اور تمہارے بچوں کا اللہ تعالیٰ خود نگہبان ہے۔''

آپ نے حضور ﷺ کے نکاح کے پیغام کو قبول فرمایا اور ان کے بیٹے حضرت سلمہ نے ان کے ولی کے فرائض انجام دیے۔

جب یہ کاشانہ نبوت میں تشریف لائیں تو آپ میں غیرت جو کہ دوسری عورتوں سے ہوتی ہے بالکل نہ رہی۔

آپ سات سال تک حضور ﷺ کے ساتھ رہیں اور چراسی سال کی عمر میں آپ نے ساٹھ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (سیرت النبی ۲/ ۱۹۵۔ تاریخ الخمیس ا/ ۴۶۶)

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کی وفات

حضور ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ نے حضور علیہ السلام کی والدہ کی وفات کے بعد والدہ کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ ان کا ہر طرح سے خیال رکھا۔ یہ اعلان نبوت کے فوراً بعد ہی ایمان لے آئیں تھیں۔ آپ بھی ہاشمی تھیں اور حضرت ابوطالب بھی ہاشمی تھے۔ حضور ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی۔ چار ہجری میں آپ کی وفات ہوگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

جزاك الله من امٍّ خير لقد كنت خيرا۔

ترجمہ: اے میری ماں تجھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے بیشک تو بہترین ماں تھی۔

حضورﷺ نے انہیں اپنی قمیص پہنائی اور ان کی قبر میں لیٹے۔

آپﷺ نے فرمایا کہ میں نے انہیں اپنی قمیص اس لیے پہنائی ہے کہ انہیں جنت کا لباس پہنایا جائے اور ان کی قبر میں اس لیے لیٹا ہوں کہ یہ قبر اِن پر کشادہ ہو جائے۔(تاریخ الخمیس ۱/۴۶۷)(خاتم النبیین ۲/۶۳۷)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش مبارک

آپ کا لقب سبط الرسول اور ریحان الرسول اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔آپ سنہ ۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔حضورﷺ کو جب آپ (سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ) کی پیدائش کی خبر دی گئی تو حضورﷺ بہت خوش ہوئے اور خود تشریف لے کر آئے۔بچے کو گود میں اٹھایا اور ایک کھجور لے کر اس کو منہ میں خوب نرم کیا اور اپنے لعاب دہن کے ساتھ ملا کر بچے کو گھٹی دی گئی۔سبحان اللہ کیا قسمت ہے۔دنیا میں تشریف لاتے ہی حضورﷺ کے لعاب دہن کی پہلی خوراک۔سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لخت جگر ہونا۔آپ نے ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔رسول خداﷺ نے فرمایا:

"جس نے ان دوشہزادوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض کیا اس نے مجھ سے بغض کیا۔"(سند احمد بن حنبل ۴۔۴۴۰،سیرت النبی ڈاکٹر طاہر القادری ۶۔۱۹۴)

رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ

"حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔"

ساتویں دن عقیقہ اور بال منڈائے گئے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی اور نام رکھا گیا۔بندہ ناچیز کو امام عالی مقام نے پچھلے دنوں اپنی زیارت سے مشرف فرمایا۔آپ نہایت ہی پرنور روشن چہرے کے ساتھ صحابہ کے ساتھ تشریف فرماہیں اور درمیان میں ایک سڑک ہے جس کے دوسرے کنارے پر بیٹھا میں آپ کے چہرہ مبارک کی تلاوت کرتا رہا اور کافی دیر آپ کے چہرہ مبارک کی زیارت سے مستفید ہوتا رہا۔

کہاں میں کہاں یہ قسمت تیرے در پہ کھینچ لائی
کبھی خود کو دیکھتا ہوں کبھی تجھ کو دیکھتا ہوں

آپ کی میدان کربلا میں شہادت کے متعلق حضور نبی کریمﷺ نے بہت پہلے فرما دیا تھا اور آپﷺ ان کی گردن مبارک کو بوسا دیا کرتے تھے۔

حضرت ام الفضل حضورﷺ کی چچی فرماتی ہیں کہ ایک روز میں نے دیکھا کہ حضورﷺ امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی گود میں لیے ہیں اور آنکھوں سے موتیوں کی جھڑیاں گر رہی ہیں۔میں نے پوچھا اے نبی اللہ

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ۔آپ ﷺ کیوں رو رہے ہیں ۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی ۔میں نے کہا کیا اس کو ۔فرمایا ہاں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کربلا کے مقتل کی مٹی بھی میرے پاس لائے ۔

(ضیاء النبی سوم صفحہ ۶۲۴)

سریانی زبان سیکھنے کا اہتمام

جب دنیا اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی اور ثقافتی سطح پر بین الاقوامی زبانیں سیکھنے کا رہتمام نہ تھا تو معلم اعظم رسول خدا ﷺ نے سب سے پہلے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم فرمایا۔تا کہ یہود سے خط وکتابت میں آسانی رہے ۔حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی نجار قبیلہ سے تھے ۔اوران کے پاس یہود کے خط وغیرہ آتے جاتے تھے ۔ان کو حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔حضور ﷺ کو بتایا گیا کہ انہوں نے پندرہ سپارے حفظ کر لیے ہیں ۔حضور ﷺ نے ان سے قرآن پاک سنا اور اِن کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم فرمایا اور آپ نے صرف سترہ دن کی قلیل مدت میں سریانی زبان پر عبور حاصل کرلیا اور خط وکتابت کے قابل ہو گئے ۔

شرعی احکام ۴ ہجری

صلوٰۃ الخوف

غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر کفار پر مسلمانوں کا رعب چھایا رہا اور وہ حملہ نہ کرسکے ۔حضور ﷺ بھی جنگ میں پہل نہیں فرمایا کرتے تھے ۔کفار مسلمانوں کی نماز کا انتظار کرنے لگے ۔کہ جب نماز پڑھ رہے ہوں تو یکبارگی ان پر حملہ کر دیا جائے ۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نماز الخوف کا طریقہ بتایا اور کفار کی سازش سے آگاہ فرمایا۔

حضور ﷺ نے حکم دیا کہ آدھا لشکر کفار کے مقابل چوکس رہے اور آدھا لشکر میرے پیچھے ایک رکعت پڑھ لے اور واپس چلا جائے اور بقیہ آدھا لشکر آ کر میرے پیچھے دوسری رکعت پڑھ لے ۔اور پھر بقایا لوگ بھی نماز مکمل کرلیں ۔

سبحان اللہ کیا وحدت ہے کہ سب لشکر کو حضور ﷺ کی امامت بھی میسر آجائے گی ۔ یہ ہے ایک وحدت کا سبق یہ ہے کہ حضور ﷺ کو اپنے ہر ہر کام میں امام ماننے کا درس ۔

چاہے حالات کچھ بھی ہوں مصائب کی آندھیاں چلیں ۔طوفانوں کی گھٹائیں چھا جائیں ۔ چاہے کتنے مصائب ہوں رسول خدا ﷺ کے اسوہ حسنہ ہی کی طرف دیکھیں ۔آپ ﷺ ہی کو اپنا رہبر مانیں تو آپ کامیاب ہوں گے ۔

آج بھی امت مرحومہ اگر زبانی کہنے کی بجائے عملاً حضور علیہ السلام کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لے تو اغیار کے پٹوں

سے اِس کو نجات مل جائے گی۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے کرتا ہے بے نیاز تجھے

حرمت خمر کا حکم

اکثر لوگ عرب میں شراب کے رسیا تھے۔ جواء بھی عام تھا اور لوگ تیروں کے ذریعہ فال بھی نکالتے تھے۔
سورۃ بقرہ کی آیت میں ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ (البقرہ، آیت:۲۱۹)

ترجمہ: آپ ﷺ سے شراب اور جوئے کی نسبت سوال کرتے ہیں آپ ﷺ فرما دیں اِن دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ دنیاوی فائدے بھی ہیں مگر اِن دونوں کا گناہ اِن کے نفع سے بڑھ کر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات علیم وحکیم ہے وہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

مدتوں سے شراب و جوئے کے لوگوں کو پہلے ذہنی طور پر تیار کیا جا رہا ہے اور حکمت الٰہی کے مطابق بتدریج احکام الٰہی نازل فرمائے جاتے رہے۔

جب لوگوں کا ذہن بن گیا اور اکثر لوگوں نے شراب کو چھوڑ دیا تو پھر حکم نازل ہوا کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ

(النساء، آیت: ۴۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ یہاں تک کہ تم وہ بات سمجھنے لگو جو کہتے ہو۔

اور اِس کے کچھ دیر بعد شراب و جوئے کی قطعی حرمت کا حکم نازل فرما دیا گیا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ (المائدہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور (عبادت کے لیے) نسب کیے گئے بت اور (قسمت معلوم کرنے کے لیے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں۔ سو تم کلیتاً اِن سے پرہیز کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈلوائے اور

تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے کیا تم باز آجاؤ گے۔ 35

اس قطعی حکم کی آواز جس جس کے کان میں پڑی اُس نے فوراً شراب نالی میں بہا دی اور مدینہ کی گلیوں میں اُس دن شراب پانی کی طرح بہہ رہی تھی۔ (خاتم النبیین ۷۵۷۔ ضیاالنبی ۳۔ ۶۳۰)

سبحان اللہ کیا شان پاک ہے۔

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

ترجمہ: اور (میرے رسول) تم کو پاک کرتے ہیں اور تم (لوگوں) کو کتاب اور حکمت کا علم سکھاتے ہیں۔

وہ رسول امی ﷺ جو بظاہر کسی انسان سے نہیں پڑھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے تعلیم یافتہ ہیں۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ (الرحمٰن)

ترجمہ: (وہ) رحمٰن جس نے قرآن سکھایا۔

حضور نبی کریم ﷺ کس طرح تربیت فرما رہے ہیں بلکہ اگر دیکھنے والی آنکھ ہو تو وہ اَب بھی ہر ایک کی تربیت فرما رہے ہیں اور پاک فرما رہے ہیں ہر ہر آدمی کے لیے ہر ہر لمحہ کو کس طرح گزارنا ہے لیکن یہ اُس کو نصیب ہوتا ہے جو ہر وقت حضور علیہ السلام کی طرف اپنی توجہ رکھے۔

لیکن افسوس کہ ہم نے اپنی آنکھیں ہی بند کر رکھیں ہیں وہ کرم کا بادل تو ہر لمحہ ہر ایک پر برسنے کے لیے تیار ہے لیکن افسوس کہ ہم نے اِس بارش میں اپنا برتن ہی اُوندھا رکھا ہوا ہے اگر موسلا دھار بارش میں برتن کو سیدھا رکھا جائے گا تو اُس میں رحمت کا پانی برسے گا آج امت مرحومہ میں ہمارے جوانوں، بوڑھوں اور بچوں کو نہایت شدت سے اسلامی تعلیمات کی ضرورت ہے ہم اپنے نصاب تعلیم میں دنیا جہاں کے علوم وفنون پر زور دیتے ہیں اور کروڑوں اَربوں روپے خرچ کرتے ہیں لیکن قرآن و حدیث کی تعلیم پر اتنا زور نہیں دیتے حالانکہ اِسی تربیت سے ہمارے بچے سدھریں گے اور اپنے ماں باپ کا ادب کریں گے اور نماز روزے احکامات دین کی پابندی کریں گے اور ایک نیک اور صالح معاشرہ وجود میں آئے گا جو کل پوری دنیا پر چھا کر اِسلام کا نام بلند کرے گا۔ (العبد مسکین نثار النبی ولد صوفی محمد ریاض ولد صوفی محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ)

پانچویں ہجری کے اہم واقعات

ہجرت کے پانچویں سال کے اہم واقعات میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا آزاد ہونے کے بعد اسلام لانا غزوہ ذمۃ الجندل، حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا کی وفات، چاند گرہن بلال بن حارث المزنی کے وفد کی آمد، ضمام بن ثعلبہ کی آمد، غزوہ مریسیع تنازع جھجھاہ، ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے آقا علیہ السلام کا نکاح واقعہ افک۔ غزوہ خندق غزوہ بنو قریظہ، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے حضور علیہ السلام کا نکاح مبارک، مدینہ طیبہ میں زلزلہ، گھڑ دوڑ اور حج کی فرضیت کا حکم ہے۔

35

غزوہ دُومۃ الجندل

رسول اللہ ﷺ نے اب تک نزدیک اِردگرد کے حالات ٹھیک فرمانے پر توجہ فرمائی تھی۔ اب ذرا فراغت ہونے کے بعد اِس دور دراز علاقے کی طرف توجہ فرمائی۔ یہ شہر شام کی سرحد کے نزدیک واقع تھے اور سلطنت روم کا ایک صوبہ تھا اِطلاع ملی تھی کہ یہاں پر راہزنوں اور ڈاکوؤں کا بسیرا رہتا تھا جو آتے جاتے مسافروں کو لوٹتے تھے اور علاوہ اکٹھے ہو کر مدینہ میں مسلمانوں پر حملے کا پروگرام بھی بنا رہے تھے۔ علامہ ابن قیم کے مطابق دومۃ الجندل اور دومۃ الجندل دو الگ الگ شہر ہیں باقی لوگوں نے ایک شہر کا ہی لکھا ہے یہ مدینہ منورہ سے پندرہ رات کی مسافت پر ہے اور یہاں سے شام کا فاصلہ صرف پانچ رات ہے۔

رسول اللہ ﷺ اس سفر میں رات کو سفر فرماتے تھے اور دن کو آرام کرتے تھے۔ مقصد بے خبری میں دشمن کو جا لینا تھا۔

سبحان اللہ کیا ہمارے نبی علیہ السلام کی شان ہے آپ ﷺ دنیا کے سب سے بڑے کمانڈر انچیف ہیں آج فوج کے لوگوں نے جو بڑی عرق ریزی کے بعد لڑائی کے طریقے وضع کیے ہیں حضور علیہ السلام اُن سب پر حاوی نظر آتے ہیں فوج میں سب سے بڑی بات ہوتی ہے راز داری اور دوسری بڑی بات دشمن کو اچانک جا لینا اور تیسرا اپنے آپ کو چھپائے رکھنا اور چوتھا نظم وضبط اور اپنے سے بڑے کی عزت اور اُس کا حکم ماننا اور پانچواں کردار کی پختگی وغیرہ وغیرہ جس بھی چیز کو آپ دیکھیں گے مسلمان مجاہدین میں یہ انتہا درجہ کی آپ کو نظر آئیں گی۔

حضور نبی کریم رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں سباہ بن عرفطہ الغفاری کو اپنا نائب بنایا اور ربیع الاول کے اخر میں مدینہ منورہ سے ایک ہزار لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔

حضور علیہ السلام نے بنو عذرہ قبیلے کے ایک آدمی کو لشکر اسلام کی رہبری کے لیے چُنا۔ یہ بہت تجربہ کار تھا اِس کا نام مذکور تھا۔

اِس آدمی نے قریب پہنچ کر عرض کی کہ پہلے میں جا کر دیکھتا ہوں سرکار دو عالم ﷺ نے اِس کو اجازت فرما دی اِس نے واپس آ کر بتایا کہ یہ لوگ ڈر کر اُونٹ و بکریاں بھی چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے پیش قدمی فرمائی اور بہت سے اونٹ و بکریوں پر قبضہ فرما لیا۔ دشمن کا صرف ایک آدمی ہی قابو میں آیا۔ کئی دن اِس پر اسلام پیش کیا جاتا رہا بالآخر اُس کی تقدیر سنور گئی اور وہ اسلام لے آیا۔

واپسی پر حضور علیہ السلام نے عیینہ بن حصین فزاری سے معاہدہ فرمایا کہ وہ تغلبین سے مراض تک کے علاقہ میں اپنے اونٹوں و مویشیوں کو چرا سکتا ہے۔

حضور علیہ السلام ربیع الثانی کی بیس تاریخ کو تقریباً ایک مہینہ کے بعد واپس مدینہ منورہ خیریت و عافیت کے ساتھ تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ ہمارے پیغمبر عظیم ﷺ پر درود وسلام بھیجتا رہے اور ہر ہر لمحہ حضور علیہ السلام کے درجات کو بلند فرماتا رہے۔ آمین ثم آمین اور تمام عالمین کو اور خاص کرامت مرحومہ کو حضور علیہ السلام کی رحمت کے سمندر بیکراں سے حصہ ملتا رہے۔ آمین ثم آمین بجاہ

نبی کریم رؤوف رحیم ﷺ۔(زاد المعاد ۳/ ۲۵۵)

غزوہ مریسیع مصطلق

رسول اللہ ﷺ غزوہ مریسیع مصطلق کی طرف غزوہ جندل کے پانچ ماہ اور تین دن بعد سات سو صحابہ کرام کے لشکر کے ساتھ چلے۔

عروہ بن زبیر، موسیٰ بن عقبہ ابن شہاب قتادہ اور واقدی کے نزدیک یہ غزوہ حضور علیہ السلام کی سربراہی میں شعبان پانچ ہجری میں وقوع پذیر ہوا اور ابن اسحاق کے نزدیک سرکار دو عالم ﷺ نے چھ ہجری شعبان کو یہ غزوہ لڑا۔ امام بیہقی نے بھی اِسی قول کی تصدیق کی ہے۔ حضور علیہ السلام اِس غزوہ کے لیے دو شعبان کو مدینہ منورہ سے تشریف لے کر چلے۔ حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں جانشین مقرر فرمایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاعات ملی تھیں کہ بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی فرار نے اپنی قوم اور اِرد گرد کے بدو قبائل کو جمع کرنا شروع کیا ہوا ہے تاکہ مسلمانوں پر حملہ کیا جا سکے۔ اطلاعات کی تصدیق کے لیے حضور علیہ السلام نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ جنہوں نے اِس بات کی تصدیق کی تھی۔ مقدمہ الجیش پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا گیا اِس سفر میں رفاقت کا قرعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کا نکلا تھا۔ چونکہ یہ نزدیک کا سفر تھا اور اِس میں کثیر مال غنیمت کی توقع تھی اس لیے کثیر تعداد میں منافقین بھی ساتھ ہو لیے۔

مریسیع کا یہ ایک چشمہ تھا جہاں دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ مہاجرین کا علم سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اور انصار کا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مرحمت ہوا۔ مسلمانوں کا شعار یا منصور اَمِتْ اَمِتْ مقرر ہوا۔

پہلے پہر تک مسلمان اور کفار ایک دوسرے پر تیر اندازی کرتے رہے۔ پھر اچانک رسول اللہ ﷺ نے اِن پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا اور قلیل وقت میں ہی دشمن کے پاؤں اُکھڑ گئے اور اِن کے دس آدمی قتل ہو گئے جب کہ مسلمانوں کا صرف ایک آدمی شہید ہوا۔ سو کے قریب لوگوں کو جنگی قیدی بنالیا گیا۔ دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت ہاتھ آیا۔

لیکن اِس کے بعد ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آگیا۔ جسے حضور علیہ السلام نے حسن تدبیر سے رفع فرما دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک ملازم جہجاہ سعود الغفاری تھا۔ سنان بن دبر الجہنی بنی خزرج کا حلیف تھا۔ یہ دونوں بنی حبان کے کنوئیں سے پانی پیتے ہوئے آپس میں جھگڑ پڑے۔ جہجاہ نے سنان کو ضرب لگائی جو زیادہ لگ گئی اور خون بہنے لگا۔ زمانہ جاہلیت کے مطابق اُس نے انصار کو مدد کے لیے پکارا۔ اِدھر جہجاہ نے مہاجرین کو مدد کے لیے پکارا۔ دونوں میں سے کچھ حضرات دوڑتے آئے اور قریب تھا کہ سب لوگ آپس میں لڑ پڑتے کہ حضور علیہ السلام کو اطلاع مل گئی حضور علیہ السلام فوراً تشریف لائے اور دونوں قبیلوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:

مَا بَالُ دعْوَی الْجَاهِلِيةِ۔

ترجمہ: زمانہ جاہلیت کے اِس نعرے کا کیا مقصد ہے۔ ؏35

حضور علیہ السلام نے فریقین کے حالات جان کر فرمایا کہ ہر آدمی کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرے، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم یعنی ظالم کو اُس کے ظلم سے منع کر کے اور مظلوم کی مدد کر کے اُس کی اعانت کی جائے۔

حضور علیہ السلام نے اپنے حسن تدبیر سے معاملہ کو رفع دفع کروادیا۔

اِدھر منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کو باتیں کرنے کا موقع ہاتھ لگ گیا۔ وہ طرح طرح کے اول فول بکنے لگا وہ اپنے معتقدین سے کہنے لگا کہ تم لوگوں نے اِسی دن کے لیے اِن لوگوں کو پال رہے تھے اور اپنے دروازے اِن کے لیے کھول دیے تھے اور تمہاری وجہ سے ہی اب تمہارے مقابلے میں اِن کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے اور اِسی طرح کے اور بکواس کرنے کے بعد اُس نے یہ بھی کہا کہ بخدا مدینہ واپس جا کر عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا۔

حضرت زید بن ارقم نے اِس کی باتیں سن لیں اور فرمایا کہ بخدا تو ذلیل ہے تیرے ساتھ بہت کم ساتھی ہیں اور تو اپنی قوم میں سخت ناپسندیدہ ہے اور مسلمان قوت والے ہیں۔

اچانک آپ کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا اور کانپ گیا کہ یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہ پہنچ جائیں وہ بات کو بناتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نے تو مذاق سے یہ باتیں کی ہیں۔

حضرت زید بن ارقم کو اِس کی باتوں کا بہت دکھ ہوا۔ آپ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئے اور من وعن سارا قصہ بیان کر دیا۔

یہ باتیں سننے کے بعد حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہوگیا۔ حضور علیہ السلام نے حجت پوری کرنے کے لیے فرمایا کہ اے غلام شاید تم اُس پر ناراض ہو جو ایسی باتیں کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے اپنے کانوں سے باتیں سُنی ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تمہارے کانوں نے سننے میں غلطی کی ہو۔ انہوں نے عرض کیا خدا کی قسم میرے کانوں نے سچ سنا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ شاید اُس کی بات تجھ پر مشتبہ ہوگئی ہو انہوں نے کہا بخدا ایسا نہیں ہے۔

عبداللہ بن ابی کی باتیں سارے لشکر میں پھیل گئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ حکم دیں تو عباد بن بشر اس منافق کا سر قلم کر دیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اِس طرح لوگ کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو قتل کرنے لگ گئے ہیں۔

انصار کا ایک گروہ عبداللہ بن ابی کے پاس گیا اور کہا کہ تو نے ایسی باتیں کیوں کی ہیں یہ جھٹ سے جھوٹی قسمیں کھانے لگا انہوں نے کہا کہ اگر ایسی باتیں کہیں ہیں تو معافی مانگ لو اور توبہ کرلو اور اگر نہیں کہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر اپنی صفائی پیش کرو۔

یہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں بھی حاضر ہوا تو آقا علیہ السلام نے اِسے فرمایا کہ ”اے ابی! ایسی کوئی بات اگر کی ہے تو فوراً توبہ کر

لو۔ یہ پھر قسمیں کھا کھا کر اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔

جب یہ چہ مگوئیاں لشکر میں زیادہ پھیل گئیں تو حضور علیہ السلام نے موقع کی نزاکت دیکھتے ہوئے فوراً کوچ کا حکم فرمایا اور خود اپنی اونٹنی قصواء پر تشریف فرما ہونے کے بعد چل دیے۔

لشکر نے آقا علیہ السلام کو اِس طرح فوراً روانہ ہوتے دیکھا تو فوراً سامان سمیٹ کر حضور علیہ السلام کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔

حضرت عبداللہ جو اِس منافق کے بیٹے تھے۔حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میرے باپ کو قتل کرنا ہے تو غلام اِس کام کے لیے حاضر ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ

”اے عبداللہ نہ میں نے اِس کے قتل کا ارادہ کیا ہے اور نہ اِس کام کا حکم میں نے کسی کو دیا ہے جب تک وہ ہمارے درمیان رہے گا اِس سے حسن سلوک سے پیش آئیں گے۔“

حضور سرور کائنات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارا دن سفر فرماتے رہے۔ساری رات سفر فرماتے رہے اور پھر دوسرے دن دوپہر تک سفر فرماتے رہے۔

اِس کے بعد لشکر کو آرام کا حکم ملا تو سب لوگ تھک ہار کر سو گئے اور چہ مگوئیاں ختم ہوگئیں۔عصر تک آرام کرنے کے بعد لشکر نے حجاز کے علاقہ فویق النقیع نامی چشمہ پر رات گزاری۔(دلائل النبوۃ ۴/ ۴۶ تا ۴۴)

شدید آندھی

لشکر اِسلام جب مدینہ طیبہ کے نزدیک پہنچا تو شدید آندھی آئی۔ یہ آندھی بہت ہی تیز تھی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک منافق مدینہ میں مرگیا ہے اِس لیے یہ آندھی آئی ہے۔ اِس منافق کا نام زید بن رفاعہ ابن تابوت ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت عبداللہ بن ابی کے پاس آئے اور اُسے بتایا کہ تیرا ساتھی زید بن رفاعہ مرگیا ہے۔افسوس کہ تم نے ایک کٹی ہوئی دم کا سہارا لیا ہوا تھا۔اُس نے کہا کہ آپ کو کس نے بتایا ہے یہ فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ یہ حیران و پریشان اور دَم بخود ہوگیا۔

اُونٹنی کی گمشدگی

اِسی شدید آندھی میں ایک اونٹنی گم ہوگئی۔لوگوں نے اِسے بہت تلاش کیا لیکن یہ نہ ملی زید بن لصیف نامی ایک منافق کہنے لگا کہ یوں تو حضور علیہ السلام آسمان کی خبریں دیتے ہیں لیکن (نعوذ باللہ) اپنی اونٹنی کا پتہ نہیں ہے۔کیا خدا اُن کو آگاہ نہیں کرتا۔ حضرت اُسید نے اُسے کہا کہ مجھے حضور علیہ السلام کی ناراضگی کا خوف نہ ہوتا تو نیزہ تیرے خصیوں کے پار کر دیتا۔جب منافق کی بات آقا علیہ السلام نے سُنی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِس کی بات کا بہت غصہ لگا۔حضور علیہ السلام نے فرمایا:”ایک منافق نے اِس بات پر خوشی کا اظہار کیا ہے کہ

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اونٹنی گم ہوگئی ہے اور کیا اللہ تعالیٰ اِن کو اونٹنی کی جگہ سے آگاہ نہیں کرتا۔ سُن لو میں وہی خبر دیتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے آگاہ فرماتا ہے (یعنی میرا جو بھی علم غیب ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے بتانے سے ہے) مجھے میرے خدا نے اُس کی جگہ سے آگاہ کر دیا ہے وہ فلاں گھاٹی میں ہے اور اُس کی نکیل ایک درخت کے ساتھ اَڑی ہوئی ہے۔

لوگ وہاں گئے اور اونٹنی کی نکیل واقعی ایک درخت میں اٹکی ہوئی تھی لوگ اُس کو پکڑ کر لے آئے۔

بعض لوگ آج کے اِس دور میں بھی لوگ حضور علیہ السلام کے علم غیب پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ سارے کا سارا قرآن پاک علم غیب ہی ہے اور اِسے حضور علیہ السلام نے ہی ہمیں بتایا ہے اِس میں جو کچھ بھی ہوا ہے اور جو کچھ بھی قیامت تک اور قیامت کے بعد بھی ہونا ہے وہ حضور علیہ السلام نے ہی ہمیں بتایا ہے اور حضور علیہ السلام کو اُن کے خدا نے بتایا ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ (سورہ یوسف)

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے علم غیب سے ہی ہمیں آگاہ فرماتے ہیں۔

قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھروں سے کھا کر آتے ہو وہ میں تمہیں بتا دیتا ہوں اور جو کچھ گھروں میں چھپا کر رکھتے ہو وہ بھی تمہیں بتا دیتا ہوں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے عطا فرمانے سے ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک نے اپنی صفات کا ظہور اپنے بندوں میں جتنا چاہا ہے اتنا ہی فرمایا ہے۔

وہ ذات پاک علیم ہے وہ ذات پاک سننے والی ہے وہ ذات پاک دیکھنے والی ہے اور بندوں میں بھی اُن کی اہلیت کے مطابق یہ صفتیں جتنی اُس نے چاہیں عطا فرما دیں۔

بذات خود تو علم کسی کے پاس نہیں۔ ہاں جتنا اُس نے جس کو چاہا عطا فرما دیا۔ ہماری عقل ہی کتنی ہے کہ ہم بات کر سکیں اور وہ بھی انبیاء علیہ السلام پر کہ اُن کو کتنا علم غیب عطا فرمایا گیا۔ ہم کیا اندازہ کر سکتے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ (آیت:۶)

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ میں بشر ہوں تمہارے جیسا مگر مجھ پر وحی آتی ہے۔

ظاہری بناوٹ میں ہاں بشر تو ہیں ہمارے جیسے لیکن جب اُن پر وحی آتی ہے تو پھر ہم سے ممتاز ہو گئے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے علم غیب پر اعتراض کرنا منافقوں کا شیوہ ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس لعنت سے محفوظ رکھے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں ہی زندہ رکھے اور اِسی میں موت دے اور اِسی غلامی میں اُٹھائے آمین بجاہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

جب لشکر وادی عقیق میں پہنچا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی کو روک لیا اور اُس کی

اونٹنی کو بٹھا کر اپنا پاؤں اُس پر رکھ دیا اور کہا کہ جب تک تو یہ نہ کہے کہ میں عورتوں اور بچوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں تم یہاں سے نہیں جا سکتے۔

حضور علیہ السلام کو پتہ چلا تو آپ تشریف لائے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسے جانے دو۔

حارث بن ضرار کا اِسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِس غزوہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت سا مال غنیمت عطا فرمایا اور بہت سے مرد و زن قید ہو کر آئے۔ اِن میں قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارث بن فرار کی بیٹی جویریہ بھی تھی۔ یہ اپنی بیٹی کا فدیہ ادا کرنے کے لیے بہت سے اونٹ ساتھ لے کر آیا لیکن وادی عقیق میں پہنچنے کے بعد دو اعلیٰ نسل کے اونٹوں کو ایک گھاٹی میں چُھپا آیا اور بارگاہ رسالت علیہ السلام میں آ کر اپنی بیٹی کا فدیہ ادا کرنے کے لیے باقی اونٹ پیش کر دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو دو اونٹ تم عقیق کی گھاٹی میں چھپا آئے ہو کہاں ہیں؟ یہ بات سنتے ہی اُس نے بے اختیار پڑھا:

اشھدُ انّکَ رَسُولَ اللہ۔

اور کلمہ طیبہ پڑھ کر وہ مسلمان ہوگیا۔ (تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ ۴۷۰ تا ۴۷۱۔ زاد المعاد ۳/ ۲۵۷) (سبل الھدیٰ ۴/ ۴۹۷)

نکاح اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں آپ حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ میں قوم کے سردار کی بیٹی ہوں اور حضرت ثابت بن قیس یا اِن کے چچا کے بیٹے کے حصے میں آئی ہوں اور میں نے اِن سے کتابت کرنی ہے (یعنی میں لونڈی بن کر رہنا نہیں چاہتی ہوں بلکہ رقم دے کر آزاد ہو جانا چاہتی ہوں) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری مدد فرمائیں مجھ پر جو مصیبت پڑی ہے وہ آپ سے مخفی نہیں حضور علیہ السلام نے انہیں اِسلام پیش کیا یہ ایمان لے آئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "تیرے لیے اگر اِس سے بہتر ہو جائے" یعنی میں تیرا زرِ کتابت ادا کر کے تجھ کو اپنی زوجیت میں لے لوں۔ حضرت جویریہ بخوشی فوراً رضامند ہوگئیں۔ چنانچہ آقا علیہ السلام نے اِن سے نکاح فرما لیا۔ جب صحابہ اکرام کو خبر ملی تو اُنہوں نے مصطلق کے ایک سو قیدیوں کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور مہر نو اوقیہ سونا انہیں دیا۔

ایک روایت کے مطابق آپ کے والد نے حضور علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ میری بیٹی کو کنیز نہ بنایا جائے بلکہ رہا کر دیا جائے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جیسے اِس کی مرضی ہے تو انہوں نے بخوشی حضور علیہ السلام کی خدمت میں رہنا قبول فرما لیا۔

آپ کا نسب جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جزیمہ بن مصطلق ہے۔

(طبقات ابن سعد ۸: ۱۱۶/ از سیرت الرسول ۶: ۲۱۰، قبلہ ڈاکٹر طاہر القادری)

آپ بہت ہی عبادت گذار اور ایک اور خود دار خاتون تھیں۔ ہر وقت مصلے پر بیٹھی ذکر و اذکار میں مصروف رہتیں

تھیں ایک دفعہ حضور علیہ السلام صبح تشریف لے کر گئے تو آپ مصلے پر بیٹھی تسبیح وتہلیل میں مصروف تھیں۔ کافی دیر بعد دن چڑھے آپ واپس تشریف لائے تو آپ ویسے ہی بیٹھی ذکر و اذکار میں مصروف تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسے کلمے نہ سکھا دوں۔ جن کا کہہ لینا تمہاری نفلی عبادات سے زیادہ درجہ رکھتا ہو۔ آپ نے عرض کی ضرور فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یوں کہو کہ

سبحان اللہ بعدد مِل اَلْمیزان و وزنۃِ العرش سبحان اللہ بعدد مَا فی السَّماءِ و الارض

سبحان اللہ بعدد مَا بین السَّماء و الاَرض۔

اِسی طرح حضور علیہ السلام نے یہ کلمات ایک دفعہ الحمد للہ اور ایک دفعہ اللہ اکبر کو ساتھ ملا کر یہ کلمات ادا فرمائے۔

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے اِن سے پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے انہوں نے عرض کی کہ حضور میری کنیز کو صدقہ میں گوشت ملا تھا۔ وہ ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا: صدقہ اُس تک پہنچ چکا۔ (یعنی جب یہ اُس نے تجھے دیا تو یہ ہدیہ بن گیا۔) (صحیح مسلم ۱: ۴)

واقعہ اِفک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان پاک دونوں جہانوں میں سب سے ارفع و اعلیٰ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی تمام امت کی مائیں ہیں منافقوں نے اِس غزوہ مصطلق میں مال غنیمت کے لیے شرکت کی تھی لیکن اُنہوں نے اِس غزوہ میں شرکت کے دوران مسلمانوں کو اپنی شرارتوں سے باز نہ رکھا۔ حتیٰ کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی عزت کو نشانہ بنانے کی ناپاک جسارت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمسفر تھیں پر ناپاک الزام لگانے کی کوشش کی اور اِن کی اِن باتوں میں کچھ سادہ لوح صحابہ کرام بھی آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سورۃ النور کی سولہ آیات نازل فرما کر اپنے نبی علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کی برأت نازل فرمادی۔

سبحان اللہ کیا شان پاک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا نے تہمت لگانے کی کوشش کی تو خدا کی مرضی سے نوزائدہ بچے نے آپ کی برأت بیان کی۔

حضرت بی بی مریم پاک پر تہمت لگائی گئی تو اللہ کے حکم سے نوزائدہ بچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کی برأت بیان فرما دی۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی پر منافقوں نے تہمت لگانے کی کوشش کی تو خود اللہ تعالیٰ جل شانہ نے نے قرآن پاک کی سولہ آیات نازل فرما کر ہمیشہ کے لیے اِن کی برأت نازل فرمادی۔

غزوہ بنی مصطلق میں سب سے پہلے بنی لحیان کے کنوئیں پر انصار و مہاجرین کو لڑانے کی کوشش کی جسے حضور علیہ السلام نے رفع دفع فرمادیا۔ پھر عبداللہ بن ابی نے بکواس بازی کی جس کے متعلق پوچھنے پر وہ صاف مُکر گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو مطلع فرمادیا۔ اَب اِس نے حضور علیہ السلام کی ذاتی عزت پر حملہ کی کوشش کی اور اِس نے اور اِس کے گروہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

پاک باز بیوی طاہرہ طیبہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی دس آیات سورۃ نور میں نازل فرما کر اِن کی بریت ظاہر فرما دی۔

ہوا یہ کہ جب لشکر اِسلام مدینہ طیبہ کے نزدیک ہوا تو رات اِس کو ایک جگہ بسر کرنا پڑی۔ رات کے پچھلے پہر جب منادی نے اعلان کوچ کیا تو اِس وقت جو واقعہ پیش آیا اُس کے متعلق خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اِسے بخاری و مسلم دونوں میں روایت کیا گیا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

حضور علیہ السلام نے غزوہ بنی مصطلق پر روانگی سے قبل حسب معمول ازواج مطہرات میں قرعہ ڈالا تو میرا نام نکل آیا اور میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ہمسفر بن گئی۔ اِس وقت پردہ کے احکام نازل فرما دیے گئے تھے اور میں ہودج میں بیٹھ جاتی تو اِسے اونٹ پر کس دیا جاتا اور لشکر کے رکنے پر اونٹ کو بٹھا کر میرا ہودج کھول دیا جاتا اور اُسے ایک طرف رکھ دیا جاتا اور میں اُس سے باہر آجاتی۔

اُس وقت اِتنی مرغن غذائیں نہیں ہوتی تھیں اور میں تو اُس وقت کم سن بھی تھی اور عورتوں کا اِتنا وزن نہیں ہوتا تھا اور میرا تو وزن بالکل کم تھا۔

جب لشکر میں کوچ کا اعلان ہوا تو میں جلدی جلدی رفع حاجت کرنے کے لیے چلی گئی جب واپس آئی تو میں نے دیکھا کہ میرا ہار وہیں کہیں گر پڑا تھا میں اُسے لینے کے لیے دوبارہ چلی گئی میرا ہار مجھے مل گیا لیکن جب واپس پہنچی تو لشکر کوچ کر چکا تھا۔ ہوا یہ کہ ہودج کسنے والوں کو معلوم ہی نہ ہو سکا کہ میں ہودج میں بیٹھی ہوں یا نہیں۔ اُنہوں نے مجھے اندر ہی بیٹھا سمجھا اور ہودج کو اُٹھا کر اونٹ پر کس دیا گیا اور اونٹ کو ہانک کر لے گئے۔

میں نے مناسب خیال کیا کہ یہاں پر بیٹھ جاؤں تاکہ اگر وہ مجھے نہ پائیں تو یہیں سے آ کر مجھے لے جائیں اور میں کہیں اُن کے پیچھے جاتے ہوئے راستہ ہی نہ بھول جاؤں لہٰذا ایک چادر لے کر لیٹ گئی اور میری آنکھ لگ گئی۔

حضرت صفوان بن معطل حضور علیہ السلام کے صحابی جو تھے، اُن کی ڈیوٹی لشکر سے سب سے پیچھے ہوتی تھی۔ تاکہ گری پڑی چیزیں اُٹھا کر وہ لے آئیں جب وہ وہاں پہنچے جہاں میں لیٹی ہوئی تھی تو اُن کی نظر مجھ پر پڑی انہوں نے پردہ کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا۔

اُنہوں نے مجھے دیکھ کر بلند آواز سے **انا للہ و انا الیہ راجعون** پڑھا تو میری آنکھ کھل گئی میں نے فوراً پردہ کر لیا۔ اُنہوں نے اپنا اونٹ میرے قریب بٹھایا اور خود دور ہٹ گئے میں اُس پر سوار ہوگئی تو انہوں نے اونٹ کو اُٹھایا اور خود اُس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے پیدل چلنے لگے۔ اِس طرح دوپہر کے وقت اُنہوں نے مجھے لشکر میں پہنچا دیا۔ عبداللہ بن ابی اور اُس کے حواریوں نے اِس چھوٹی سی بات کا پتنگھڑ بنا لیا اور اُنہوں نے نعوذ باللہ مجھ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) اور صفوان بن معطل پر تہمت لگا دی جس کا مجھے بالکل پتہ نہ چلا۔ مدینہ واپس آ کر میں بیمار ہوگئی اور ایک مہینہ تک بیمار رہی لیکن مجھے اپنے متعلق

لوگوں کی چہ مگوئیوں کی خبر نہ ہوسکی اور نہ ہی کسی نے مجھے بتایا ہاں میں نے ایک چیز محسوس کی کہ حضور علیہ السلام میری بیماری میں مجھ پر التفات فرمایا کرتے تھے وہ نہیں تھا اور آپ صرف مجھ سے کَیْفَ تِیْکُمْ ۔ ''تمہارا کیا حال ہے؟'' ہی پوچھا کرتے تھے۔

اُن دنوں بیت الخلاء کے لیے عورتیں باہر جنگل وغیرہ میں جایا کرتیں تھیں۔ ایک دن علی الصبح میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن حضرت ام مسطح کے ساتھ باہر رفع حاجت کے لیے گئی۔ واپسی پر ام مسطح کا پاؤں اُن کی چادر میں الجھ گیا اور وہ گر پڑیں اور گرتے ہوئے اُن کے منہ سے نکلا تقس مسطح ''یعنی مسطح ہلاک ہو'' یہ اِن کا بیٹا تھا اور بدری صحابی تھا۔ میں نے کہا کہ آپ ایک بدری صحابی کے متعلق اِس طرح کہہ رہی ہیں۔ یہ تو بہت بُری بات ہے۔

اُنہوں نے کہا کہ تم نے نہیں سنا جو اِس نے طوفان برپا کر رکھا ہے۔ میرے استفسار پر اُنہوں نے مجھے سارا واقعہ بتایا یہ سُن کر میں دنگ رہ گئی اور میرے دل کو اِس سے اتنی تکلیف پہنچی کہ میرا مرض دوبارہ عود کر آیا میں نڈھال ہو کر گھر آ کر بستر پر گر گئی اِتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے اور حسب معمول میرا حال پوچھا میں نے عرض کی کہ مجھے اپنے الدین کے گھر جانے کی اجازت دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی۔ (یعنی آپ کا ارادہ گھر جا کر ساری معلومات لینا تھا۔)

جب میں اپنے گھر اپنے والدین کے پاس پہنچی تو میں نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ یہ کیا باتیں لوگ مجھ سے منسوب کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ بیٹی جب کوئی بیوی پاکیزہ صورت ہو اور اُس کا شوہر اُس کو محبوب بھی رکھتا ہو اور اُس کی سوکنیں بھی ہوں تو ایسی باتیں ہوتی رہتیں ہیں میں نے کہا کہ سبحان اللہ لوگ میرے متعلق اِس طرح کی باتیں کر رہے ہیں میں ساری رات روتی رہی اور مجھے نیند نہ آئی صبح ہوئی تو پھر بھی میرے آنسو خشک نہ ہوئے۔

اِدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ (حضور علیہ السلام کی لونڈی) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور بریرہ سے پوچھا کہ ھَلْ رایت مِن شی یریك مِن عائشه ۔

''کیا تو نے عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے عائشہ رضی اللہ عنہا پر تجھے شبہ ہو۔ انہوں نے عرض کی کہ اُس خدا کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا رسول علیہ السلام بنا کر بھیجا ہے میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی سوائے اِس کے کہ یہ آٹا گوندھ کر اور رکھ کر (کمسنی سے) سو جاتیں ہیں اور بکری آ کر اِسے کھا جائے اور خدا کی قسم میں اِن کے متعلق اِس کے بغیر اور کچھ نہیں جانتی کہ جس طرح ایک زرگر خالص سونے کے متعلق جانتا ہے اور مجھے اِن سے کسی غلطی کا کوئی علم نہیں۔

حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے دوران اپنے جوتے اُتار دیے تھے تو جب ہم نے آپ سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ آپ کے جوتے کے نیچے گندگی لگی ہوئی تھی تو تھوڑی سی گندگی اگر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک آپ علیہ السلام کے جوتے کے نیچے نہیں برداشت کر سکتے تو (نعوذ باللہ) اگر آپ علیہ السلام کی بیوی میں کچھ ایسی بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو اِس سے آگاہ فرما دیتا کیونکہ آپ کے لیے عورتوں کی کوئی کمی نہیں۔

حضور علیہ السلام نے حضرت اسامہ بن زید سے پوچھا آپ نے بھی اپنی اہل بیت سے متعلق محبت کو ظاہر فرمایا۔ اِس کے بعد حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کو بلا بھیجا اور منبر پر تشریف فرما ہونے کے بعد لوگوں سے فرمایا:

یا معشر المسلمین من یعذرُنی مِن رَّجلٍ قد بلغنِی ازاہ فِی اَھلِیْ فو اللہ ما علمت علی اھلی اِلَّا خیرًا و مَا عُلِمْت علی اھلی مِن سُوْءٍ۔

ترجمہ: اے گروہ مسلمان! اِس شخص کے بارے میں مجھے کون معذور رکھتا ہے جس کی اذیت رسانی میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھ تک پہنچی ہے بخدا میں اپنے اہل خانہ کے بارے مین خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا اور مجھے اِن سے کسی غلطی کا کوئی علم نہیں۔

حضرت سعد بن انصاری قبیلہ اوس سے کھڑے ہوئے اور فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر یہ شخص قبیلہ اوس سے ہے تو آپ حکم فرمائیں تو اُس کی گردن اُڑا دیں اور یہ اگر قبیلہ خزرج سے ہے تو پھر بھی جو آپ حکم فرمائیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو بہت صالح اور نیک انسان تھے، اور خزرج کے سردار بھی تھے اُن سے یہ برداشت نہ ہو سکا اور اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ تم یہ اس لیے کہہ رہے ہو کہ تم کو پتہ ہے کہ وہ شخص قبیلہ خزرج سے ہے اگر اُوس قبیلہ کا یہ شخص ہوتا تو تم کبھی یہ بات نہ کرتے غرض یہ کہ قبل اِس کے کہ تلخ کلامی بڑھ جاتی۔حضور علیہ السلام نے اِن کے جوش کو ٹھنڈا کر دیا۔

اِدھر میرا رو رو کر بُرا حال ہو رہا تھا میں دن رات روتی رہتی تھی۔ میں اتنا روتی تھی کہ میرے والدین کو شبہ ہونے لگا کہ کہیں رو رو کر میرا کلیجہ ہی نہ پھٹ جائے۔

ایک دن میں بیٹھی رو رہی تھی میرے والدین آئے وہ بھی بیٹھ کر رونے لگے۔ ایک انصاری عورت آئی وہ بھی بیٹھ کر رونے لگی کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ اِس واقعہ کو ایک مہینہ گزر چکا تھا اور ابھی تک اللہ تعالیٰ کی حکمت کی وجہ سے اِس واقعہ کے متعلق حضور علیہ السلام کو کوئی وحی نہیں آئی تھی۔

حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) ایسی ایسی بات تیرے متعلق پہنچی ہے اگر تجھ سے قصور سرزد ہوا ہے تو توبہ کر لے کیونکہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کرنے کے بعد توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے (بخش دیتے ہیں) توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔

آپ فرماتی ہیں کہ میرے آنسو یک دم خشک ہو گئے اور میں نے اپنے والد سے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دیں لیکن اُنہوں نے معذوری ظاہر کی۔ پھر میں نے اپنی والدہ کو جواب دینے کے متعلق کہا لیکن اُنہوں نے بھی معذوری ظاہر کی۔ میں اگرچہ کم سن تھی اور اتنا قرآن بھی نہیں پڑھا ہوا تھا میں نے عرض کیا کہ آپ لوگوں نے ایک بات سنی ہے جو آپ لوگوں کے دلوں میں جم گئی ہے اگر میں یہ کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور میرا خدا جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ لوگ اُسے آسانی سے نہیں قبول کریں گے اور اگر میں اِس بات کا اعتراف کروں جس سے خدا جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو آپ لوگ اُسے فوراً مان لیں

گے میں وہ بات کہوں گی جو حضرت یوسف علیہ السلام کے والد نے کہی تھی۔

فصبرٌ جمیل واللهُ المستعان علی ما تصفون۔ (سورہ یوسف)

ترجمہ: اور میرے لیے صبر ہی بہتر ہے اُن باتوں سے جو لوگ بناتے ہیں۔

اور میں بستر پر لیٹ گئی اور اپنا چہرہ چھپا لیا۔ مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ میری برأت ضرور فرمائیں گے لیکن مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ قرآن پاک کی آیات اُتار دی جائیں گی۔

حضور علیہ السلام ابھی بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آثار نمودار ہو گئے۔ سخت سردی میں بھی وحی کے نازل ہونے کی وجہ سے آقا علیہ السلام پر پسینہ کے موتی اُمڈ آتے تھے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو حضور علیہ السلام ہنس رہے تھے اور سب سے پہلی آپ علیہ السلام نے جو بات فرمائی وہ یہ تھی:

اَبْشِرِیْ یا عائشہ اَمَّا اللہ عزوجل فقد برّءک۔

ترجمہ: اے عائشہ رضی اللہ عنہا خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تیری برأت فرما دی ہے۔

حضرت عائشہ نے عرض کی کہ میں اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور اس وقت دس آیات سورۃ النور کی نازل ہوئیں اور بعد میں چھ نازل ہوئیں ان میں سے دس صرف آپ کے متعلق نازل ہوئیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱﴾ لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىِٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖۗ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖۗ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: بے شک جنہوں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے وہ ایک گروہ ہے تم میں سے۔ تم اِسے اپنے لیے بُرا خیال نہ کرو بلکہ یہ بہتان ہے تمہارے لیے۔ ہر شخص کے لیے اِس میں اتنا گناہ ہے کہ جتنا اِس نے کمایا اور جس نے اِس میں سے سب سے زیادہ حصہ لیا تو اِس کے لیے عذاب عظیم ہو گا۔ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے افواہ سنی کہ گمان کیا ہوتا مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے بارے میں نیک گمان اور کہہ دیا ہوتا کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے (اگر وہ سچے تھے) تو کیوں نہ پیش کر سکے اِس پر چار گواہ۔ پس جب وہ پیش نہیں

کر سکے گواہ تو (معلوم ہو گیا کہ) وہی ہیں جو اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اُس کی رحمت دنیا و آخرت میں تو تمہیں اِس سخن سازی کی وجہ سے عذاب پہنچتا۔ جب تم نقل کرتے تھے (ایک دوسرے سے) اِس (بہتان) کو اپنی زبانوں سے اور کہا کرتے تھے اپنے مونہوں سے ایسی بات جس کا تمہیں کوئی علم ہی نہ تھا تم خیال کرتے تھے کہ یہ معمولی بات ہے حالانکہ یہ بات اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ افواہ سُنی تو تم نے کہہ دیا ہوتا کہ ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم گفتگو کریں اِس کے متعلق۔ اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ نصیحت کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں کہ دوبارہ اِس قسم کی بات ہرگز نہ کرنا اگر تم ایماندار ہو اور کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیتیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے۔ بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ پھیلے بے حیائی اِن لوگوں میں جو ایمان لائے ہیں تو اِن کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ تعالیٰ (حقیقت) کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر نہ ہوتا تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی رحمت اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بہت مہربان اور رحیم ہے (تو تم بھی نہ بچ سکتے۔) (ترجمہ ضیاالقرآن) ؏ 35

منافقین کے علاوہ جو سادہ لوح مسلمان بھی اِس میں ملوث تھے اُن میں حضرت حسان، حضرت مسطح اور حمنہ بنت جحش رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل تھے۔ اِن پر حد قذف لگائی گئی اور ایک روایت مطابق عبداللہ بن ابی پر بھی حد قذف لگائی گئی اور ایک روایت مطابق اُسے اللہ تعالیٰ کی آتش انتقام کے لیے چھوڑ دیا گیا۔

اِن آیات کے نازل ہونے سے پہلے ایک دن حضور علیہ السلام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اِس واقعہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتا ہوں یعنی وہ بات بیان نہیں کرتا جو نہ دیکھی یا نہ سنی ہو خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ منافق لوگ جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اِس سے بھی محفوظ رکھا ہے کہ ایک مکھی بھی آپ کے جسم پر بیٹھے کیونکہ وہ نجاستوں پر گرتی ہے اور اِس سے آلودہ ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کیسے پسند کرسکتا ہے کہ آپ کو ایسی بیوی دے جو ایسی ویسی حرکت میں ملوث ہو۔ حضور علیہ السلام نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اِس جواب کو بہت پسند فرمایا۔

ایسا ہی جواب ایک دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استفسار پر آپ کو دیا کہ اللہ تعالیٰ یہ برداشت نہیں کرتا کہ آپ کا سایہ بھی زمین پر پڑے کہ مبادا کوئی پاؤں بھی آپ کے سایہ کے اوپر نہ آجائے یا کوئی جگہ زمین کی پلید ہی ہوتی ہے تو اُس کی غیرت کب گوارہ کرسکتی ہے کہ کوئی شخص آپ کی عصمت کی چادر کو آلودہ کرے۔

اِسی طرح کا جواب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا جو آپ پڑھ آئے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت زینب بنت جحش سے جب استفسار کیا تو آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ میں اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں۔ خدا کی قسم میں تو عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے بارے میں خیر ہی جانتی ہوں۔

مسلمانوں کی اکثریت اِن افواہوں پر یقین نہیں رکھتی تھی۔

مشکوٰۃ شریف کے مطابق ایک دن حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تم دیکھ رہی ہو جو کہا جا رہا ہے تو اِن کی بیوی نے جواب دیا کہ صفوان کی جگہ اگر آپ ہوتے تو کیا رسول اللہ ﷺ کے حرم کے ساتھ بُرائی کا ارادہ رکھتے؟ انہوں نے کہا کہ حاشا و کلا ہرگز نہیں۔

پھر ام ایوب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر عائشہ کی جگہ میں ہوتی تو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کی ہرگز جرأت نہ کرتی تو عائشہ کا مقام مجھ سے بلند ہے اور صفوان کا مقام آپ سے بلند ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بھید وہ ہی خوب جانتا ہے اور سب سے زیادہ اپنے علم پاک سے اُس ذات پاک نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو ہی مطلع فرمایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور علیہ السلام ہر بات جانتے تھے لیکن آپ علیہ السلام پریشان اِس بات پر تھے کہ کہیں لوگ یہ جو غلط بہتان تراشی کر رہے ہیں اِس پر اللہ تعالیٰ کا ان پر عذاب نہ آجائے اِس کے علاوہ جو اور باتیں نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے متعلق کہتے تھے حضور علیہ السلام اُن باتوں سے بھی پریشان ہوا کرتے تھے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ (الحجر)

ترجمہ: اور ہم جانتے ہیں کہ کفار کی باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کو اِس کا بھی بہت احساس ہے کہ جو باتیں حضور علیہ السلام کے قلب نازک پر گراں گزرتی ہیں۔

سبحان اللہ اِس امت کی تربیت کی خاطر حضور علیہ السلام نے کیا کیا برداشت نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے حبیب ﷺ کہیں آپ اپنے آپ کو ہلاک ہی نہ کرلیں کہ یہ لوگ ایمان نہی لاتے ہیں۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ (الشعراء)

ترجمہ: اے میرے حبیب شاید آپ اپنے آپ کو ہلاک ہی نہ کرلیں۔ اس لیے یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے۔

پیر کرم شاہ صاحب نے ضیا النبی جلد سوم کے آخری صفحہ ۶۵۸ ر میں بڑا خوبصورت پیرہ لکھا ہے کہ ابتلاء میں شدت اِس کی مدت میں طوالت بایں ہمہ صبر و استقامت کا مظاہرہ اِن تمام امور میں جو لُطف ہے اِس کی قدر و منزلت اہل محبت ہی جانتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کو یقین کامل تھا کہ اللہ تعالیٰ ام المومنین کی بریت خود قرآن پاک میں نازل فرمائے گا۔ اِس لیے آپ انتظار فرماتے رہے۔

یہ محض اللہ تعالیٰ جل شانہ کا بہت ہی بڑا کرم اور فضل و رحمت تھی کہ مسلمان جو اِس میں ملوث تھے اُن پر حضور علیہ السلام ہی کے صدقے میں رحم فرمایا گیا ورنہ حضور علیہ السلام کے آگے تو اللہ تعالیٰ سورۃ حجرات میں اونچا بولنے سے بھی منع فرماتے ہیں کہ کہیں تم ایسا کرو تو تمہارے اعمال ہی ضائع نہ ہو جائیں اور اُس سے بڑی بات یہ فرمائی ہے کہ تم کو خبر بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور علیہ السلام اور تمام

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء وصالحین کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں حضور علیہ السلام کے ادب وغلامی میں ہی رکھے۔ اِسی پر موت دے اور اِسی ادب وغلامی میں ہی اُٹھائے امین بجاہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

اِن منافقوں نے جو خدا اور اُس کے رسول علیہ السلام کے دشمن تھے نے یہ بہتان تراشی صرف حضور علیہ السلام کے قلب نازک کو دکھ پہنچانے کے لیے کی تھی۔ اپنی صفائی میں خود کہنا حضور علیہ السلام کی شان پاک نہیں تھی۔ حضور علیہ السلام کو پورا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک خود اِس تہمت کی تردید فرما دیں گے۔ اِس لیے حضور علیہ السلام منتظر رہے اور اللہ جل شانہ نے یہ آیات نازل فرما کر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بریت نازل فرما دی۔ آج بھی ہم لوگوں کو یہ نصیحت فرمائی جا رہی ہے کہ ہر سنی سنائی بات پر بغیر تصدیق کیے یقین نہیں کر لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور علیہ السلام کے طفیل ادب وشرم وحیا کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

(تاریخ الخمیس ۱/ ۴۷۷۔ ضیاء النبی ۳/ ۶۵۸ تا ۶۴۵) (نثار النبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ)

35

غزوہ احزاب (غزوہ خندق)

حضورﷺ نے یہ غزوہ اپنے تین ہزار مجاہدین کے ساتھ شوال پانچ ہجری میں مدینہ منورہ میں لڑا۔ دشمنوں کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی بعض دس ہزار سے کچھ زیادہ بتاتے ہیں تاہم قریش مکہ چار ہزار کا لشکر ابوسفیان کی سربراہی میں لائے اور بنی عطفان وغیرہ قبائل جو ارد گرد کے تھے چھ ہزار کا لشکر لائے۔

غزوہ احد تین ہجری میں ہوا تھا۔ غزوہ احد کے بعد غزوہ بدر موعود ایک سال بعد دوبارہ بدر کے مقام پر ہونا تھا۔ مسلمانوں نے کفار کے اِس چیلنج کو منظور فرمایا تھا۔ کہ ایک سال بعد دوبارہ بدر کے مقام پر مقابلہ ہوگا لیکن مسلمان پندرہ سو کے لشکر کے ساتھ بدر کے مقام پر پہنچ گئے لیکن کفار مکہ سے صرف تھوڑی دور آنے اور ستو کھانے کے بعد ہی واپس ڈر کے مارے بھاگ گئے۔ اِس کے لیے اُن کی عورتوں نے اُن کو شرم دلائی اور حضور علیہ السلام نے یہودیوں کی بدعہدی کی وجہ سے بنی نضیر کو مدینہ طیبہ سے نکال دیا تھا اور اُن پر احسان فرماتے ہوئے اُن کے اموال اور بیوی بچوں کو ساتھ لے جانے کی اجازت مرحمت فرمادی تھی۔

یہودیوں نے اپنی جان بخشی کا مسلمانوں کو یہ صلہ دیا کہ اُن کے اندر جو مسلمانوں کی نفرت کا لاوا جوش مار رہا تھا وہ آتش فشاں بن کر باہر آ گیا۔

خیبر میں آباد ہونے کے بعد یہ لوگ سر جوڑ کر بیٹھ گئے کہ کس طرح مسلمانوں کا خاتمہ کیا جاسکے۔

بنیادی طور پر یہود سازشی لوگ تھے یہ کوئی مرد میدان یا جنگجو قوم نہ تھی بلکہ پیسے کے بل بوتے پر یہ لوگ مراتب حاصل کر لیتے تھے۔

یہود نے چیدہ چیدہ افراد کا وفد تیار کیا۔ اِس میں چوبیس افراد شامل تھے اِن میں حی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق، سلام بن مشکم اور کنانہ بن ربیع بنی نضیر سے اور ہوزہ بن قیس، ابوعمارہ بنو وائل قبیلہ سے بھی شامل تھے۔ علاوہ ابو عامر قیس بھی اِن میں شامل ہوگیا تھا۔

یہ لوگ دور دراز کا سفر طے کر کے ایک اپنی طرف سے عظیم منصوبہ لے کر مکہ مکرمہ پہنچے وہ عظیم منصوبہ یہ تھا کہ مسلمانوں کا (نعوذ باللہ) نام ونشان تک مٹا دیں۔

یہ لوگ مکہ مکرمہ میں کافروں کے سرداروں سے ملے اور اِن کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اُبھارا اور اپنی معاونت کا یقین دلایا۔ یہ لوگ ابوسفیان سے بھی ملے۔ ابوسفیان نے بھی جنگ کے لیے آمادگی ظاہر کی۔ اِن لوگوں نے کہا کہ ابوسفیان تم قریش کے پچاس چیدہ چیدہ سردار چنو اور خود بھی اُن میں شامل ہو ہم سب لوگ کعبہ کا غلاف پکڑ کر اور اپنے سینے کعبہ کے ساتھ

لگا کر مسلمانوں سے جنگ کی قسمیں کھائیں گے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ابوسفیان نے یہودی علماء سے پوچھا کہ تم لوگ صاحب علم ہو بھلا یہ تو بتاؤ کہ ہم لوگ راہ راست پر ہیں یا کہ مسلمان۔

یہودیوں کی مکاری دیکھئے، باوجود یہ اہل کتاب تھے اور اپنی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کو لکھا ہوا پاتے تھے کہ یہ آخری نبی علیہ السلام ہیں لیکن صرف اِس حسد کی وجہ سے کہ یہ آخری نبی علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے کیوں پیدا نہیں ہوئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کیوں پیدا ہو گئے ہیں۔ انہوں نے جان بوجھ کر آپ ﷺ کا انکار کر دیا اور سرکشی کی۔ انہوں نے ابوسفیان اور دیگر سرداروں کو جو جواب دیا آج بھی اِن کی قوم اِس وجہ سے شرمندہ ہے کہ اے قریش کے بتوں کی پرستش کرنے والو! تم جان لو کہ تم لوگ مسلمانوں کے مقابلے میں راہ راست پر ہو؟''

ابوسفیان نے کہا: اے یہودیو! اگر تم ہمیں راہ راست پر مانتے ہو تو ہمارے بتوں کو سجدہ کرو۔ چنانچہ سب یہودی علماء نے قریش کے بتوں کو سجدہ کیا۔

(سبل الہدی، (۴۔ ۵۱۲) ضیاء النبی ۴۔ ۲۹۔ سیرۃ الرسول ڈاکٹر طاہر القادری صاحب (۶۔ ۷۷۴) تاریخ ابن کثیر ۴/ ۳۔ ۹۔ ۵)

اللہ تعالیٰ نے یہود کی مکاری کو صاف بیان فرما دیا اور اپنے پیارے نبی ﷺ پر یہ آیت شریف نازل فرما دی:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ﴿٥١﴾ (النساء)

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا آپ نے اُن لوگوں کو جنہیں آسمانی کتاب کا حصہ دیا گیا ہے (پھر بھی) وہ بتوں اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی نسبت (یہ کافر) سیدھی راہ پر ہیں۔

قریش کے لوگ اپنی تعریف سُن کر خوشی سے پھولے نہیں سمائے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ (سبل الہدیٰ ۴/ ۵۱۲)

بنی غطفان

یہود نے یہیں بَس نہیں کی بلکہ اُنہوں نے اپنے خیال میں اِسلام کے قلعے کو (نعوذ باللہ) مسمار کرنے کے لیے اپنا پورا زور لگا دیا۔ اب انہوں نے بنی غطفان کی طرف کوچ کیا اور بنی غطفان کے سردار عیینہ بن حصن کو بتایا کہ کس طرح ایک لشکر جرار قریش مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے تیار کر رہے ہیں اور انہوں نے اِن سے کہا کہ اگر تم بھی ہمارا ساتھ دو تو خیبر کے باغات کی کھجوروں کا سارے کا سارا پھل بھی وہ اِس سال کا انہوں کو دے دیں گے۔

چنانچہ عیینہ بن حصن نے اپنے قبیلے کو اور ساتھ ساتھ اپنے ہم نوا دوسرے قبیلوں کو جن میں بنی اسد، بنی مرہ، اشجع اور بنی فزار شامل تھے سب کو ساتھ ملا کر جنگ کی تیاریں شروع کر دیں۔

اِدھر سے قریش کا چار ہزار کالشکر کیل و کانٹے سے لیس ہو کر نکلا اِن میں ایک ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے اور ابوسفیان اِن کا سربراہ تھا۔

مراظہران کے مقام پر اِن کے ساتھ دوسرا بڑا لشکر بھی آ کر مل گیا۔ اِس میں بنی اسد کی قیادت طلحہ السدی اور ابو الاعور بنی سلیم کی قیادت کر رہا تھا۔علاوہ حارث بن عوف المری بنو مرہ کی قیادت کر رہا تھا اور مسعود بن رخیلہ اشجع قبیلے کی قیادت کر رہا تھا اس طرح کل مِلا کر دس یا بارہ ہزار کالشکر مدینہ طیبہ کی ایک چھوٹی سی بستی کو (نعوذ باللہ) ڈھانے کے لیے نکل کھڑا ہوا عورتوں اور بچوں کو ملا کر بھی پورے مدینہ طیبہ کی کل آبادی بھی اِتنی نہیں بنتی تھی یہ لوگ غرور و تکبر میں بھرے ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کچھ اور تھا جسے یہ لوگ نہیں جانتے تھے۔

وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (آل عمران)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر ترکیب کرنے والا ہے۔

ابوسفیان کا خط

اس موقع پر ابوسفیان نے حضور علیہ السلام کی طرف ایک خط لکھا:

''اے اللہ تیرے نام کے ساتھ لات وعزیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں آپ کی طرف ایک لشکر عظیم لے کر آیا ہوں۔ ہم نے یہ پختہ اِرادہ کر لیا ہے کہ اُس وقت تک نہیں لوٹیں گے جب تک کہ آپ لوگوں کی جڑیں اُکھیڑ کر نہیں رکھ دیں گے میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے ہمارے ساتھ مقابلہ کرنے کو مکروہ جانا ہے اور ہمارے راستہ میں خندقیں کھود دی ہیں بڑے تعجب کی بات ہے آپ کو یہ چیز کس نے سکھائی ہے اگر ہم بفرض محال اگر اِس دفعہ واپس چلے گئے تو ہم پھر آئیں گے اور اُحد کی یاد تازہ کر دیں گے۔''

(امتاع الاسماع ۱/ ۱۸۹)

حضور علیہ السلام کا جوابی خط

حضور علیہ السلام نے ابوسفیان کا خط ملتے ہی اُس کو جوابی خط ارسال فرمایا۔ سبحان اللہ قربان جائیں حضور علیہ السلام کے علم وفراست پر اور اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے علم غیب پر کہ کس طرح کے حالات ہیں اور مسلمان کس کسمپرسی کی حالت میں ہیں اور کفار کا ایک عظیم لشکر آندھی وطوفان کی طرح بڑھتا چلا آ رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنے والے وقت کی باتیں بتا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام ہی کی شان پاک ہے کہ آپ ایسا بیان فرما رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے جوابی خط میں فرمایا:

من محمد رسول اللہ اِلیٰ اَبی سفیان بن حرب اما بعد فقد یما غَرَّكَ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ آمۃ۔

زَ كَرْتَ اَنَّكَ سِرْتَ اِلَيْنَا فِيْ جَمْعِكُمْ وَ اَنَّكَ لَا تُرِيْدُ اَن تَعُوْدَ حَتّٰى تستأصِلَنَا فَذٰلِكَ اَمْرٌ يَحُوْلُ اللهُ بينكَ و بِينهُ وَ يجعَلُ لَنَا الْعَاقِبَةَ حَتّٰى لَا تَذْ كُرَ اللَّاتَ وَ الْعُزّٰى وَ اَسَافَ وَلَيَاتِيَنَّ عليكَ يومٌ نَائِلَةَ وَهُبَلَ حَتّٰى اُذَ كِّرَكَ ذٰلِكَ يَاسَفِيْهَ بَنِي غَالِبٍ۔

ترجمہ: یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ابوسفیان بن حرب کی طرف ہے امابعد! عرصہ دراز سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں شیطان تجھے دھوکہ دے رہا ہے اور یہ بات جو تو نے لکھی ہے کہ تم اپنا لشکر جرار لے کر ہماری طرف آرہے ہو اور تم نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اُس وقت تک واپس نہیں جاؤ گے جب تک ہمارا خاتمہ نہ کر دو تو یہ ایسی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے درمیان اور اِس چیز کے درمیان خود حائل ہو جائے گا اور تم اِس میں کامیاب نہیں ہو گے اور انجام کار فتح ہماری ہو گی یہاں تک کہ لات وعزیٰ کو کوئی یاد نہیں کرے گا اور یقیناً وہ دن آئے گا جب میں لات وعزیٰ، اساف و نائلہ اور ہبل کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دوں گا اور اے خاندان بنی غالب کے احمق میں تجھے اِس روز یہ بات یاد کراؤں گا۔(السیرۃ النبویہ ۲/۱۳۱)

مسلمانوں کی ظاہری حالت

ظاہری طور پر باوجود مسلمانوں کی اِس کسمپرسی کی حالت کے حضور علیہ السلام آنے والے وقت میں لات وعزیٰ وغیرہ سب بتوں کو توڑنے اور اُس وقت اِس کو یہ چیز یاد کرانے کے بارے میں ابھی سے آگاہ فرما رہے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے صحابہ اکرام کو مشورہ کے لیے بلایا۔حضور سرور کائنات ﷺ کی یہ سنت عالیہ تھی کہ آپ ہر کام میں مشورہ ایک دوسرے سے فرماتے تھے۔

جب صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم تشریف لے آئے تو آقا علیہ السلام نے کفار کے ایک بہت بڑے لشکر کے متعلق صحابہ اکرام کو آگاہ فرمایا کیونکہ مخبر تسلسل سے کفار کی آمد اور اُن کی تعداد وغیرہ کے متعلق خبریں لا رہے تھے۔ اِن صحابہ پاک میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

آپ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ فارس میں ہم اپنا محاصرہ کرنے والوں سے بچنے کے لیے خندق کھود لیتے تھے۔ اِس لیے میرے خیال میں جہاں سے کفار کے لشکر کی آمد کی توقع ہے تو وہاں خندق کھود لی جائے تاکہ ہم اُن کی سرکشی سے محفوظ ہو جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اِس تجویز کو منظور فرمالیا۔

مدینہ منورہ کے ایک طرف پہاڑ تھے ایک طرف گھنے جنگلات تھے اور جدھر سے کفار کی آمد متوقع تھی وہاں پر اُن کے راستے میں پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری خندق کھودی گئی۔ ہر دس آدمیوں کو چالیس گز خندق کھودنے کا حکم دیا گیا۔

طبری اور سہیلی بیان کرتے ہیں کہ دنیا میں سب سے پہلی ایسی خندق سنوچر بن ایرج بن فریدون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کھدوائی تھی۔ (تاریخ ابن کثیر البدایہ والنہایہ اُردو ترجمہ ۴۔ ۳ صفحہ ۵۱۰)

رسول اللہ ﷺ کی برکت سے مسلمانوں نے اِس تیزی اور محنت سے کام کیا کہ صرف چھ دن میں خندق تیار ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ بذات خود مٹی اُٹھا اُٹھا کر باہر پھینکتے رہے جس سے شکم انور وغیرہ پر مٹی کی تہہ جم گئی اور مٹی نے بال مبارک اور جلد مبارک کے بھی بوسے لیے اور سرکار دو عالم ﷺ مسلسل کام فرماتے رہے سخت سردی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سخت بھوک کی حالت میں مسلسل کام کرتے رہے۔ حضور علیہ السلام نے اِن کو دیکھ کر فرمایا:

اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَةْ۔

ترجمہ: یعنی عیش کی زندگی تو صرف آخرت کی ہے۔

فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَ۔

ترجمہ: میرے پروردگار انصار ومہاجرین کو بخش دے۔

حضور علیہ السلام مٹی ڈھوتے جاتے تھے اور عبداللہ بن رواحہ کے اشعار ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا

وَ لَا تَصَدَّقَا وَ لَا صَلَّيْنَا

ترجمہ: اے اللہ اگر تیری مہربانی نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے، اور نہ صدقہ کرتے یعنی نہ زکوٰۃ دیتے اور نہ ہی ہم نماز پڑھتے۔

فَاَنْزِ مُنَ سَكِينَةً عَلَيْنَا

وَ ثبت الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا

ترجمہ: پس ہم پر اطمینان وسکون نازل فرما، اور اگر ہمارا دشمنوں سے مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔

اِن الْاُولى قَدْ بَغو عَلَيْنَا

وَ اِنْ اَرَدُوْ فِتْنَةً اَبَيْنَا اَبينا

ترجمہ: انہوں نے ہمارے خلاف لوگوں کو بھڑکایا ہے، اور اگر وہ ہمیں فتنے میں ڈالنا چاہیں گے تو ہم ہرگز سرنگوں نہیں ہوں گے۔

ابیناً ابیناً کے الفاظ سرکار دو عالم ﷺ لمبا فرما فرما کر فرماتے تھے۔

صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ یہ اشعار پڑھتے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايعُوْ مُحَمَّدً

عَلَى الجهاد مَا بقينا اَبَدً

ترجمہ: یعنی ہم نے محمد ﷺ کے ہاتھ مبارک پر اِس لیے بیعت کی ہے کہ ہم جہاد کرتے رہیں گے جب تک کہ ہم زندہ رہیں گے۔ 35

شام ایران اور یمن کی فتح کی خوشخبری

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے نبی رسول کریم روٴف ورحیم ﷺ کے ہاتھ مبارک پر مسلمانوں کے لیے فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔ مسلمان بڑی تندی سے اپنے اپنے حصہ کی خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ سارا کام زوروشور سے جاری تھا۔ حضور علیہ السلام بذات خود تمام صحابہ اکرام کے کے ساتھ بڑھ چڑھ کر کام فرمارہے تھے اور سب کو رغبت وشوق دلارہے تھے کہ اتنے میں خندق کا وہ حصہ جو حضرت عمرو بن عوف حضرت سلمان، حضرت حذیفہ اور حضرت نعمان بن مقرن المزنی اور دیگر چھ انصاری صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذمہ تھا کا کام رُک گیا۔ اِن کے راستے میں ایک نہایت سخت چٹان حائل ہوگئی تھی جس کے اوپر تمام حضرات رضی اللہ عنہم نے کوشش کی کہ ٹوٹ جائے لیکن وہ نہ ٹوٹی۔ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں حضور آقا علیہ السلام کی خدمت میں ساتھیوں سے مشورہ کے بعد حاضر ہوا اور تمام واقعہ گوش گزار کیا۔ سرکار دوعالم ﷺ میرے ساتھ اُس جگہ تشریف لائے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کدال لے کر زور سے اللہ اکبر فرماتے ہوئے چٹان کو ماری فوراً اُس کا ایک حصہ کٹ کر دور جا گرا اور اُس سے ایک ایسی روشنی نکلی کہ ہر چیز روشن ہوگئی۔ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا:

اللہ اکبر اُعْطِیْتُ مَفَاتِیحَ الشام۔

ترجمہ: اللہ بہت بڑا ہے مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئیں۔

پھر آقا علیہ السلام نے دوسری کدال ماری اور اُس سے پھر اِسی طرح روشنی خارج ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ اکبر اُعْطِیتُ مَفَاتِیحَ الفارس۔

ترجمہ: اللہ سب بڑا ہے مجھے فارس (ایران) کی کنجیاں دے دی گئیں۔

اور پھر حضور سرور کائنات ﷺ نے تیسری دفعہ ضرب لگائی تو باقی ماندہ چٹان بھی ٹوٹ کر جا گری اور پھر اِسی طرح روشنی خارج ہوئی کہ ہر چیز جگمگا اُٹھی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ اکبر اُعطیتُ مفاتیحَ الْیَمَنْ۔

ترجمہ: اللہ بہت بڑا ہے مجھے یمن کی کنجیاں دے دی گئیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق یہ فتوحات اکثر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اِن فتوحات کی کنجیاں پہلے ہی حضور علیہ السلام کو عطا فرمادی گئیں ہیں۔ (طبری جلد ۳، صفحہ ۴۶) (فروع کافی ۲/ ۲۵)

سبحان اللہ مسلمانوں کو نہایت کسمپرسی کی حالت میں شام و ایران و یمن کی فتوحات کی خوشخبریاں سنائی جارہی ہیں۔ اِس

حالت میں کہ سخت سردی میں مسلمانوں کا بھوک کے سبب کام کرنا بھی مشکل ہو رہا ہے اور لوگوں کے خوف سے دل حلق ﷺ آ رہے ہیں کہ دشمن ایک کثیر تعداد لے کر تہس نہس کرنے کے لیے چلا آ رہا ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم ﷺ کے اِن حالات میں کوئی بھی اتنی بڑی خوشخبریاں اپنے صحابہ کو نہیں دے سکتا تھا یہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب کی ہر ہر چیز کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی تھیں۔ زمین و آسمان کی ہر چیز کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی تھیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

واللهُ مُعْطِي وَ اَنَا قَاسِمٌ۔

ترجمہ: ہر چیز دینے والی ذات تو اللہ وتبارک وتعالیٰ کی ہے اور ہر چیز کے بانٹنے والا میں (**محمد رسول اللہ ﷺ**) ہوں۔

اولین و آخرین تمام لوگوں کو جس کو جو کچھ ملا حضور علیہ السلام کے صدقے ہی ملا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ (الانبیاء)

ترجمہ: اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خزانہ جس کی کل عالمین کو ضرورت ہے کو بھی حضور علیہ السلام کے ذریعے سے ہی بانٹا جا رہا ہے۔)

یہ انسان اولین و آخرین تو کیا ہم نے اے میرے پیارے حبیب ﷺ آپ علیہ السلام کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جہاں میں رب العالمین ہوں وہاں آپ علیہ السلام رحمت العالمین ہیں۔ کائنات کے ذرے ذرے کا نظام رحمت و محبت حضور علیہ السلام کی وجہ سے ہے اور اِس دنیا میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی رحمت کے صرف ایک حصہ کا اظہار معرض وجود میں آیا ہے اور جب قیامت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باقی ننانوے حصوں کا وجود معرض وجود میں آئے گا تو اُس وقت حضور علیہ السلام کی شان پاک کا کیا عالم ہوگا۔

صرف بزم محشر کا ہے یہ سبب
کہ آپ کی شان رحمت دکھائی جانے والی ہے

جب کتنا ہی عرصہ تک اللہ جل جلالہٗ کی آواز گونجتی رہے گی کہ

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ۔

ترجمہ: آج کس کی بادشاہی ہے۔

یعنی بادشاہی تو اَب بھی سب اُسی کی ہے لیکن اَب جو اختیار اُس نے لوگوں کو عطا فرمایا ہوا ہے وہ واپس لے لیا جائے گا اور دنیا کے تمام بادشاہوں کو فرشتے اُن کے بالوں کی چوٹیوں سے پکڑے ہوئے ہوں گے اور اُن کو زمین و آسمان کے درمیان معلق کیا ہوا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر ہوں گے کہ کدھر پھینکیں۔ دوزخ میں یا جنت میں اور کسی کو دم مارنے کی

جرأت نہیں ہو گی اور کسی کی آواز بھی نہیں نکل رہی ہو گی اور لوگ ہر طرف سے پھر پھرا کر تمام انبیاء اکرام کے پاس سے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر گریں رہے گے اور شفاعت کے طلبگار ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرمائیں گے۔

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۶۵﴾

ترجمہ: آج خدائے واحد کی بادشاہی ہے۔

کتنی ہی دیر یہ آواز گونجتی رہے گی اور کسی کو بھی بولنے کی اجازت نہیں ہو گی۔

اور پھر حضور علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج میں ہی تم سب کا شفیع ہوں اور آپ سجدے میں گر پڑیں گے کتنی ہی دیر آپ سجدہ ریز رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ایک دم حضور علیہ السلام کو سجدہ ریز دیکھ کر رحمت میں بدل جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے پیار سے فرمائیں گے اے میرے پیارے حبیب اِرْفَعْ رأسك يا محمد ﷺ اپنا سَر مبارک سجدے سے اُٹھائیے۔ قُلْ تَسْمَعْ۔ آپ فرمائیں تو سہی سُنا جائے گا سَلْ تُعْطِي۔

آپ ارشاد فرمائیں آپ کو عطا فرمایا جائے گا اِشْفَعْ يَشْفَعْ۔ آپ شفاعت فرمائیں۔ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اور پھر حضور علیہ السلام کو مقام محمود پر بٹھایا جائے گا اور سب سے پہلے حضور علیہ السلام کی بدولت ہی حضور علیہ السلام کی اُمت کو بخشا جائے گا اور پھر دوسری امتیں بھی حضور علیہ السلام کے صدقے ہی بخشی جائیں گی۔

حضور علیہ السلام نے خندق کی چٹان توڑتے وقت جو خوشخبریاں شام و فارس و یمن کی فتوحات کی فرمائیں تھیں اُن کا ظہور اپنے پیارے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر کروایا کیونکہ اُن کے ہاتھ پر فتح دراصل حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر فتح ہی۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

ترجمہ: اور اے میری پیارے حبیب ﷺ وہ کنکریاں جو تو نے پھینکی تھیں وہ تو نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ وہ ہم نے پھینکی تھیں۔

لیکن وہ لوگ جن کے دل محبت سے خالی ہیں وہ اِس چیز کا کیا اندازہ لگا سکتے ہیں جس کی آنکھ میں حضور علیہ السلام کی محبت کا سُرمہ ہی نہیں۔ اُس نے کیا دیکھنا ہے اور جس کے دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا جوہر ہی نہیں اُس کا جینا بھی کیا جینا ہے جانور و چار پائے اُس سے بہتر و افضل ہیں۔

جس کا جو محبوب ہوتا ہے اُس کا خیال اُدھر ہی ہوتا ہے۔

اُس وقت بھی منافقوں نے یہ کہا: ''کہ کیا تم کو محمد (ﷺ) کی اِن باتوں سے تعجب نہیں ہوتا کہ وہ تمہیں اُمیدیں دلا رہے ہیں اور جھوٹے وعدے کر رہے ہیں کہ تم قیصر و کسریٰ کے ملکوں کی فتح کرو گے حالانکہ تم دشمن کے خوف سے خندقیں کھودنے پر مجبور ہو اور تم قضائے حاجت کے لیے باہر بھی نہیں جا سکتے۔''

ایک دفعہ ایک موقع پر ایک غزوے سے واپس آتے ہوئے جب حضور ﷺ کی ناقہ (اونٹنی) گم ہوگئی تو ایک منافق نے کہا کہ ویسے تو حضور (ﷺ) تم لوگوں کو غیب کی آسمان کی خبریں دیتے ہیں لیکن وہ تم کو اپنی اونٹنی کی خبر نہیں دے سکتے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا کہ بخدا میں وہ ہی تم لوگوں کو بتاتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ مجھ کو آگاہ فرماتے ہیں جاؤ (میرے رب نے مجھے بتا دیا ہے کہ) فلاں گھاٹی میں فلاں درخت کے ساتھ اُس کی نکیل پھنسی ہوئی ہے۔

اور مسلمان وہاں گئے اور واقعی وہ اونٹنی اُن کو اِسی حالت میں وہاں سے ملی۔

جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہوتی ہے شیطان اُن کے دل میں ایسی ہی باتیں ڈالتا رہتا ہے۔ اِس طرح کے لوگ ہر دور میں ہوئے ہیں جس کی قسمت میں جو ہوتا ہے وہ اُس کو مل جاتا ہے جس کا رزق جہاں سے لکھا ہوتا ہے وہیں سے اُس کو ملنا ہے صاف پانی کی مچھلی کی خوراک صاف پانی سے ہی اُس کو ملتی ہے اور گندگی کے کیڑے کی خوراک بھی اُس کیڑے کو گندگی سے ہی ملتی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات معافی عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور ﷺ کی گستاخی سے بچائے۔ تمام انبیاء علیہم السلام تمام اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اور اُس ذات پاک جل جلالہٗ کے مقرب بندوں کی گستاخی سے بچائے۔ آمین بجاہ نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کہ حضور ﷺ کی آواز سے اونچا بولنے پر تمام زندگی کے اعمال ضائع ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔

جب منافقوں نے یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کی شان پاک میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ (الاحزاب)

ترجمہ: اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہہ رہے تھے کہ نہیں وعدہ کیا ہم سے اللہ نے اور اُس کے رسول نے مگر صرف دھوکہ دینے کے لیے۔

حضور علیہ السلام کی برکات

حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تین دن خندق کی کھدائی فرماتے رہے۔ صحابہ پاک رضی اللہ عنہم کی ہمت جواب دینے لگی کسی نے کچھ کھایا پیا نہیں تھا لوگ مسلسل کام کر رہے تھے بھوک کے احساس کو مٹانے کے لیے صحابہ پاک نے پیٹ کے اوپر پتھر باندھے ہوئے تھے جب پتھر باندھنے کے بعد بھی بھوک ناقابل برداشت ہوگئی تو بعض صحابہ اکرام حضور ﷺ کے پاس گئے اور قمیض اُٹھا کر اپنے پتھر دکھائے کہ بھوک ناقابل برداشت ہوتی جا رہی ہے حضور ﷺ نے اپنے پیٹ پر سے قمیض ہٹائی تو صحابہ پاک نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے دو پتھر باندھے ہوئے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی کیفیت دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا میں فوراً اجازت لے کر گھر گیا۔ بکری کا

ایک ہی بچہ میرے پاس تھا میں نے اُسی کو ذبح کیا اور تھوڑے بہت جو ادھر اُدھر تلاش کے بعد نکالے۔ بیوی کو کہا کہ اِن کو پیس کر آٹا بنائے اور تھوڑا سا گوشت جو بنا تھا اُس کو دیا کہ پکائے اور آٹا گوندھے۔

میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ زیادہ لوگوں کو نہ بلا کر لانا کہیں ہماری بے عزتی نہ ہو جائے اور چپکے سے حضور علیہ السلام کو کھانے کے لیے عرض کرنا شام کو ہم لوگ کام بند کر کے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے شام قریب تھی میں نے چپکے سے آ کر حضور علیہ السلام سے کھانے کی دعوت کی عرض کی کہ ایک یا دو آدمی آپ ساتھ بھی لے چلیں کیونکہ کھانا بالکل تھوڑا سا پکا ہے۔ حضور علیہ السلام نے کمال محبت سے اپنی انگلیاں مبارک میری انگلیوں میں ڈال دیں اور فرمایا کثیرٌ طیب۔ کہ یہ تو بہت زیادہ اور پاکیزہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ "میرے آنے سے پہلے ہنڈیا نیچے نہ اُتارنا اور نہ ہی روٹیاں پکانی شروع کرنا۔"

پھر حضور علیہ السلام نے بلند آواز سے تمام خندق والوں کو فرمایا کہ جابر نے تمہارے لیے کھانا پکایا ہے آؤ سب کھاؤ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں شرم سے پانی پانی ہوئے جا رہا تھا۔ حضور علیہ السلام آگے آگے چل دیے اور صحابہ اکرام کا جم غفیر حضور علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

جب میں گھر پہنچا تو بیوی کو سب ماجرا بتایا بیوی نے پوچھا کیا تم نے حضور علیہ السلام کو کھانے کی مقدار کے متعلق بتا دیا تھا۔ میں نے کہا کہ ہاں اور اُس نے پوچھا کہ کیا سب صحابہ کو کھانے کی دعوت آپ نے دی یا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے تو بیوی کہنے لگی اللہ و رسولہٗ اَعْلَمُ اللہ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت بہتر جانتے ہیں۔

اُس کے کہنے سے میں اور مطمئن ہو گیا۔

حضور علیہ السلام اندر تشریف لائے اور اپنا برکت والا لعاب دہن آٹے میں ڈالا اور ہانڈی میں اپنا برکت والا لعاب دہن ملایا اور فرمایا کہ آٹے اور ہنڈیا کو ڈھانپنے رکھنا اور حکم دیا کہ دس دس آدمیوں کو بلاتے جاؤ اور کھلاتے جاؤ۔"

اِسی طرح ایک ہزار تک آدمیوں نے کھانا کھایا نہ آٹا کم ہوا اور ہنڈیا میں کھانا بھی ویسے ہی لبالب بھرا رہا اور سب لوگ کھا کر فارغ ہو گئے پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو بھی تحفتاً بھیجو۔ ہم دیر تک بانٹتے رہے حضور علیہ السلام نے بھی تناول ہمارے ساتھ فرمایا۔ جب حضور علیہ السلام چلے گئے تو سب کچھ ختم ہو گیا۔

اِسی طرح ایک دفعہ حضرت نعمان بن بشیر کی ہمشیرہ کھجوروں سے بھرا تھیلا لے کر جا رہی تھیں کہ اپنے باپ اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ کو دے آئیں کہ ان کو حضور علیہ السلام نے بلا لیا اور کھجوروں کو ایک کپڑے پر بکھیر کر تمام اہل خندق کو بُلا کر فرمایا کہ کھاتے جاؤ کھانا تیار ہے۔ تمام لوگ آ آ کر خوب سیر ہو ہو کر کھاتے رہے لیکن کھجوریں جوں کی توں رہیں۔

ایک دفعہ حضور علیہ السلام ام المومنین حضرت ام سلمہ کے ہاں تشریف فرما تھے کہ ام عامر اشہیلہ نے ایک برتن میں حبس (حلوہ) بھیجا۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ نے کھایا اور بقایا حضور علیہ السلام لے کر باہر تشریف لے آئے اور اعلان فرمایا کہ تمام لشکر والے کھانا

حضور علیہ السلام کے گھر کھائیں۔ تمام لوگ آئے اور کھانا کھایا لیکن وہ حلوہ ویسے کا ویسہ ہی رہا۔

حضور علیہ السلام جب بھی مدینہ منورہ سے کوئی چیز آتی تو سب کی سب مہاجرین انصار میں تقسیم فرما دیتے تھے لیکن جب کافی مقدار میں شہد یا گوشت یا روٹیاں وغیرہ آتیں تو تھوڑا بہت خود بھی چکھ لیتے تھے۔

(البدایۃ النہایہ تاریخ ابن کثیر ۳،۴ / ۵۱۲) (سبل الہدیٰ ۴/ ۵۲۲۔ ۵۲۰)

اور ہر وقت حضور علیہ السلام کی زبان مبارک پر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور شکر جاری رہتا تھا اور حضور علیہ السلام صحابہ کے حق میں مسلسل دعا فرماتے رہتے تھے۔

خندق کی چھ دن میں تیاری

الغرض چھ دن کی قلیل مدت میں خندق جو پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری تھی تیار ہوگئی۔ یہ خندق مدینہ کے شہر کے تمام شمالی حصہ پر تھی اور اِس کی لمبائی تقریباً ساڑھے تین میل تھی۔ مدینہ منورہ کے شمالی حصہ سے ہی دشمن کی افواج کی آمد کا خطرہ تھا۔ مدینہ کے مشرق و مغرب میں پتھریلی چٹانیں تھیں اور جنوب میں گھنے باغات کھجوروں کے تھے جدھر سے حملے کا خطرہ نہیں تھا۔ حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں ام مکتوم کو نمازوں کی ادائیگی کے لیے مقرر فرمایا اور مسلمانوں کے تین ہزار کے لشکر کو بھی مناسب جگہوں پر مقرر فرمایا اور مسلح کی پہاڑی کو پشت پر رکھتے ہوئے یہاں اپنا خیمہ نصب فرمایا۔ مہاجرین کا پرچم حضرت زید بن حارث کو اور انصار کا حضرت سعد بن عبادہ کو مرحمت فرمایا۔ عورتوں اور بچوں کو مضبوط گھڑیوں میں ٹھہرایا گیا۔ امہات المومنین اور حضرت صفیہ حضور علیہ السلام کی پھوپھی کو بھی ایک گھڑی میں رکھا گیا اور وہاں حضرت حسان بن ثابت کو بھی ٹھہرنے کی اجازت دے دی گئی شہر کے اندرونی راستوں پر دیواریں چن دی گئیں۔ اِس طرح شہر کو ایک مضبوط قلعہ میں تبدیل فرما دیا گیا۔

یہ تو ظاہری طور پر انتظام تھا ورنہ حضور علیہ السلام کی برکت سے اور آپ کی دعا سے اگر یہ ظاہری اسباب نہ بھی ہوتے اور کفار کی تعداد اِس سے دوگنی بھی ہوتی تو خدا کے فضل و کرم سے حضور علیہ السلام اِن پر بھی فتح حاصل کرتے اگر ایک مہینہ بعد حضور علیہ السلام کی دعا و برکت سے کفار پر زور کی آندھی چل سکتی تھی تو پہلے دن بھی حضور علیہ السلام کی دعا و برکت سے اِن پر آندھی چل سکتی تھی اور اُن کی ہانڈیاں اُلٹ سکتی تھیں لیکن حضور علیہ السلام کے ہر کام میں توقف ٹھہراؤ ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل ہوتی تھی۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ (یوسف)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

لشکر کفار کی آمد

مدینہ منورہ کی چھوٹی سی بستی کو نعوذ باللہ ختم کرنے کے لیے کفار کا بہت بڑا لشکر اُمڈا چلا آ رہا تھا اور مسلمانوں کی

تیاریاں مکمل ہونے کے بعد یہ بھی پہنچ گیا لیکن یہ لوگ تو یہاں کا نقشہ دیکھ کر ہی حیران ہو گئے۔ انہوں نے تو کچھ سوچا ہی ہوا تھا لیکن واقعی اِن کے ارادوں اور مسلمانوں کے درمیان اللہ تعالیٰ خود حائل ہو گئے تھے اور کفار آتے ہی شکستہ دل ہو گئے اور انہوں نے اپنے خیمے نصب کرنا شروع کر دیے۔

کوہ اُحد کی اُترائی میں زنب الغمی کے مقام پر بنو عطفان اور نجد کی طرف سے آنے والے قبیلوں نے پڑاؤ ڈالا۔ اِن لوگوں کا کوئی ایک سردار نہیں تھا اور سب قبیلوں کے اپنے اپنے سردار تھے یہ لوگ چھ ہزار سے اوپر تھے۔

اور مجتمع السیال جہاں برساتی ناموں کا پانی گرتا تھا وہاں جرف اور زغابہ کے مقامات پر قریش اور اِن کے حلیفوں کنانہ وتہامہ وغیرہ نے اپنے پڑاؤ ڈالے۔ اِن کی تعداد چار ہزار کے اوپر تھی۔

عورتیں چھتوں سے جنگ دیکھ سکتی تھیں لیکن ان کو مدینہ منورہ سے باہر آنے کی اجازت نہ تھی۔

کفار نے مسلمانوں پر اپنا گھیرا مکمل کر لیا اور مناسب موقع کی تلاش کرنے لگے۔ ایک دن عمرو بن عبدو جو ایک مشہور شہسوار تھا نے عکرمہ ابو جہل کے بیٹے کو ساتھ لیا اور خندق کا چکر لگایا ایک جگہ اُس کو تنگ ملی جسے عکرمہ تو نہ پھلانگ سکا لیکن یہ اپنے گھوڑے پر اِس کو پھلانگ کر مسلمانوں کی طرف آ گیا اور مسلمانوں کو للکارا ھَلْ مِنْ مُّبَارِز ہے کوئی اُس کے ساتھ مقابلہ کرنے والا۔

شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور علیہ السلام کی اجازت سے اپنی تلوار لہراتے ہوئے اِس کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور اُسے اِسلام کی دعوت دی جسے اُس نے سن کر انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا پھر میرے ساتھ مقابلہ کر اُس نے کہا کہ آپ کے والد میرے والد کے بہت اچھے دوست تھے۔ اِس لیے میں پسند نہیں کرتا کہ آپ میرے ہاتھ سے قتل ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن میں چاہتا ہوں کہ میری تلوار تمہارا سر تن سے جدا کر دے۔ یہ سُن کر وہ غصہ سے پاگل ہو گیا گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور گھوڑے کی کونچوں کو کاٹ دیا اور دیوانہ وار آپ سے لڑنا شروع کر دیا۔

یہ دیوانگی یہ جد و جدل اِن کفار کی فطرت میں تھی۔ یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے اِن کا مقابلہ کر لیا تھا ورنہ یہ لوگ نہایت ہی سرکش اجڈ وگنوار لوگ تھے اور نہایت ضدی قسم کے تھے اپنی انا کی خاطر یہ اپنی جان تک دینے کو تیار ہو جاتے تھے۔ دونوں کی جنگ میں اتنی گرد وغبار اُڑی کہ اس نے دونوں حضرات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور کوئی بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔

حضور علیہ السلام کی دعا کام آئی جب گرد وغبار چھٹا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اِس کا سر تن سے جدا کر دیا ہوا تھا۔

اِس واقعہ سے مسلمانوں کا رعب کفار پر اور زیادہ طاری ہو گیا اور پورا ایک مہینہ کسی نے بھی خندق کے پار آنے کی جرأت نہ کی۔

جب بنی نضیر کے یہود نے دیکھا کہ یہ کفار کامیاب نہیں ہو سکیں گے جب تک کہ بنی قریظہ اندر سے مسلمانوں پر حملہ نہ کر

دیں تو انہوں نے ایک اور سازش کی۔آج بھی یہود کا سازشی ذہن ہر جگہ مسلمانوں کو نیچا دکھانے کے لیے مصروف عمل ہے لیکن جس کی حفاظت خدا کرے یہ لوگ اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے آج بھی مسلمان اپنا ایمان مضبوط نہ ہونے کی وجہ سے اِن لوگوں کی سازشوں کا شکار ہو رہے ہیں آج بھی اگر مسلمان ہوش کر لیں تو اللہ تعالیٰ اِن کی عظمت رفتہ پھر بحال فرما سکتے ہیں۔

بنی نضیر کا سردار حی بن اخطب موقع پا کر بنی قریظہ کی طرف گیا اور چپکے سے جا کر قلعہ کے باہر سے بنی قریظہ کے سردار کعب کو اپنی آمد کی اطلاع دی۔

بنی قریظہ اَب تک مسلمانوں کے ساتھ اپنے عہد و پیمان کی وفاداری کر رہے تھے جب کعب نے حی بن اخطب کی آمد کے بارے میں سُنا تو دروازے پر آیا لیکن حی بن اخطب کو کہا تو ضرور کسی سازش کے تحت آیا ہے تو خود بھی مَرے گا اور مجھے بھی مروائے گا جا واپس چلا جا۔میں تیرے لیے دروازہ نہیں کھولوں گا۔

اس نے بہت منتیں کیں لیکن کعب پھر بھی نہ مانا تو حی بن اخطب نے کہا کہ اے کعب تو اِس لیے دروازہ نہیں کھول رہا کہ تجھے مجھے روٹی نہ کھلانی پڑ جائے۔ یہ طعنہ سن کر کعب نے دروازہ کھول دیا حی بن اخطب اندر چلا آیا اور کعب کے ساتھ اس کے گھر چلا گیا۔ جب یہ فارغ تنہائی میں بیٹھے تو حی بن اخطب کعب کو کہنے لگا کہ میں تمہاری لیے زمانے بھر کی عزت لے کر آیا ہوں۔ میں تمام مشرکین مکہ اور بنی عطفان کے قبائل وغیرہ کو بھی ساتھ لایا ہوں میں جنگجو سرداروں کو تمہارے پاس لایا ہوں میرے ساتھ ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر ہے۔

تم صرف ایک کام کرو ہم باہر سے حملہ کریں گے تم اندر سے حملہ کر دینا۔ اس طرح مسلمانوں کا صفایا ہو جائے گا۔

کعب کہنے لگا اے حی بن اخطب تم زمانے بھر کی ذلت ہمارے لیے لائے ہو۔ ہمارا پیغمبر اسلام (علیہ السلام) سے دوستی کا وعدہ ہے اور اُنہوں نے آج تک اِس کی عہد شکنی نہیں کی۔

حی بن اخطب بہت تیز طرار تھا اُس کو باتوں کے اُلجھاؤ پیچ میں اُلجھا کر اُس کو سبز باغ دکھاتا رہا یہاں تک کہ وہ اِس میں کامیاب ہو گیا اور کعب نے مسلمانوں کے خلاف حملے کا ارادہ کر لیا۔

کعب نے چپکے سے تمام لوگوں کو تیاری کا حکم دے دیا۔

بنو قریظہ سے عمرو بن سعدی نے اِس کو بہت منع کیا اور اِس کے بُرے نتائج سے آگاہ کیا لیکن اِس کے کان پر جوں تک نہ رینگی علاوہ بنی قریظہ سے اسد، اسید، اور ثعلبہ جو بنو سعنہ کی شاخ سے تھے نے اِس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور بعد میں مسلمانوں کے لشکر میں آ کر شامل ہو گئے۔

حضور علیہ السلام کو جب یہ خبر پہنچی تو سرکار دو عالم ﷺ نے اِس خبر کی تصدیق کے لیے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ لوگوں کے ساتھ بنی قریظہ بھیجا اور فرمایا کہ اگر یہ بات سچ ہوئی تو واپس آ کر ہمیں اشارے کنایہ سے بتانا اور اگر یہ بات جھوٹ ہوئی تو بھرے مجمع میں زور سے اعلان کرنا۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ گئے تو بنی قریظہ کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا ہر کوئی جنگ کی تیاری میں مصروف تھا۔ اسلحہ اکٹھا کیا جا رہا تھا اُس کو تیز کیا جا رہا تھا۔

انہوں نے اِن کو بہت روکنے کی کوشش کی اور کعب کو اِس سے باز رہنے کے لیے عار دلائی لیکن یہ بالکل اندھا ہو رہا تھا اور اس کے دماغ پر ازلی خباثت چھا رہی تھی یہ بالکل نہ مانا انہوں نے اِسے مسلمانوں سے وعدہ کی یاد دلائی تو اِس نے کہا کہ کیسا وعدہ! اور کئی طرح کے بکواس کیے۔ (سبل الہدیٰ ۴/ ۵۳۰۔ ۵۲۷ ۔ضیاء النبی ۴/ ۴۶۔ ۴۴)

یہ لوگ تھک ہار کر واپس آ گئے اور اشارے کنایہ سے حضور علیہ السلام کو بتایا کہ واقعی یہ خبر سچ ہے۔

اچانک ایک دن حضور علیہ السلام کو خبر ملی کہ آج رات بنی قریظہ مسلمانوں پر حملہ کریں گے حضور علیہ السلام نے فوراً حضرت زید بن حارثہ کی قیادت میں تین سو مجاہدین اور حضرت مسلمہ بن اسلم اشہلی کی قیادت میں دو سو مجاہدین کو ترتیب دیا اِن لوگوں نے ٹولیوں کی شکلوں میں مدینہ طیبہ کی گلیوں میں گشت شروع کر دیا اور ساری رات مسلمانوں کا پہرہ دیتے رہے اور یہ وقفے وقفے سے مدینہ طیبہ کی گلیوں میں اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے کہ سارا مدینہ گونج اُٹھتا تھا۔ یہ صورتحال دیکھ کر بنی قریظہ مسلمانوں پر حملہ کی جرأت نہ کر سکے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہی کفار کی طرف سے غافل ہوئے اور نہ ہی بنی قریظہ کے یہودیوں کی طرف سے غافل ہوئے جتنی دفعہ بھی کسی نے حملے کی کوشش کی تو حضور علیہ السلام نے کسی نہ کسی کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ دشمن کو بھگا دے۔

حضور علیہ السلام پیچھے سے مسلمانوں کے حق میں دعا فرماتے رہتے تھے حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ اِن کا شر ہم سے دور کر دے۔ اللہ ہمیں اِن پر فتح عطا فرما۔ تیرے سوا اِن کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔

ایک دفعہ ایک جگہ حضور علیہ السلام نے حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ خندق کی حفاظت کے لیے چکر لگانے کا کہا ایک جگہ انہوں نے دیکھا کہ ابوسفیان اپنے گھڑسواروں کے ساتھ داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے انہوں نے اِن پر تیروں اور پتھروں کی بارش کر دی یہ لوگ دم دبا کر بھاگ گئے کفار نے کئی دفعہ خندق عبور کرنے کی کوشش کی لیکن ہر دفعہ مسلمانوں نے جوانمردی سے اِن کا مقابلہ کیا اور یہ پسپا ہو گئے۔ ابوسفیان، عکرمہ بن ابی جہل اور ضرار بن خطاب ہر دن باری باری اپنے دستوں کے ساتھ حملے کرتے تھے ایک دن انہوں نے یکبارگی حملے کا پروگرام بنایا۔ حضور علیہ السلام نے رات کو ہی اِن کی غیر معمولی سرگرمیاں دیکھیں اور مسلمانوں کو بھی اکٹھا فرما لیا اور فرمایا کہ اگر تم صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو گے اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو گے تو ان شاء اللہ فتح تمہاری ہی ہو گی۔

صبح کفار نے گھیرا ڈال کر ہر طرف سے حملہ کر دیا۔ صبح سے شام تک لڑائی جاری رہی انہوں نے سارا زور حضور علیہ السلام کی طرف لگا دیا۔ اِس دستہ کی قیادت خالد بن ولید کر رہا تھا اِس دن ظہر، عصر، مغرب کی نمازیں بھی قضا ہو گئیں جب اندھیرا چھا گیا تو فوجیں واپس ہو گئیں مسلمان بھی واپس لوٹ گئے اور کفار بھی اپنے خیموں میں واپس چلے گئے۔

حضور علیہ السلام نے حضرت اسید بن حضیر کی دو سو ساتھیوں کے ساتھ ڈیوٹی لگائی کہ دھیان رکھیں اور خندق کا چکر لگاتے رہیں۔
اچانک خالد بن ولید نے ایک جگہ سے اپنے دستے کے ساتھ حملہ کر دیا۔کفار سمجھ رہے تھے کہ مسلمان غافل ہو کر سو رہے ہوں گے کہ اسید بن حضیر نے اِن کا منہ توڑ جواب دیا اور اِن کو بھگا کر دم لیا لیکن حضرت طفیل بن نعمان وحشی کا حربہ لگنے سے شہید ہو گئے۔

حضور علیہ السلام نے اپنے خیمہ میں واپس آنے کے بعد حضرت بلال علیہ السلام کو اذان کا حکم دیا اور صحابہ اکرام کے ساتھ الگ الگ اقامت کے ساتھ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں الگ الگ پڑھائیں حضور علیہ السلام تازہ دم تھے اور تھکاوٹ کا نام ونشان بھی نہ تھا۔(امتاع الاسماع ۱/ ۱۸۵۔ضیاالنبی ۴/ ۴۸)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

حضور علیہ السلام کی پھوپھی، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن ایک یہودی اِن کے قلعے کے نیچے جہاں عورتیں اور بچے ٹھہرے تھے جائزہ لینے کے لیے آیا۔میں نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو کہا کہ جاؤ اور جا کر اس یہودی کو قتل کر دو۔انہوں نے کہا کہ یہ کام میرے بس کا نہیں۔

اِن کا جواب سن کر آپ خود ایک لٹھ ہاتھ میں پکڑ کر نیچے اُتریں اور جب وہ چکر لگاتا آپ کے پاس سے گزرنے لگا تو اچانک اس کے سر پر انہوں نے زور سے لٹھ ماری وہ وہیں گر گیا آپ نے اِس کو واصل جہنم کیا اور واپس آ کر حضرت حسان کو کہا کہ اِس یہودی کا لباس اُتار لاؤ۔انہوں نے کہا کہ مجھے اِس کی ضرورت نہیں۔میں نے کہا کہ پھر اِس کا سر کاٹ کر یہودیوں کی طرف پھینک دو۔آپ نے پھر اِنکار کر دیا۔حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خود گئیں اور یہودی کا سر کاٹ لائیں اور قلع کے اوپر سے زور سے یہودیوں کی طرف پھینک دیا۔

یہودی سمجھ گئے کہ یہاں پہرے دار مقرر ہیں۔پھر اُن میں سے کسی نے بھی قلعہ یا گھڑی کی طرف آنے کی جرأت نہیں کی۔

بنی غطفان

حضور علیہ السلام کے پاس سے منافقوں نے بہانے بنا کر اور چپکے سے جانا شروع کر دیا حضور علیہ السلام نے مسلمانوں کی حفاظت نے پیش نظر کفار کی جمعیت کو منتشر کرنے کے لیے بنی غطفان کے سرداروں عیینہ بن حصین اور ابو الحارث بن عمرو سے بات چیت شروع کی اور اُنہیں فرمایا کہ اگر تم محاصرہ اُٹھا کر چلے جاؤ تو مدینہ طیبہ کی کھجوروں کا تیسرا حصہ تمہیں دیا جائے گا۔عیینہ بن حصین حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پاؤں پھیلائے بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے آپ نے آتے ہی عیینہ بن حصین کو ڈانٹا اور فرمایا کہ بندر کی آنکھوں والے کیا تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یوں پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہو۔اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں نہ ہوتے تو میں نیزے سے تمہارا پیٹ پھاڑ دیتا۔

حضور ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا۔ اِن دو حضرات نے مشورہ دیا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تو ہمیں مجال نہیں اور اگر آپ ہمارا مشورہ لینا چاہتے ہیں تو بطور تاوان ہم اِن کو ہرگز ایک کھجور بھی نہیں دیں گے۔ ہم اِن کو کبھی بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے اِن کو دینے کے لیے ہمارے پاس صرف تلوار ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اِن کے اور ہمارے درمیان اِس سے فیصلہ فرما دے۔

نصرت خداوندی

جب یہ لوگ چلے گئے تو بنی غطفان کا ایک نوجوان نعیم بن مسعود عامر بن غطفان چھپتا چھپاتا حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور عرض کرنے لگا کہ حضور ﷺ ارشاد فرمائیں کہ میں آپ کے لیے کیا خدمت انجام دے سکتا ہوں۔ کیونکہ ابھی تک میرے اسلام لانے کے متعلق میری قوم کو پتہ نہیں ہے آپ حکم ارشاد فرمائیں تو میں کوئی مفید کام انجام دے سکوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اکیلے ہو ہم سے علیحدہ ہی رہو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ الحربُ خُدْعَةٌ یعنی جنگ ایک دھوکہ ہے۔ (یعنی کوئی تدبیر کر کے تم دشمن کی صفوں میں انتشار پیدا کر سکتے ہو۔)

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خفیہ مشن

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے اجازت لے کر بنی قریظہ کے پاس آئے اِن کے بنی قریظہ کے ساتھ بہت پرانے تعلقات تھے اور یہ نعیم کی بڑی عزت کرتے تھے یہ اِن سے کہنے لگے کہ تم لوگ جانتے ہو کہ میرے دل میں تمہاری کتنی ہمدردی ہے اگر تم کہو تو میں تم کو ایک نہایت مفید مشورہ دوں۔ بنی قریظہ کہنے لگے کہ ہاں آپ واقعی ہمارے بہت ہمدرد ہیں۔ ضرور فرمائیے۔ انہوں نے کہا کہ قریش اور بنی غطفان نے تمہارے ساتھ مسلمانوں پر حملے کا پروگرام تو بنا لیا ہے لیکن تم خود سوچو کہ تم یہاں اکیلے رہتے ہو تمہارے کاروبار تمہاری جائیدادیں تمہاری زمینیں تمہارے باغات اور تمہارے بیوی بچے سب کچھ یہاں ہے اس کے برعکس قریش اور بنی غطفان بہت دور سے یہاں آئے ہیں اور اُن کا سب کچھ یہاں سے بہت دور ہے فتح کی صورت میں تو یہ مال غنیمت سمیٹ لیں گے ورنہ شکست کی صورت میں یہ تمہیں مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں گے پھر اُس وقت تمہارا کیا حال ہو گا۔ بہتر ہو گا کہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے تم اِن لوگوں سے ضمانت کے طور پر کچھ لوگ جو قریش اور بنی غطفان کے ہوں اپنے پاس رہن رکھو یعنی بطور ضمانت رکھو۔ اِسی طرح شکست کی صورت میں یہ تمہیں چھوڑ کر نہیں جا سکیں گے۔ بنی قریظہ اِن کی یہ تجویز سُن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے قَدْ اَشَرْتَ بِنُصْحٍ یعنی تم نے بہت صحیح مشورہ دیا ہے۔

سرداران قریش کے پاس

یہاں سے یہ نکل کر ابوسفیان سرداران قریش اور ان کے چند بڑے لوگوں کے پاس گئے اور اِن سے کہا کہ تم جانتے

ہو کہ ہمارے تم سے کتنے دوستانہ مراسم ہیں اور تمہیں ہماری پیغمبر علیہ السلام سے دشمنی کے متعلق بھی پتہ ہے۔ابوسفیان اور قریش کے چیدہ چیدہ سرداروں نے انہیں کہا کہ ہاں واقعی آپ ہمارے بہت ہمدرد ہیں نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس آپ لوگوں کے لیے ایک نہایت خفیہ اطلاع ہے وہ سب لوگ جب ہمہ تن گوش ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ بنی قریظہ نے مسلمانوں سے عہد شکنی کی اِس بات پر وہ بہت پچھتا رہے ہیں (یعنی اُن کو تمہاری فتح کی کوئی اُمید نہیں) اور یہود نے حضور (علیہ السلام) سے رابطہ کیا ہے اور اُن کو صلح کی پیشکش کی ہے اور اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لیے اُنہوں نے حضور (علیہ السلام) سے کہا ہے کہ ہم دھوکے سے قریش کے اور بنی غطفان کے لوگوں کو اپنے پاس بلا کر تمہارے حوالے کر دیں گے تم اِن کی گردنیں اُڑا دینا۔ پھر ہم مل کر کفار پر حملہ کر دیں گے اگر بنی قریظہ تم سے کچھ آدمی رہن رکھنے کے لیے مانگیں تو ہرگز ہرگز نہ دینا۔

قریش کے سردار اِن کی بات سن کر دم بخود رہ گئے اور اِن کے فتح کے ارادوں پر اوس پڑ گئی اور نعیم رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ بلاشبہ تم نے ہمیں ایک بہت بڑی خبر پہنچائی ہے انہوں نے کہا کہ برائے مہربانی تم اِسے خفیہ رکھنا قریش کے سرداروں نے اِسے خفیہ رکھنے کا وعدہ کر لیا۔

بنی غطفان کے پاس

قریش کے یہاں سے نکل کر حضرت نعیم رضی اللہ عنہ سیدھے بنی غطفان کے سرداروں کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ میرے پاس تمہارے لیے ایک نہایت خفیہ اطلاع ہے میں تمہارے ہی قبیلہ کا آدمی ہوں اور میرے دل میں تمہاری بہت ہی ہمدردی ہے اِس لیے تمہیں بتا رہا ہوں لیکن تم اِسے نہایت خفیہ رکھنا۔ بنی غطفان کے سرداروں نے اِن سے خفیہ رکھنے کا کہا تو انہوں نے جو بات قریش سے کی تھی بالکل وہی بات بنی غطفان سے بھی کی۔انہوں نے بھی اِن سے وعدہ کیا کہ اگر بنی قریظہ کے یہود نے اِن سے لوگ رہن رکھنے کے لیے مانگے تو یہ بالکل نہیں دیں گے۔

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کی تدبیر کی کامیابی

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کی یہ خفیہ تدبیر نہایت ہی کامیاب رہی۔کفار اور اِن کے لشکر اتنے عرصہ سے محاصرے کے بعد تنگ پڑ گئے ہوتے تھے اور اِن کے حوصلے جواب دینے لگے تھے ایک دن ابوسفیان نے دوسروں سرداروں سے مشورے کے بعد مسلمانوں پر پھر یکبارگی حملے کا پروگرام بنایا اور اِس نے یہود کی طرف کہلا بھیجا کہ صبح ہفتہ کے دن ہم نے مسلمانوں پر حملے کا پروگرام بنایا ہے تم لوگ پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دینا اور ہم آگے سے مسلمانوں پر حملہ کریں گے تاکہ ہم اِن کا فیصلہ کر سکیں۔

یہود نے اِن سے کہا کہ صبح ہفتے کا دن ہے اِس لیے ہم تمہارے ساتھ مل کر اِن پر حملہ نہیں کر سکتے اور ویسے بھی جب تک تم قریش اور بنی غطفان اپنے چیدہ چیدہ ستر لوگ بطور یرغمال ہمارے پاس نہ بھیجو ہم کبھی بھی تمہارے ساتھ مل کر حملہ نہیں

کریں گے کیوں کہ اِس طرح ہمیں یقین ہو جائے گا کہ شکست کی صورت میں تم لوگ ہمیں یونہی بے یار و مددگار چھوڑ کر نہیں چلے جاؤ گے۔

جب ابوسفیان وغیرہ کو بنی قریظہ کی یہ اطلاع ملی تو یہ کہنے لگے کہ نعیم نے بالکل سچی خبر ہمیں پہنچائی ہے اور ابوسفیان وغیرہ نے یہود بنی قریظہ کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ نے سبب پیدا فرما دیا اور یہ لوگ ایک دوسرے سے بدگمان ہو گئے اور حملے کا پروگرام ختم ہو گیا۔ (ضیاالنبی ۴/ ۵۴۔ ۵۳)

حضور علیہ السلام کی دعائیں

سخت سردی کا موسم تھا اور ایک بہت بڑے لشکر نے مسلمانوں کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ بنی قریظہ کے یہود کا پیچھے سے حملے کا الگ خطرہ تھا علاوہ بھوک سے مسلمانوں کا برا ہوا ہوا تھا اور کلیجے منہ کو آ رہے تھے حضور علیہ السلام مسلسل سوموار، منگل اور بدھ کو ظہر اور عصر کی نماز کے درمیان مسجد احزاب میں تشریف لاتے رہے اور مسلمانوں کی فتح اور کفار کی شکست کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں مانگتے رہے۔

ایک دن صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے دل شدت خوف سے ہمارے حلق کو آ رہے ہیں کوئی ایسی دعا فرمائیے کہ ہمارے دلوں کو قرار و سکون نصیب ہو۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یوں پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عُوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رُوْعَاتِنَا۔

ترجمہ: اے اللہ ہمارے پردوں کی جگہوں پر پردہ ڈال دے اور ہمارے خوفوں کو امن میں بدل دے۔

ایک دن حضور علیہ السلام مسجد احزاب میں تشریف لائے اور اپنی چادر بچھائی اور دیر تک اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری فرماتے رہے آپ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ مُنْزِّلَ الْکِتَابِ۔ سَرِیْعَ الْحِسَابِ اِھْزِمِ الْاَحْزَابِ۔ اَللّٰھُمَّ ھُزِمْھُمْ وَانْصُرْنَا۔

ترجمہ: اے اللہ! اے کتاب نازل کرنے والے! اے جلدی حساب کرنے والے۔ اے گروہوں کو شکست دینے والے۔ اے اللہ اِن مشرکین کو شکست دے اور ہمیں اِن پر فتح عطا فرما۔

تیسرے دن حضور علیہ السلام دعا کے بعد مسجد احزاب سے جب مسلمانوں کے پاس تشریف لائے تو (حضور علیہ السلام) کا رخ انور چمک رہا تھا اِس وقت سورج ڈھل رہا تھا حضور علیہ السلام نے صحابہ اکرام سے فرمایا:

"اے لوگو! دشمن سے ملاقات کی تمنا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگو اور جب دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو صبر کرو اور خوب جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔" (ضیاالنبی ۴/ ۵۵)

35

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انصار میں سے تھے یہ ایکدن اُس قلعہ کے باہر سے گزرے جہاں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت سعد بن معاذ کی والدہ بھی تھیں اور انہوں نے ایسی زرہ پہنی ہوئی تھی جس کی آستینیں چھوٹی تھیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اِن کی والدہ سے فرمایا کہ اِن کی ذِرہ کی آستینیں اتنی لمبی ہونی چاہئیں تھیں کہ اِن کے ہاتھوں تک کو ڈھانپ لیتیں کہ کہیں کوئی تیر یا نیزہ وغیرہ اِس جگہ پر اِن کو نہ لگ جائے اِن کی والدہ محترمہ نے عرض کی کہ جو فیصلہ اللہ تعالیٰ نے کرنا ہے وہ کر دے گا اور واقعی ایسا ہوا اِن کے بازو کی جگہ پر رگ اَشہل میں ایک تیر لگا جس سے اِن کا خون نہیں رُک رہا تھا یہ تیر حبان نے مارا تھا حضور علیہ السلام نے اِسے بد دعا دی کہ "اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کو آگ میں غرق آلود کرے" حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی کہ اے اللہ اگر قریش کے ساتھ جنگ باقی ہے تو مجھے زندہ رکھ کیوں کہ اُنہوں نے تیرے رسول علیہ السلام کو اذیت پہنچائی اور اُنہیں وہاں سے نکالا اور اِن کو جھٹلایا اور اے اللہ اگر اِن کے ساتھ آخری جنگ تھی تو اِس زخم کو میرے لیے شہادت کا سبب بنا دے اور مجھے اُس وقت تک موت نہ دے جب تک میری آنکھیں بنو قریظہ سے نہ ٹھنڈی ہو جائیں۔

قرآن پاک کے ارشادات

سورہ احزاب میں اللہ جل شانہ نے جا بجا جنگ احزاب کے متعلق آیات نازل فرمائیں جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ وَاِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُىِٕلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ۝ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ۝ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْۗءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ

مِنۡکُمۡ وَالۡقَآئِلِیۡنَ لِاِخۡوَانِہِمۡ ہَلُمَّ اِلَیۡنَا ۚ وَلَا یَاۡتُوۡنَ الۡبَاۡسَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّۃً عَلَیۡکُمۡ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الۡخَوۡفُ رَاَیۡتَہُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡکَ تَدُوۡرُ اَعۡیُنُہُمۡ کَالَّذِیۡ یُغۡشٰی عَلَیۡہِ مِنَ الۡمَوۡتِ ۚ فَاِذَا ذَہَبَ الۡخَوۡفُ سَلَقُوۡکُمۡ بِاَلۡسِنَۃٍ حِدَادٍ اَشِحَّۃً عَلَی الۡخَیۡرِ ؕ اُولٰٓئِکَ لَمۡ یُؤۡمِنُوۡا فَاَحۡبَطَ اللّٰہُ اَعۡمَالَہُمۡ ؕ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرًا ﴿۱۹﴾ یَحۡسَبُوۡنَ الۡاَحۡزَابَ لَمۡ یَذۡہَبُوۡا ۚ وَاِنۡ یَّاۡتِ الۡاَحۡزَابُ یَوَدُّوۡا لَوۡ اَنَّہُمۡ بَادُوۡنَ فِی الۡاَعۡرَابِ یَسۡاَلُوۡنَ عَنۡ اَنۡۢبَآئِکُمۡ ؕ وَلَوۡ کَانُوۡا فِیۡکُمۡ مَّا قٰتَلُوۡۤا اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۲۰﴾ لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَالۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا رَاَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡاَحۡزَابَ ۙ قَالُوۡا ہٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ ۫ وَمَا زَادَہُمۡ اِلَّاۤ اِیۡمَانًا وَّتَسۡلِیۡمًا ﴿۲۲﴾ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاہَدُوا اللّٰہَ عَلَیۡہِ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَہٗ وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ ۫ۖ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِیۡلًا ﴿۲۳﴾ لِّیَجۡزِیَ اللّٰہُ الصّٰدِقِیۡنَ بِصِدۡقِہِمۡ وَیُعَذِّبَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ اِنۡ شَآءَ اَوۡ یَتُوۡبَ عَلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِغَیۡظِہِمۡ لَمۡ یَنَالُوۡا خَیۡرًا ؕ وَکَفَی اللّٰہُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الۡقِتَالَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیۡزًا ﴿۲۵﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کے اِس احسانکو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں تھیں پھر ہم نے اِن پر ایک (تیز سرد) ہوا بھیجی اور ایسے لشکر (نازل کیے) جن کو تم نے نہیں دیکھا او جو کچھ تم کرتے تھے اللہ اُسے دیکھ رہا تھا۔ جب تم پر مدینہ کے اوپر اور نیچے کی طرف سے (دشمن کے لشکر) آپڑے اور جب (لوگوں کی خوف و دہشت سے) آنکھیں کُھلی کی کُھلی رہ گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم لوگ اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے (تو یہ مومنوں کی آزمائش کی گھڑی تھی) اس وقت اہل ایمان کا امتحان لیا گیا اور وہ سختی سے جھنجھوڑ دیے گئے۔ اور (وہ یہ وقت تھا) جب منافق لوگ اور جن لوگوں کے دلوں میں (اِسلام کی طرف سے) کدورت تھی کہنے لگ کہ ہم سے اللہ اور رسول نے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا اور جب اِن (منافقوں) کی ایک جماعت کہنے لگی کہ اے مدینہ کے رہنے والو! اب یہاں تمہارا ٹھکانہ نہیں۔ پس لشکر کو چھوڑ کر گھر لوٹ چلو اور نبی (علیہ السلام) سے اِن کی ایک جماعت اجازت مانگنے لگی کہنے لگی کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں (غیر محفوظ ہیں) حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے انہیں تو بس بھاگنا مقصود تھا۔ اور (اِن کا تو یہ حال ہے کہ) اگر (مدینہ) کے اطراف سے (دشمن کی) فوجیں اِن پر گھس آئیں پھر اِن سے فساد پھیلانے کو کہا جائے تو یہ (فوراً) کر گزریں گے اور ذرا توقف نہ کریں۔ حالانکہ یہی لوگ اللہ سے پہلے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ

پھیریں گے اور اللہ سے جو عہد کیا جاتا ہے اُس کی باز پُرس ہوگی۔ آپ اِن سے فرما دیجئے اگر تم مرنے یا مارے جانے سے بھاگتے ہو تو تمہارا بھاگنا تمہارے کچھ کام نہ آئے گا اِس صورت میں (دنیاوی) فائدے بھی بس چند روز ہی حاصل کرسکو گے۔ آپ فرما دیجئے کہ کون ہے جو تم کو اللہ سے بچالے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے یا (کون ہے جو اِسے روک لے) اگر وہ بھلائی کرنا چاہے (سب کچھ اللہ تعالیٰ کے تابع ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے ہوتا ہے) اور (اِن منافقین کو خبردار کر دیجئے کہ وہ اللہ کے سوا کسی کو اپنا مددگار نہ پائیں گے۔ (اور) اللہ اِن لوگوں میں سے اُن کو بھی خوب جانتا ہے جو (لوگوں کو جہاد میں شریک) ہونے سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ (کہاں لڑائی میں تیر رہے ہو) ہمارے پاس چلے آؤ اور یہ خود لڑائی میں بہت کم شریک ہوتے ہیں۔ (کیونکہ یہ لوگ) تمہارے بارے میں بخیل ہیں پھر جب خوف کا موقع آتا ہے تو آپ اِن کو دیکھیں کہ وہ آپ کی طرف اِس طرح تکتے ہیں کہ اِن کی آنکھیں (اِس طرح) چکر کھاتی ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہوتی ہے پھر جب ڈر جاتا رہتا ہے تو عنقریب تم (مسلمانوں) کو تیز تیز زبانوں سے (باتیں بناتے اور بہادری کا اظہار کرتے ہوئے) کہیں گے وہ مال (غنیمت) پر گرے پڑتے ہیں (درحقیقت) یہ (منافق) ایمان ہی نہیں لائے تو اللہ نے اِن کے تمام اعمال اکارت کر دیے اور اللہ کے لیے یہ آسان (سی بات) ہے۔ یہ گمان کرتے ہیں کہ کفار کی فوجیں اَب تک نہیں گئیں اور اگر یہ فوجیں پھر آجائیں تو اِن کی تمنا ہوگی کہ کاش یہ کسی (طرف) دور دیہات میں نکل جاتے اور (وہیں سے) تم سب کی خبریں پوچھتے رہتے اور اگر (اِن کو بھاگنے کا موقع نہ ملے اور) وہ تم میں شامل رہیں تو بھی لڑائی میں برائے نام ہی حصہ لیں۔ (مومنو) بے شک تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے یہ اِس کے لیے جو اللہ سے ملنے اور یوم آخرت کے آنے کی امید رکھتا ہے اور اللہ کی یاد کثرت سے کرتا ہے۔ اور جب مومنوں نے کافروں کے لشکر کو دیکھا تو (نڈر ہو کر) بول اُٹھے یہ تو وہی (آزمائش ہے جس کا اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اُس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اِن حالات سے اِن کے ایمان اور طاعت گزاری میں اور ترقی ہی ہوئی۔ مومنوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جس بات کا عہد کیا تھا وہ سچ کر دکھایا۔ پھر بعض نے تو اپنی ذمہ داری کو (مکمل طور پر) پورا کر دکھایا (یہ شہید ہوئے اور اِسلام پر قربان ہو گئے) اور بعض وہ ہیں جو (شہادت کے) منتظر ہیں اور اپنے (عہد و پیمان میں) ذرا نہیں بدلے۔ (یہ آزمائش اِس لیے ہے) تاکہ اللہ سچوں کو اِن کے سچ کا صِلہ دے اور منافقوں کو چاہے تو عذاب دے یا اِن کی توبہ قبول فرمائے بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور (بڑا غفور و رحیم ہے) بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ اور اللہ

نے کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا پھیر دیا اور انہیں کچھ بھلائی حاصل نہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ لڑائی میں مومنوں کے لیے آپ ہی کافی ہے اور اللہ بڑا زور آور (اور) غلبہ والا ہے۔ صدق اللہ العظیم۔

(سیرت النبی، سیرت الرسول، ڈاکٹر طاہر القادری صاحب جلد ۸، صفحہ ۳۔ ۵)

زوردار آندھی اور لشکر کفار کی واپسی

سخت سردی کا موسم تھا۔ بیٹھے بیٹھے کفار کے حوصلے جواب دے چکے تھے۔ تمام کفار کے قبیلوں میں آپس میں نااتفاقی پڑ چکی تھی ہر کوئی پہلے ہی واپسی کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن اس لیے یہ لوگ واپس نہیں ہو رہے تھے کہ لوگ ہمیں طعنے دیں گے آپس کی پھوٹ نے اِن کو جھنجھلاہٹ کا شکار کر دیا تھا۔ پورے لشکر میں برہمی کے آثار پائے جاتے تھے اِن کا سامنا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے تھا جس میں وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ کیونکہ نصرت خداوندی اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ کے ساتھ تھی اور حضور علیہ السلام ایک نہایت ہی کامیاب جرنیل تھے۔ سپہ سالار تھے علاوہ عرب لوگ خندق وغیرہ کے واقف نہیں تھے یہ لوگ تو آندھی وطوفان کی طرح آتے قتل وغارت گری کرتے اور ایک آدھ دن میں ہی لڑائی کا فیصلہ ہو جاتا لیکن یہاں تو صورتحال ہی یکسر بدل چکی تھی اُن کے مُنہ زور گھوڑوں کو لگام لگ چکی تھی کوئی بھی خندق پار کرنے کی جرأت نہ کر سکا اور اگر کسی نے خندق پار کرنے کی کوشش کی تو موت نے اُس کا استقبال کیا اِدھر سے بنی قریظہ نے بھی اِن کو جب جواب دے دیا تو اِنکے حوصلے بالکل ہی پست ہو گئے ایک ماہ تقریباً کسمپرسی کی حالت میں بسر کرنے کے بعد اِن کے حوصلے بالکل ہی جواب دے چکے تھے اِن لوگوں کو ویسے بھی محاصرہ وغیرہ کرنے کی عادت نہ تھی۔ ایک دن سخت سردی کے موسم میں بہت زوردار آندھی اللہ رب العزت نے بھیجی جس نے اِن کے رہے سہے حوصلوں پر بھی اوس ڈال دی اور انہوں نے اِسے عذاب خداوندی سمجھتے ہوئے بھاگ جانے میں ہی عافیت سمجھی۔ یہ لوگ اِس سراسیمگی میں بھاگے کہ اِن کو کسی چیز کے اُٹھانے کی ہوش ہی نہ رہی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ

حضور علیہ السلام اِدھر اللہ تعالیٰ کے حضور شکرانے کی نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ "کوئی ہے جو دشمن میں پھوٹ کی خبر کی تصدیق کر کے آئے۔ ہم عہد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُس کو جنت میں داخل کرے گا کوئی شخص بھی موسم کی سختی وشدت اور خوف وہراس کی جو کیفیت چھائی ہوئی تھی نہ اُٹھ سکا۔ حضور علیہ السلام پھر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور سلام پھیرنے کے بعد پھر فرمایا: "کہ جو دشمن میں پھوٹ کی خبر کی تصدیق کر کے آئے۔ میں اللہ تعالیٰ رب العزت جل شانہٗ سے درخواست کروں گا کہ اُس کو جنت میں میرا رفیق بنائے۔ سخت سردی میں لوگ خوفزدہ تھے کہ کوئی بھی جرأت نہ کر سکا۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول معظم وجہ کائنات حضرت محمد ﷺ فداہ اُمی وابی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو آواز دی۔ آپ فوراً

لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو گئے۔سبحان اللہ کیا انداز رسالت بیان ہے کوئی حضور علیہ السلام کے کلام کی گہرائی تک پہنچ ہی نہیں سکتا حضور علیہ السلام کا بلانا کسی کام میں بھیجنا کسی کو کوئی نصیحت فرمانا ہر ادا ہر انداز نرالا ہی تھا۔صحابہ پاک فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ہمیں اتنے پیارے انداز میں ایسے طریقے سے نصیحت فرماتے تھے تو وہ ہمارے دلوں میں نقش ہو جاتی تھی۔

جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ ”تم جاؤ اور دیکھ کر آؤ کہ دشمن کیا کر رہا ہے۔“ سبحان اللہ نگاہ نبوت دشمن کی شکست اور سراسیمگی کے عالم میں اُن کو بھاگتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی تصدیق کے لیے بھیجا۔حضور علیہ السلام نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ واپسی پر کسی سے کوئی بات نہیں کرنی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ دشمن کے لشکر میں دور تک اندر چلے گئے ہر طرف نفسا نفسی اور بھاگنے کا عالم تھا۔ ہانڈیاں اُلٹ گئیں تھیں۔ خیموں کی طنابیں ٹوٹ چکی تھیں خیمے اُڑ رہے تھے۔ ہاتھ کو ہاتھ سُجائی نہیں دے رہا تھا۔ اِن کے چولہوں میں آگ ٹھنڈی ہو چکی تھی جو جلنے کا نام نہیں لے رہی تھی ہانڈیاں اُلٹ چکی تھیں اور برتن اور دوسری چیزیں بکھری پڑیں تھیں۔ ابوسفیان اپنے لشکر کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا بنی قریظہ نے ہمارے ساتھ بے وفائی کی ہے۔ بھاگ چلو۔ ہر کوئی اِس سراسیمگی اور پریشانی میں بھاگ رہا تھا جیسے اِس نے ایک لمحے کی بھی دیر کی تو دشمن اُس کو ہلاک کر دے گا۔ ابوسفیان نے اِسی خوف کے عالم میں لوگوں کو پکارا کہ ہر آدمی اپنے ساتھ والے آدمی کا نام معلوم کر لے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے فوراً اپنے ساتھ والے آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے وہ بولا کہ میرا نام عمرو بن عاص ہے۔

ابوسفیان لوگوں کو کہہ رہا تھا کہ ہمارے مویشی ہلاک ہو رہے ہیں ہمارے چولہوں میں آگ تک نہیں جل رہی ہے اب یہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں بھاگ چلو۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابوسفیان کے اتنے قریب تھا کہ اُسے ہلاک کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا لیکن میں نے حضور علیہ السلام کے حکم کے مطابق کہ حضور علیہ السلام نے مجھے صرف حالات معلوم کرنے کا کہا ہوا ہے کوئی ایسی حرکت نہ کی ابوسفیان اس طرح بھاگا کہ اس کو اونٹ کی رسی کھولنی بھی بھول گئی جب اونٹ اوپر نہ اُٹھ سکا تو اُس نے سوار سوار اپنی تلوار سے اُس کو کاٹ دیا جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ واپس آئے تو حضور علیہ السلام ابھی تک مسلسل نماز پڑھ رہے تھے مجھ کو آتا دیکھ کر حضور علیہ السلام نے منقش لبادہ جسے اُوڑھ کر نماز ادا فرما رہے تھے آپ نے اُس کا ایک حصہ مجھے سردی سے بچانے کے لیے میرے اوپر دے دیا۔ سبحان اللہ اُمت کا کیا احساس ہے کیا چاہت ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (التوبہ)

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں

پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزو مند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لئے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب حضور علیہ السلام نے رکوع اور سجدہ کیا تو میں اِس لبادہ سے باہر نکل آیا جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سلام پھیرا تو میں نے کفار کے لشکر کی ہزیمت کا آنکھوں دیکھا حال حضور علیہ السلام کے آگے بیان کیا اور ابوسفیان کی بھاگتے ہوئے سراسیمگی بھی بیان کی کہ وہ اونٹ پر سوار ہوگیا اور اُس کی رسی بھی کاٹنی بھول گیا۔ سب کچھ بیان کیا تو حضور علیہ السلام ہنس پڑے اور حضور علیہ السلام کے سفید موتیوں جیسے دانت ظاہر ہو گئے۔

صبح کا اُجالا پھیلا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ کفار کے لشکر کی کالی گھٹا ناپید ہو چکی ہے اور وہاں بکھرے ہوئے سامان ٹوٹی ہوئی خیموں کی طنابیں اُلٹی ہوئی ہانڈیاں و برتن اور دوسری چیزیں بکھری پڑی تھیں۔ کفار کے لشکر کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ حضور علیہ السلام نے مسلمانوں کو اَب مژدہ جان فزا سنایا:

اَلْاٰن نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِلَيْهِمْ۔ (صحیح بخاری)

ترجمہ: اب ہم اِن پر حملہ کیا کریں گے وہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوسکیں گے۔ اب ہم اِن کی طرف جائیں گے۔

دوررس نتائج

اللہ رب العزت جل شانہٗ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے الفاظ کی پیشین گوئی کو پورا فرمایا اور واقعی کفار پھر مدینہ طیبہ پر اِس کے بعد حملہ آور نہیں ہو سکے بلکہ جہاں کہیں بھی کسی نے کسی قبیلہ نے سر اُٹھانے کی کوشش کی۔ مسلمانوں نے وہاں پہنچ کر اُس کا سر کچل دیا۔ مسلمانوں کی دھاک دور دور تک پورے خطہ عرب میں پھیل گئی۔ بلکہ آس پاس ملکوں میں بھی پھیل گئی۔

حضور علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ۔ اَعَزَّ جُنْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُس نے اپنے لشکر کو فتح کی عزت بخشی۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام احزاب کو تنہا شکست دی۔

جب سب کفار بھاگ گئے تو حضور علیہ السلام نے مسلمانوں کو بھی اپنے گھروں میں جانے کی اجازت دے دی۔

(ضیاء النبی ۴/ ۵۸)

35

شہدائے غزوہ خندق

۱۔ حضرت سعد بن معاذ، جن کے بازو کی رگ میں تیر لگ گیا تھا انہوں نے غزوہ بنو قریظہ کے بعد شہادت پائی۔

۲۔ انس بن اوس۔

۳۔ طفیل بن نعمان

۴۔ عبداللہ بن سہل

۵۔ کعب بن زید البخاری

۶۔ ثعلبہ بن عنمہ

۷۔ قیس بن زید بن عامر

۸۔ عبداللہ بن ابی خالد

۹۔ ابوسنان بن سیفی بن صحر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

مقتولین کفار

کفار کے صرف تین آدمی مارے گئے۔

۱۔ عمرو بن عبدود جو کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار سے جہنم واصل ہوا۔

۲۔ نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ۔ اِس کو حضرت زبیر بن عوام نے جہنم واصل کیا۔

۳۔ عثمان بن منیہ۔

کفار نے عمرو بن عبدود اور نوفل بن عبداللہ اپنے مقتولین کی لاشوں کی واپسی کے لیے دس دس ہزار درہم کی پیشکش کی لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا:

لَا تأْكُلُ ثَمَنَ الْمُوْتٰی۔

ترجمہ: ہم مردوں کو بیچ کر اُن کی رقم نہیں کھایا کرتے۔

حضور علیہ السلام نے اِن کی لاشوں کو بلا معاوضہ واپس کرنے کا حکم دے دیا۔

غزوہ بنی قریظہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے ہی تھے اور سَر مبارک دھونے کی تیاری فرمارہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی کہ حکم خداوندی ہے کہ جب تک بنی قریظہ کا خاتمہ نہ کرلیا جائے اُس وقت تک

ہتھیار نہ اُتارے جائیں اور جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ ہم فرشتوں نے بھی ابھی تک ہتھیار نہیں اُتارے ہیں اور میں کفار کے لشکروں کو روحاء تک بھگا کر آرہا ہوں۔

حضور علیہ السلام نے فوراً حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان دے اور بلند آواز سے اعلان کر دے کہ ''ہر اطاعت گزار مسلمان بنی قریظہ میں عصر کی نماز ادا کرے۔''

تمام مسلمان یہ اعلان سنتے ہی باہر نکل آئے حضور علیہ السلام ''لحیف'' گھوڑے پر سوار تھے اور صحابہ اکرام کے گھڑ سوار دستوں نے حضور علیہ السلام کو گھیرا ہوا تھا اور باقی لوگ پیدل چل رہے تھے۔

لشکر اِسلام کا پرچم سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ کو مرحمت فرمایا گیا اور مدینہ طیبہ میں حضرت ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے امامت سنبھالی۔

جلد ہی یہ لشکر بنی قریظہ کے پاس پہنچ گیا انہوں نے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھتے ہی اپنے قلعے کے دروازے بند کر لیے اور اِن کی عورتیں اور مَرد قلعوں کے اوپر چڑھ گئے اور مسلمانوں کو گالیاں نکالنے لگے اور پتھر اور تیر برسانے لگ گئے۔ حضور علیہ السلام نے اِن کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِن سے کہا کہ اے اللہ کے دشمنو ہم تمہارے قلعوں کا ایسا محاصرہ کریں گے کہ تم بھوکے مَر جاؤ گے۔

آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا کہ کفار یہودی گالیاں دے رہے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے دیکھ کر یہودیوں کو گالیاں دینے کی جرأت نہیں ہو گی۔ آقا دو جہاں مسلسل آگے بڑھتے گئے، اور اُن کے قلعوں کے قریب پہنچ گئے۔ یہودی صاف نظر آرہے تھے حضور علیہ السلام نے اِن کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اے بندروں اور خنزیروں کے بھائیو۔ بتاؤ کیا اللہ نے تمہیں ذلیل کیا ہے اور تم پر عذاب نازل کیا ہے کیا تم مجھے بُرا بھلا کہتے ہو۔'' یہ لوگ حضور علیہ السلام کو دیکھ کر آپ کی تعریف کرنے لگے اور اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے لگے۔

یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ حضور علیہ السلام نے جب اپنے صحابہ اکرام سے فرمایا کہ بنی قریظہ میں جا کر نماز عصر ادا کرو تو کچھ صحابہ اکرام نے بنی قریظہ کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی نماز عصر کے فوت ہو جانے کے ڈر سے نماز عصر ادا فرمالی اور بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے اور کچھ لوگوں نے نماز عصر نماز مغرب کے ساتھ سورج غروب ہونے کے بعد ادا فرمائی۔

حضور علیہ السلام کے آگے ذکر فرمایا گیا تو آقا علیہ السلام نے کسی سے کوئی تعرض نہیں فرمایا اور فرمایا کہ جنہوں نے نماز عصر اپنے وقت پر ادا کی اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ادا کی اور جنہوں نے سورج غروب ہونے کے بعد نماز عصر ادا کی انہوں میرے حکم کی تعمیل میں ایسا کیا دونوں کی نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۸۔ ۵۳۹ از ڈاکٹر طاہر القادری، تاریخ ابن کثیر جلد ۳، ۴ صفحہ ۵۳۵)

علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کا تسمہ کسی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا تو جبرئیل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کو اپنے ساتھ بٹھا لیا اور موضع

جنائز کی مسجد تک دوسرے مسلمانوں کے پاس چھوڑ کر آئے۔

اس سے پہلے جب حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک گھڑسوار آیا۔حضور علیہ السلام اس کے لیے اُٹھے میں آپ کے پیچھے گئی۔حضور علیہ السلام جب اِن سے باتیں کرنے لگے تو میں ایک طرف واپس ہوگئی۔جب حضور علیہ السلام واپس گھر تشریف لائے تو میں نے پوچھا کہ یہ کون آدمی تھا۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بھلا یہ کس کے مشابہ تھا۔میں نے کہا کہ حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔اُنہوں نے بنی قریظہ پر حملے کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا ہے۔

(دلائل النبویہ البیہقی ۴۔۸) (سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۲۳۳) (سیرت الرسول جلد ۸، صفحہ ۵۳۷، ڈاکٹر طاہر القادری صاحب)

ایک روایت کے مطابق اِس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بال گرد آلود تھے۔ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت جبرئیل علیہ السلام ریشم کا عمامہ باندھے تشریف لائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ نے ہتھیار اُتار دیے حالانکہ فرشتوں نے ابھی تک ہتھیار نہیں اُتارے ہیں۔اللہ تعالیٰ حملے کا حکم دیتا ہے۔''

ایک روایت کے مطابق جب حضور علیہ السلام بنی غنم میں پہنچے تو آقا علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ یہاں سے کیا کوئی گزر کر گیا ہے لوگوں نے عرض کی کہ حضرت وحیہ کلبی تھے اور جس گھوڑے پر سوار تھے اُس کی زین پر دیباج پڑا ہوا تھا حضور علیہ السلام نے اُنہیں بتایا کہ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیوں حضور علیہ السلام کو اِن بنی قریظہ کے جوان مردوں کو تیغ کرنے کا حکم دیا تھا؟ وجہ یہ ہے حضور علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے بڑے ہی پیارے محبوب ہیں اور حضور علیہ السلام کے ساتھ چونکہ اِن یہودیوں نے بہت بڑی غداری کی تھی۔اُس کا جو قلق قلب نازک پر ہوا تھا اور جو تکلیف حضور علیہ السلام کے دل کو یہود کی طرف سے پہنچی تھی اللہ جل شانہٗ جل جلالہٗ اپنے پیارے محبوب کی اُس تکلیف کو گوارہ نہ کرسکا اور یہود پر حملے کا حکم دیا یہ یہود ہی تھے۔جنہوں نے حضور علیہ السلام کے خلاف اِن کافروں کو اکٹھا کیا تھا اور وہ سب مل کر مسلمانوں پر حملے کے لیے آگئے تھے اور جب بنی قریظہ نے غداری کی تھی تو حضور علیہ السلام نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اِن کو سمجھانے کے لیے بھیجا تھا تو یہ لوگ مسلمانوں پر جنگ کرنے کی تیاری کر رہے تھے تو یہ کہنے لگے کہ ہم کسی معاہدے کو نہیں جانتے۔اِن لوگوں کا اِس وقت خیال تھا کہ کفار کے لشکر باہر سے حملہ کریں گے اور ہم پیچھے سے حملہ کر کے مسلمانوں کو مَسل کر رکھ دیں گے لیکن جن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ خود لے اُنہیں کون گزند پہنچا سکتا ہے جس پودے کو اللہ تعالیٰ نے پروان چڑھانا ہو اُسے کوئی آندھی کوئی طوفان گزند نہیں پہنچا سکتا۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ

جب حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ نے اِن یہود کا محاصرہ سخت کر دیا تو اِن کو ہوش آئی تو بات چیت کا سہارا ڈھونڈنے

لگے۔ یہود نے اپنا ایک آدمی حضور علیہ السلام کے پاس بھیجا کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمارے پاس بات چیت کے لیے بھیجیں حضور علیہ السلام نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا واضح رہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے اِس سے پہلے یہود کے ساتھ دیرینہ تعلقات تھے۔ یہود کے مردوں نے حضرت ابولبابہ سے پوچھا کہ حضور علیہ السلام ہمارے ساتھ کیا سلوک فرمائیں گے تو آپ منہ سے تو کچھ نہ بولے لیکن اپنے ہاتھ کے اشارے سے اپنے گلے پر بے اختیار ہاتھ پھیرا اگرچہ آپ کا ارادہ نہیں تھا لیکن یہ کام بے اختیار آپ سے ہوگیا آپ اِس بات پر بہت پچھتانے لگے کہ حضور علیہ السلام کے راز سے مجھ سے کیوں پردہ اُٹھ گیا ہے۔

یہود کی عورتوں نے رونا اور چلانا شروع کر دیا۔ اِن کے بچوں نے بھی ساتھ کہرام مچا دیا۔ حضرت ابولبابہ فوراً واپس آگئے اور بجائے حضور علیہ السلام کے پاس آنے کے وہ شرم کے مارے سیدھا مدینہ طیبہ آگئے اور مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ اپنے آپ کو باندھ لیا اور فرمایا جب تک اللہ تعالیٰ مجھے معاف نہیں فرمائے گا میں خود کو نہیں کھولوں گا۔ آپ کی بیوی حوائج ضروریہ وضو و نماز وغیرہ کے لیے آپ کو کھولتی اور پھر باندھ دیتیں۔ جب حضور علیہ السلام بنی قریظہ سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو فرمایا کہ اگر ابولبابہ سیدھا میرے پاس آجاتے تو میں اِن کو اللہ تعالیٰ سے معافی لے دیتا۔ اَب چونکہ انہوں نے ڈائریکٹ اللہ تعالیٰ سے رابطہ جوڑا ہے تو جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اِن کو معافی ملے گی۔ اِسی طرح چھ دن اور چھ راتیں گزر گئیں۔

ایک دن حضور علیہ السلام حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے کہ سحری کے وقت آپ کو مسکراتے ہوئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا تو عرض کی اللہ تعالیٰ آپ کو یونہی مسکراتا رکھے۔ کس بات نے حضور علیہ السلام کو ہنسایا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول فرمالی ہے۔

اُس وقت پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا آپ حضور علیہ السلام سے اجازت لے کر باہر تشریف لائیں اور لوگوں کو ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ کے قبول ہونے کی بشارت دی۔ لوگ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو کھولنے کے لیے دوڑے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک حضور علیہ السلام اپنے مبارک ہاتھوں سے نہ کھولیں گے اُس وقت تک مجھے کوئی نہ کھولے۔

اتنے میں حضور علیہ السلام تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو کھولا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی توبہ قبول ہونے کی خوشی میں اپنا سارا مال صدقہ کر دینا چاہا تو حضور علیہ السلام نے اِن سے فرمایا کہ "تمہارے لیے اپنے مال کا صرف تیسرا حصہ صدقہ کر دینا کافی ہے۔" (سبل الہدی والرشاد ۴، ۱۹۔ از سیرت الرسول ۸، ۵۴۶، ڈاکٹر طاہر القادری)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

مسلمانوں نے تقریباً پچیس دن تک بنی قریظہ کا محاصرہ کیے رکھا۔ یہودیوں نے حضرت ابولبابہ کے بعد کوئی اور آدمی تلاش کرنا شروع کر دیا جو کہ حضور علیہ السلام سے بات چیت کر سکے۔

یہود نے نباش بن قیس کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا اور حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ جن شرائط پر آپ نے بنی نضیر کو جانے دیا

انہی شرائط پر ہمیں بھی جانے دیا جائے اور ہم بھی اونٹوں پر جو کچھ لاد سکتے ہیں لے لیں اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ یہاں سے چلے جائیں۔لیکن حضور علیہ السلام نے اِنکار فرما دیا۔پھر انہوں نے کہا ہم سارا مال و متاع یہاں چھوڑ جاتے ہیں صرف ہمیں جانے دیا جائے۔اِس بات سے بھی اِنکار کر دیا گیا۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم لوگوں کو میرا فیصلہ قبول ہو تو بات چیت کی جا سکتی ہے۔

یہ لوگ قلعہ میں سَر جوڑ کر بیٹھ گئے اِن کے سردار کعب بن اَسد نے کہا کہ میرے لیے تمہارے پاس تین تجویزیں ہیں انہوں نے کہا کہ آپ ضرور ہمیں بتائیں یہ بولے کہ پہلی تجویز تو یہ ہے کہ جیسا کہ تم جانتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول علیہ السلام ہیں۔اور اِن کا ذکر بھی تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہو صرف تم لوگ اِس حسد کی وجہ سے کہ یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے کیوں نہیں آئے اِن کی مخالفت و حسد کرتے ہو۔اب یہ بہتر ہے کہ تم سب اِن پر ایمان لے آؤ۔تمہارے مال و اسباب بھی بچے رہیں گے۔تمہاری جان بخشی کے ساتھ ساتھ تمہارے بیوی بچے بھی محفوظ رہیں گے۔یہودیوں نے کہا کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے دوسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑو اور اِس سے پہلے اپنے بیوی بچوں کو خود اپنے ہاتھوں ہلاک کر دو۔اُنہوں نے کہا کہ اِن بے گناہوں کو مارنا کہاں کی شرافت ہے۔

اِس نے تیسری تجویز پیش کی کہ آج ہفتہ کی رات ہے آؤ مسلمان جانتے ہیں کہ ہم ہفتہ کو حملہ نہیں کرتے۔اِس لیے مسلمانوں پر بے خبری میں حملہ کر دو۔یہودیوں نے کہا کہ ہم سبت (ہفتہ) کے دن کی بے ادبی نہیں کر سکتے۔پہلے لوگوں پر جنہوں نے ہفتہ کے دن کی بے حرمتی کی تھی اُنہیں بہت بُری سزائیں ملیں۔سردار کعب نے کہا کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔آخر کار حضور علیہ السلام نے مسلمانوں کو حملے کا حکم دے دیا تو یہودیوں نے ہاتھ اُٹھا دیے اور قلعوں کے دروازے کھول دیے آخر کار انہوں نے چار و ناچار حضور علیہ السلام کے فیصلے کو قبول کیا۔تمام جوانوں کو رسیوں سے جکڑ دیا گیا۔عورتوں اور بچوں کو الگ مقامات پر منتقل کر دیا گیا۔مسلمانوں نے اِن کے قلعوں میں داخل ہو کر تمام اسلحہ قبضہ میں کر لیا اِس میں پندرہ سو تلواریں دو ہزار نیزے، پانچ سو ڈھالیں اور دوسرا اسلحہ تھا۔سب قبضے میں لے لیا گیا۔شراب کے سارے مٹکے اُنڈیل دیے گئے۔تمام مویشی و اونٹوں پر قبضہ کر لیا گیا۔

آقا دو جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما ہو گئے۔اتنی دیر میں اوس کے کچھ لوگ حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی کہ بنی خزرج کی سفارش پر آپ نے بنی نضیر کی جان بخشی فرمائی تھی، اَب آپ ہماری سفارش پر اِن کی جان بخشی فرمائیں۔اُنہوں نے بار بار حضور علیہ السلام سے اصرار کیا تو آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اوس سے ہی اگر کوئی فرد حکم مقرر کر دیا جائے تو کیا تم لوگوں کو قبول ہے یہ خوش ہو گئے اور انہوں نے فوراً کہا کہ ہاں قبول ہے،حضور علیہ السلام نے اوس قبیلہ کے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پیش کیا تو انہوں نے خوشی سے قبول کر لیا اور اِن کے نام کو یہود نے بھی قبول کر لیا کہ جیسے یہ فیصلہ کریں ہمیں منظور ہے۔

آپ زخمی حالت میں گھر میں تھے یہ لوگ آپ کو بلانے گھر گئے اور بڑی عزت کے ساتھ ایک گدھے پر سوار کیا اور اپنے ساتھ لے کر حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ سب لوگ کھڑے ہو گئے

اور اِن کی بہت تعظیم وتکریم کی۔ اِس سے پہلے یہ لوگ تمام راستے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہتے رہے کہ ہمارے یہود سے [illegible] تھ دوستانہ تعلقات میں اِس لیے افہام تفہیم کا فیصلہ کرنا تو آپ نے جواب دیا تھا۔کہ ''اَب ایسا وقت آگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تکمیل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اِسے متاثر نہیں کرسکتی۔'' حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ

اُحکُمْ فیھا یاسعد۔

ترجمہ: اے سعد اِن کے بارے میں فیصلہ کرو۔

آپ نے عرض کی کہ اللہ اور اُس کا رسول ہی فیصلہ کرنے والے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اِن کے بارے میں فیصلہ کرو۔

حضرت سعد بن معاذ نے اتمام حجت کے لیے پھر اپنی قوم سے پوچھا کہ کیا میرا فیصلہ تم سب کو منظور ہے اُنہوں نے کہا کہ بے شک ہم کو قبول ہے۔

تو آپ نے فرمایا کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ

''اِن کے بالغوں کو قتل کر دیا جائے اور اِن کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے اور اِن کے مال و زرو جائیدادیں مہاجرین و انصار میں تقسیم کر دی جائیں۔''

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''اے سعد (رضی اللہ عنہ) تم نے وہی فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔'' (ضیاالنبی جلد ۴۔ ۶۴)

یہودی مردوں کا قتل

مختلف مقامات پر گڑھے کھود دیے گئے اور یہودی مردوں کو ٹولیوں کی شکل میں لایا جاتا اور قتل کر کے اِن گڑھوں میں پھینک دیا جاتا۔ اِن خبیثوں کی تعداد چھ یا سات سو کے قریب تھی۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے فتنہ برپا کر رکھا تھا اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول علیہ السلام کو تکلیفیں دی تھیں اور اِن کے قتل کا فیصلہ آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی عبرت ہو سکے اِن لوگوں میں اِن کا سردار کعب بن اسد اور حی بن اخطب بھی تھا حی بن اخطب تمام سازشوں کا سرغنہ تھا اِس کے ہاتھ اِس کی گردن پر بندھے ہوئے تھے۔ اِس نے سُرخ رنگ کا قیمتی لباس پہنا ہوا تھا لیکن اِس نے اِس کو جگہ جگہ سے پھاڑ دیا تھا تاکہ یہ کسی مسلمان کے کام نہ آسکے۔

بنی قریظہ کے ایک سردار زبیر بن باطا نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوئی نیکی کی تھی۔آپ نے حضور علیہ السلام سے سفارش کر کے اِس کی اور اِس کے اہل وعیال کی رہائی کروالی اور جاں بخشی کروالی اور اِن کی جائیدادیں بھی اِس کو دلوادیں لیکن اِس کی بدبختی عود کر آئی اور اس نے دوسرے سرداروں کے متعلق پوچھا اِس کو بتایا گیا کہ سب قتل کر دیے

گئے ۔ اِس نے کہا کہ مجھے بھی اُن سے ملاقات کے لیے اُن کے پاس ہی پہنچا دو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تُو اُن سے ملاقات تو کرے گا لیکن جہنم کے اندر ہی ہمیشہ ہمیشہ اُن کے پاس رہے گا۔''

ایک یہودی عورت جس نے حضرت جلاد بن سوید الخزرجی کے سر پر چکی کا پاٹ دے مارا تھا اِس کو'' بھی اِن لوگوں کے ساتھ قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ اِس طرح مدینہ طیبہ سے اِن کے ناپاک وجود کو ختم کر دیا گیا۔ اِن کو اگر چھوڑ دیا جاتا تو یہ اور زور کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرتے اور اِن کے خلاف سازشیں کرتے اور مزید بگاڑ کر مسلمانوں پر حملوں کے لیے اُکساتے رہتے اگر کینسر کا مرض کسی عضو میں پھیل جائے تو اُس پورے عضو کو ہی کاٹ دیا جاتا ہے تاکہ یہ دوسرے جسم میں نہ پھیل جائے۔

سب سے بڑھ کر یہ بات کہ اِن کے قتل کا فیصلہ آسمانوں پر رب العالمین نے فرمایا تھا تو اُس کے فیصلے کی مصلحتیں وہی خود ہی جانتا ہے۔

آج وہ یہودی اور عیسائی لابی جو حضور علیہ السلام کے اِس اقدام پر اعتراض کرتی ہے وہ بتائے کہ ہیروشیما اور ناگاساکی میں جاپان میں چند لمحوں میں اُنہوں نے کتنے نہتے بے گناہ عورتیں بچے جوان ہلاک کیے تھے ہاں اِن کی تعداد وں لاکھوں میں تھی جو ایٹم بم گرنے سے لمحوں میں لقمہ اجل بن گئے۔

دوسری جنگ عظیم میں لاکھوں کی تعداد میں یہودیوں کو ہٹلر نے مار دیا تھا۔ آج کل جو یہود و نصاری نے دنیا پر کہرام مچایا ہوا ہے اور پوری پوری قوموں کو فتنوں میں مبتلا کیا ہوا ہے اور آپس میں لڑوا کر مسلمانون کو کمزور کر رہے ہیں اور ہزاروں لوگوں کو قتل کروا کر رہے ہیں کیا پھر بھی یہ لوگ مسلمانوں پر سخت دل ہونے کا الزام لگا سکتے ہیں یا یہ کہ وہ سزائیں جن کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو سدھارنے کے لیے قرآن پاک میں اُتارا ہے اُن کو سخت کہہ سکتے ہیں۔

اموال غنیمت کی تقسیم

پیدل مسلمانوں کو ایک حصہ دیا گیا اور گھوڑے والوں کو تین تین حصے دیے گئے۔ مال غنیمت سے پہلے خمس نکال لیا گیا اور باقی اموال کو انصاف کے ساتھ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا اِن کی زمینیں باغات جائیدادیں اموال سب سے خمس نکال کر باقی مسلمانوں مہاجرین و انصار میں تقسیم فرما دی گئیں۔ اِس طرح یہود کے بہت سے مال کا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وارث بنا دیا۔

بہت سی عورتیں اور بچے جو جنگی قیدی بنے تھے اُن کو بھی مسلمانوں میں بانٹ دیا گیا لیکن حضور علیہ السلام نے حکم دیا'' کہ بچوں کو اُن کی ماؤں سے جدا نہ کیا جائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائیں۔''

اِسی طرح اگر کوئی شخص اپنی لونڈی فروخت کرنا چاہے تو اُسے بھی لونڈی کو اپنے بچوں سے جدا کرنے سے منع فرما دیا جنگی قیدی جو خمس میں بیت المال کو ملے اِن میں سے کچھ قیدیوں کو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں شام بھیجا گیا۔ اُنہیں وہاں فروخت کر کے جو مال حاصل ہوا اُس سے اسلحہ و گھوڑے وغیرہ خریدے گئے۔ (امتاع الاسماع جلد ۱ صفحہ ۱۹۶/ ماخذ از ضیاالنبی ۴/ ۶۸)

آیات ربانی کا نزول

اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال میں اور سورہ احزاب میں غزوہ قریظہ کے بارے میں آیات نازل فرمائیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ (الانفال)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول سے (ان کے حقوق کی ادائیگی میں) خیانت نہ کرو اور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کیا کرو حالانکہ تم (سب حقیقت) جانتے ہو۔

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِى الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: یہ (وہ لوگ ہیں جن سے آپ نے (بارہا) عہد لیا پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں اور وہ (اللہ سے) نہیں ڈرتے۔ سو اگر آپ اُنہیں (میدان) جنگ میں پالیں تو اُن کے عبرتناک قتل کے ذریعے اُن کے پچھلوں کو (بھی) بھگا دیں۔ تاکہ اُنہیں نصیحت حاصل ہو اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اِن کا عہد اُن کی طرف برابری کی بنیاد پر پھینک دیں بے شک اللہ تعالیٰ دغابازوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الانفال)

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ (الاحزاب)

ترجمہ: اور اہل کتاب میں سے جو اِن (کافروں) کے پشت پناہ ہوتے تھے (یعنی یہود) اللہ تعالیٰ نے اِن کو اِن قلعوں سے نیچے اُتار دیا اور اِن کے دلوں میں ایسی دہشت ڈال دی کہ وہ تمہارے مقابلہ کی ہمت ہی نہ کر سکے پھر بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید اور اللہ نے اِن کی زمینیں اور گھر اور اِن کے مال جس پر تم نے پاؤں بھی نہ رکھا تھا تم کو (اِس سب کا) مالک بنا دیا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔)

(ترجمہ القرآن از سیرت الرسول ۸۔ ۵۵۳)

دیگر شرعی احکام

عربوں میں رسم چلی آ رہی تھی کہ اگر کسی کو اپنا متبنی بنا لیا جاتا یعنی منہ بولا بیٹا بنا لیا جاتا تو وہ اُس کی بیوی سے نکاح نہیں کر سکتا تھا وہ بیٹا وارث بھی ہوتا تھا جس طرح حقیقی بیٹے کی بیوی حرام ہوتی ہے نکاح نہیں ہو سکتا اِسی طرح منہ بولے بیٹے کی بیوی

بھی حرام کر دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حکم نازل فرما کر اِس رسم بد کو ختم فرما دیا۔ ﴿35﴾

حضرت سعد بن معاذ کی شہادت

حضور علیہ السلام کے حکم کے مطابق جب انہوں نے بنی قریظہ کے لیے فیصلہ فرمایا اور اِس پر عمل درآمد بھی دیکھ لیا تو اِن کی وہ دعا جو انہوں نے غزوہ قریظہ سے پہلے مانگی تھی قبول ہونی شروع ہوگئی اور اِن کے زخم سے خون پھر چالو ہوگیا۔

اِن کو مسجد نبوی کے پاس ہی ایک خیمہ میں ٹھہرایا گیا اور رفیدہ جو بنی اسلم کی ایک ماہر جراح تھیں نے اِن کا علاج شروع کیا مسجد کے قریب ہونے کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے لیے اِن کی عیادت آسان تھی بہت علاج کیے گئے لیکن کسی صورت بھی اِن کا خون نہ رُکا اور ایک رات یہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ○

جب اِن کے گھر سے میت اُٹھائی گئی تو اِس کے اُٹھانے والوں میں حضور علیہ السلام بھی شامل تھے حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ حضور علیہ السلام آج کون وفات پا گیا ہے کہ عرش کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور عرش کو سجا دیا گیا ہے یہ جھومنے لگا ہے اور آسمان سے ستر ہزار فرشتے ایسے اُترے ہیں جو اِس سے پہلے نہیں اُترے تھے۔

جب اِن کو قبر میں رکھا گیا تو حضور علیہ السلام کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا اور آپ نے تین مرتبہ سبحان اللہ اور اللہ اکبر پڑھا تمام صحابہ نے بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ پڑھا۔ جب حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک کیوں متغیر ہوا تھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قبر نے ان کو بھینچا تھا اگر کوئی بچ سکتا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے اللہ تعالیٰ نے پھر رحم فرمایا اور یہ تنگی دور فرمائی۔

یہودی ابو رافع سلام بن الحقیق

ابو رافع اُس یہودی وفد کا حصہ تھا جنہوں نے کفار مکہ اور دوسرے قبیلوں کو جنگ احزاب میں مسلمانوں پر حملے کے لیے اُکسایا تھا خزرج کے لوگوں نے یہ سوچا کہ اِس کا خاتمہ کر کے حضور علیہ السلام کے دل کو چین پہنچایا جائے اِس مقصد کے لیے وہ آقا علیہ السلام کے پاس گئے حضور علیہ السلام نے انہیں اجازت دے دی۔ بنی خزرج میں سے حضرت عبداللہ اپنے چند دوسرے ساتھیوں کے ساتھ اِس کی طرف گئے ابو رافع کا خیبر کے مقام پر اپنا قلعہ تھا۔ انہوں نے اپنے دوسرے ساتھیوں کو چھپا دیا اور خود چادر اوڑھ کر قلعہ کا دروازہ جب بند ہونے کو تھا کے پاس اِس طرح بیٹھے جس طرح کوئی پیشاب کر رہا ہوتا ہے۔ قلعہ کے دروازے کو بند کرنے والے نے قلعے کو بند کرتے ہوئے آواز لگائی کہ جلدی اندر آجاؤ میں دروازہ بند کر رہا ہوں یہ فوراً اُٹھے اور قلعے کے اندر جا کر چھپ گئے جب کافی رات ہوگئی تو چپکے سے چابیوں کا گچھا لے کر دروازہ کھول دیا پھر ابو رافع کی طرف آئے اس کے محل کے بہت سے

کمرے تھے یہ جس کمرے سے گزرتے پیچھے سے اُس کو اندر سے بند کر دیتے تاکہ باہر سے اُس کی مدد کو کوئی نہ آسکے۔ جب یہ اِس کے کمرے میں پہنچے تو دروازہ اندر سے بند کر دیا اور ابورافع کو آواز دی اُس نے کہا کون ہے یہ اُس کی آواز کی طرف لپکے چونکہ اس وقت گھپ اندھیرا تھا اور اِس کے اوپر تلوار کا وار کیا یہ بچ گیا اور اِس نے شور مچا دیا تھوڑی دیر بعد اِس کی آواز رکی تو آپ نے جواباً آواز بدل کر کہا کیا بات ہے اُس نے آپ کو چوکیدار سمجھا اور کہا کہ کسی نے میرے اوپر تلوار سے حملہ کیا ہے آپ فوراً اِس آواز کی سمت اِس کے پاس گئے اور اُس کے پیٹ میں زور سے تلوار ماری اور واپس دروازوں کو کھولتے کھولتے آگئے آگے سیڑھیاں تھیں آخری سے پہلی سیڑھی سے اِن کا پاؤں پھسلا اور یہ نیچے آ گرے اور اِن کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ انہوں نے فوراً اِس پر کپڑا باندھا باہر نکل کر اپنے ساتھیوں کو آواز دی اور ایک طرف چھپ کر بیٹھ گئے تاکہ اِس کی موت کی تصدیق ہو سکے سحری کے وقت ایک آدمی نے قلعے کی دیوار پر چڑھ کر ابورافع یہودی کی موت کا اعلان کیا تو یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو گئے اور ابورافع یہودی کے قتل کی خوشخبری سنائی۔

آقا علیہ السلام اِن کی کامیابی پر بہت خوش ہوئے اور اِن کی ٹوٹی پنڈلی پر اپنا دست مبارک پھیرا تو وہ بالکل اِسی طرح تندرست ہو گئی جیسے اِس کو کوئی تکلیف پہنچی ہی نہیں تھی۔ (ضیاالنبی ۴/ ۸۱۔ دلائل النبوۃ ۴/ ۳۸)

خالد بن سفیان ابن الہذمی

یہ بہت کینہ پرور انسان تھا اِس کا نام خالد بن سفیان بن نبیح تھا۔ یہ اب بھی لوگوں کو حضور علیہ السلام کے متعلق آمادہ جنگ کر رہا تھا اِس فتنے کو بھی سر اٹھانے سے پہلے کچلنے کی ضرورت تھی۔ حضور علیہ السلام نے اِس کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے حضرت عبداللہ بن انیس کی ڈیوٹی لگائی یہ اِس وقت اِس کے قریب پہنچے جب کہ نماز عصر کا وقت جا رہا تھا۔ انہوں نے اِس پر نظر رکھتے ہوئے کہ یہ نظروں سے اوجھل نہ ہو جائے چلتے ہوئے نماز کی نیت باندھ لی اور اشاروں سے ہی چلتے ہوئے نماز ادا کر لی۔ اِس طرح وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ کوئی مسلمان اُس کی طرف آ رہا ہے۔

جب یہ اُس کے پاس پہنچے تو اِس نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں ایک عربی ہوں اور اِس لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم جو مسلمانوں کے خلاف تیاری کر رہے ہو میں بھی کوئی کام سرانجام دے سکوں۔ وہ خوش ہو گیا اور کہا کہ ہاں واقعی میں مسلمانوں کے خلاف تیاری کر رہا ہوں وہ تھوڑی دور اِن کے ساتھ چلتا گیا جب وہ غافل ہوا تو انہوں نے فوراً تلوار بے نیام کر کے اِس کا سر قلم کر دیا۔

حضور علیہ السلام نے جب اِنہیں آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اَفْلَحَ الْوَجْہَ ''یہ چہرہ کامیاب ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں نے اُسے قتل کر دیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں اپنے ساتھ گھر لے گئے اور ایک عصا مرحمت فرمایا اور نصیحت فرمائی ہمیشہ اِسے اپنے پاس رکھنا جب عصا لے کر آئے تو لوگوں نے کہا کہ واپس جا کر پوچھ کر آؤ کہ یہ کس مقصد کے لیے

عطا فرمایا ہے۔ یہ دوبارہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور اِسے کس لیے عطا فرمایا گیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ”یہ میرے اور تیرے درمیان قیامت کے روز نشانی ہوگی۔ اِس روز بہت ہی کم لوگ ایسے ہوں گے جو کولہوں پر ٹیک لگاتے ہوئے ہوں گے۔“ انہوں نے ہمیشہ عصا کو اپنے پاس رکھا اور وصیت کی کہ مرنے کے بعد عصا کو اِن کے اور اِن کے کفن کے درمیان رکھنا۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر ۳/ ۲۶۷)

حضرت زینت بنت جحش رضی اللہ عنہا کاشانہ نبوت میں

یہ حضور علیہ السلام کی پھوپھی زاد تھیں حضور علیہ السلام نے خود اِن کا نکاح اپنے مُنہ بولے بیٹے جو پہلے آپ کے غلام تھے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرما دیا تھا حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا چونکہ بہت عالی نصب تھیں اِس لیے وہ مشیت الٰہی کی وجہ سے اِن کے ساتھ نبھا نہ کرسکیں تقریباً ایک سال تک اِن کی شادی رہی لیکن آپس کی ناچاقی اور اکثر تلخ کلامی رہی حضور علیہ السلام اِن کو اکثر سمجھاتے رہتے تھے کیونکہ اِن کے مزاج اور طبعیتوں میں تفاوت تھا۔ عرب میں مدتوں سے ایک رسم بد چلی آ رہی تھی کہ جس کسی کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا جاتا وہ بالکل اصلی بیٹے کی طرح ہو جاتا تھا اور اُس کے ساتھ سلوک اصلی بیٹے کی طرح ہوتا۔ اُس کی بیوی بھی حرام سمجھی جاتی اور مرنے کے بعد اُس کو وراثت بھی بیٹے ہی کی طرح دی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اِس رسم بد کو مٹانے کا اِرادہ فرمایا۔ اور مشیت الٰہی ہی کی وجہ سے یہ اپنی بیوی کے ساتھ نبھا نہ کر سکے اور انہوں نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کر لیا۔

القرآن: فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا کا مطلب یہ ہے کہ جب زید طلاق دے دے اور وہ عدت گزار لیں۔ اور زید کا ان سے رابطہ کُلی طور پر منقطع ہو جائے اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ حضرت زید حضرت زینب کو جو طلاق دینے کے لیے آمادہ ہیں۔ اپنی خواہش جب پوری کر لیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک کو اس علم سے پہلے ہی مطلع فرما دیا ہوا تھا کہ حضرت زید اپنی بیوی کو طلاق دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو حضور علیہ السلام کو شرفِ زوجیت میں دے دے گا۔

القرآن: تُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ۔

ترجمہ: جو چیز آپ اپنے دل میں چھپا رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر فرما رہا ہے۔

یعنی چونکہ لوگ اس رسم بد کی وجہ سے متبنی کی بیوی کو بھی طلاق کے باوجود اصل بیٹے کی طرح باپ کے لیے حرام سمجھتے تھے۔ اور اس رسم بد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے مٹانا تھا۔ اور حضور علیہ السلام چونکہ تمام نوع عالم کے لیے نمونہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود حضور علیہ السلام کو اس رسم بد کو مٹانے کے لیے منتخب فرمایا اور چونکہ اس بات سے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے حضور علیہ السلام کو پہلے ہی مطلع فرما دیا تھا اور چونکہ ابھی تک لوگ اس رسم بد پر ہی قائم تھے اور یہ بات حضور علیہ السلام لوگوں پر ظاہر فرماتے ہوئے

شرماتے تھے سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ پر وحی فرمائی تھی کہ زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں گے اور حضور علیہ السلام ان کو اپنی شرفِ زوجیت میں لے لیں گے۔"

(علامہ قرطبی روح المعانی، ضیاء المعانی جلد ۴ صفحہ ۹۱)

تو جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہ کو ظاہری طور پر مختلف طبیعتیں ہونے کی وجہ سے طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح آسمانوں پر حضور علیہ السلام کے ساتھ فرما دیا اور اسے قرآن پاک میں زَوَّجْنٰكَهَا سے تعبیر فرمایا (یعنی آپ کی زوجیت میں دے دی گئیں) اور اس طرح اس رسم بد کو مٹا دیا اور قرآن پاک میں فرما دیا کہ یہ تمہارے مونہوں کی باتیں ہیں۔ بیٹا وہی ہوتا ہے کہ جو تمہارا صلبی بیٹا ہو اور لوگ مدتوں سے اس رسم قبیح کی وجہ سے جو پریشان چلے آرہے تھے ان کی پریشانیاں ختم ہوگئیں۔

حضور علیہ السلام نے تمام صحابہ کرام کی دعوت گوشت روٹی سے فرمائی۔

عن امام بخاری، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شرف زوجیت بخشنے کے بعد حضور علیہ السلام نے تمام احباب کو ولیمہ میں شرکت کی دعوت فرمائی اور سب مہمانوں کو گوشت و روٹی سے تواضع فرمائی گئی۔

مجھے سب صحابہ کرام کو بلانے کے لیے مقرر فرمایا۔ ایک گروہ آتا تھا۔ کھانا کھا کر چلا جاتا تھا پھر دوسرا گروہ آجاتا تھا یہ سلسلہ سارا دن جاری رہا۔ شام کے بعد پھر مہمانوں کی آمد شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ کافی رات گزر گئی۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں نے حضور علیہ السلام کی طرف سے سب کو دعوت دے دی تھی۔ کسی کو نہیں چھوڑا تھا سب نے خوشی خوشی اس دعوت کو قبول کیا اور شریک ہو کر کھانا کھا لیا اور کوئی آدمی باقی نہیں رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کھانے کے برتن اٹھا لو اور دسترخوان بڑھا لو۔ ہم نے تعمیل کی۔ سب لوگ چلے گئے۔ لیکن تین آدمی بیٹھے آپس میں باتیں کرتے رہے۔ چونکہ حضور ﷺ انتہا درجے کے شرمیلے تھے۔ حضور ﷺ نے مناسب نہ سمجھا کہ ان کو چلے جانے کے لیے فرمائیں۔ حضور علیہ السلام کچھ دیر کے لیے گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ اسی اثناء میں ازواجِ مطہرات سے ملاقات فرمائی۔ پہلے حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ وہاں گئے اور فرمایا: السلام علیکم اہل البیت و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ انہوں نے وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ جواباً فرمایا اور پوچھا کہ حضور ﷺ نے اپنی اہلیہ کو کیسے پایا۔ اللہ تعالیٰ کی برکتیں حضور ﷺ کے ساتھ شامل حال ہوں۔

اسی طرح تمام ازواجِ مطہرات کے حجروں میں قدم رنجہ فرمایا اور اُنہیں اپنی زیارت سے شرف فرمایا۔ حضور علیہ السلام پھر واپس تشریف لائے تو ابھی تک یہ لوگ واپس نہیں گئے تھے اور باتوں میں مصروف تھے۔ حضور علیہ السلام پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹ گئے۔ اسی اثناء میں یہ لوگ چلے گئے۔ حضور علیہ السلام کو ان کے جانے کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ واپس تشریف لائے۔ (حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت بچے تھے) آپ کے ساتھ تھے۔ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ

السلام نے ایک قدم اندر رکھا۔ دوسرا ابھی باہر تھا کہ حضور علیہ السلام پر آیات حجاب نازل ہوئیں پردہ لٹکا دیا گیا یہ آیت نازل ہوئیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ (الاحزاب)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ داخل ہوا کرو نبی کریم ﷺ کے گھر میں بجز اس صورت کہ تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے (اور) نہ کھانا پکنے کا انتظار کیا کرو۔ لیکن جب تمہیں بلایا جائے اندر چلے آؤ پس جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ۔ اور نہ وہاں جا کر دل بہلانے کی باتیں شروع کر دیا کرو۔ تمہاری یہ حرکتیں (میرے) نبی (ﷺ) کے لیے تکلیف کا باعث بنتی ہیں۔ پس وہ تم سے حیا کرتے ہیں اور چپ رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے میں کسی کی شرم نہیں کرتا۔ اور جب تم (ازواجِ مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگ لیا کرو۔ یہ طریقہ پاکیزہ تر ہے تمہارے دلوں کے لیے۔ نیز ان کے دلوں کے لیے اور تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ اذیت پہنچاؤ اللہ کے رسول ﷺ کو۔ اور تمہیں اس کی بھی اجازت نہیں کہ نکاح کرو ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی۔ بیشک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پہلے بَرہ نام تھا حضور علیہ السلام نے ان کا نام زینب رضی اللہ عنہا رکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے جب فرمایا کہ

حدیث: اسرعکن لحوقا بی اطوالکن یدا۔

ترجمہ: تم میں سے جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے وہ سب سے پہلے مجھے آ کر ملے گی۔

ہم آپس میں اپنے ہاتھ ملاتی تھیں کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں اور وہ کون خوش نصیب ہے جو بارگاہِ رسالت ﷺ میں شرف باریابی حاصل کرے گی۔ لیکن جب سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہ فوت ہوئیں تو ہمیں پتہ چلا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد سخاوت اور فیاضی تھی۔

اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ اس لحاظ سے لمبے ہاتھ والی تھیں کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور صدقہ و خیرات کرتی تھیں۔ خلافت فاروقی میں ۲۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (سیرۃ النبویہ ابن کثیر ۳/ ۸۴ تا ۲۷۱) (ضیاالنبی ۴/ ۹۳ تا ۸۳)

35

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام کے دشمن ابوسفیان کی بیٹی تھیں اور اسلام آنے کے شروع میں ہی مسلمان ہوگئی تھیں۔انہوں نے اپنے خاوند عبداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ ہجرت کی تھی۔وہاں جا کر عبداللہ بن جحش نے عیسائی مذہب اپنا لیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد وہ مَر گیا۔تو یہ اُس وقت سے اپنی چند کنیزوں کے ساتھ بیوگی کی زندگی بسر کر رہی تھیں۔

نجاشی بادشاہ مسلمان ہوگیا ہوا تھا اور حضور علیہ السلام کی بہت ہی زیادہ عزت وتوقیر کرتا تھا۔اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کے بدترین دشمنوں کے دلوں میں بھی اسلام کی محبت کی شمع روشن کرنے کا اہتمام فرمانا شروع کر دیا۔

حضور علیہ السلام نے ابوسفیان کی بیٹی جو بیوگی کی زندگی گزار رہی تھیں اور مدت سے اسلام لے آئی ہوئی تھیں، کی طرف نکاح کے لیے بادشاہ نجاشی کو پیغام بھیجا۔

جب بادشاہ کو حضور علیہ السلام کا پیغام ملا۔تو اس نے فوراً اپنی لونڈی کو حضور علیہ السلام کی طرف سے نکاح کا پیغام دینے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بیٹھی ہوئی تھی کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔یہ دستک ان کی تقدیر بدلنے کے لیے ہوئی تھی۔آپ فرماتی ہیں۔میں نے دروازہ کھولا تو بادشاہ نجاشی کی خاص لونڈی جو اس کے لباس کا اہتمام کرتی تھی۔وہ آئی اور بادشاہ نجاشی کی طرف سے پیغام دیا کہ حضور علیہ السلام آپ سے نکاح فرمانا چاہتے ہیں۔

آپ فرماتی ہیں کہ میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور میں نے فوراً اپنے دونوں کڑے، اپنی چاندی کی پازیبیں اور انگوٹھیاں بھی ہاتھوں سے اُتار کر اِس لونڈی کو دے دیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے خالد بن سعید بن عاص وکیل مقرر ہوئے۔نکاح کی تقریب میں حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ دوسرے مسلمان بھی شریک ہوئے۔

چار سو درہم نکاح کا مہر مقرر ہوا۔نکاح کا خطبہ خود نجاشی بادشاہ نے پڑھا اور مہر کی رقم نجاشی بادشاہ نے اپنی جیب سے حضرت خالد بن سعید بن عاص جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل تھے کو ادا کی۔نکاح کے بعد جب لوگ جانے لگے تو بادشاہ نے کہا کہ نکاح کے بعد کھانا کھلانا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔آپ لوگ کھانا کھا کر جائیں۔

پھر بادشاہ نے سب لوگوں کو کھانا کھلایا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ (الممتحنہ)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ پیدا فرما دے گا تمہارے درمیان اور اُن کے درمیان جن سے تم (ان کی رضا کے لیے)

دشمنی رکھتے ہو محبت۔ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا اور غفور و رحیم ہے۔۔۔ اِس آیت کریمہ میں آپ کے والد ابوسفیان کے ایمان لانے کے بارے میں اشارہ ہے۔

ایک روایت کے مطابق آپ کا انتقال مبارک ۴۴ ھ میں ہوا اور ایک روایت کے مطابق ۵۹ ھ میں ہوا۔

(ضیاالنبی ۴/ ۹۵ تا ۹۳)

پانچ ہجری کے دوسرے واقعات

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں اس وقت حضور علیہ السلام مدینہ طیبہ سے باہر غزوہ ذومۃ الجندل میں مصروف تھے۔ واپس تشریف لا کر حضور علیہ السلام نے اِن کی قبر پر عزت افزائی فرمائی اور ان کی روح کو خوش کیا اور ان کی مغفرت کی دعا فرمائی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کر سکتا ہوں، فرمایا کہ ہاں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ فضیلت والا صدقہ کون سا ہے۔ فرمایا: پانی۔ انہوں نے اپنی والدہ کے نام پر کنواں کھدوایا اور فرمایا کہ یہ ام سعد کا کنواں ہے۔

آغازِ وفود

بلال بن حارث جو قبیلہ مزنیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اپنے ساتھ چودہ ساتھی لے کر حاضر خدمت ہوا اور اسلام کی غلامی کی زنجیر اپنے گلے میں ڈالی۔ سب لوگ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ یہ سب سے پہلا وفد تھا۔ جو کہ اِسلام کے لیے آیا۔ اسلامی تعلیمات سیکھنے کے بعد حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

''اپنے وطن واپس چلے جاؤ تم جہاں بھی رہو گے تمہارا شمار مہاجرین کے زمرہ میں ہو گا۔''

زلزلہ

۵ ہجری میں ہی مدینہ مبارک میں زلزلہ آیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ تم لوگ توبہ کر کے اُس کو راضی کر لو پس تم اس کو راضی کرو۔

آج ایک ہم لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی کسی نشانی سے عبرت نہیں پکڑتے۔ چاہے کتنے ہی خوفناک زلزلے آئیں۔ سیلاب آئیں۔ آندھیاں چلیں، ظالم حکمران مسلط ہوں، بے رحم لوگوں کے ہاتھوں میں لوگوں کی زندگیاں اجیرن ہو جائیں، اور لوگ اسلام کے نام پر گمراہ ہو رہے ہوں، ہمیں کسی چیز کی ہوش نہیں۔ حالانکہ یہ نہایت ہی توبہ کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حضور علیہ السلام کے مسکراتے چہرہ انور کے صدقے کہ جنکی خیرات پا کر بادل اُمڈ اُمڈ کر برستا ہے اور چاند جو اِن سے نور اور روشنی حاصل کرتا ہے اور جن کے سامنے سورج بھی شرماتا ہوا نکلتا ہے اور جن کی حسین زلفوں کے صدقے میں رات لوگوں کے گناہوں کو

اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ گناہوں کی معافی عطا فرما دے۔ درگزر فرما دے۔ اُمت مسلمہ کے لیے آسانیاں پیدا فرما دے۔
آمین ثم آمین۔ بجاہ نبی کریم رؤوف و رحیم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔
(نثار النبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ)

گھڑ دوڑ

حضیا ثنیۃ الوداع سے مسجد زریق تک تقریباً ایک میل گھوڑوں کی دوڑ مقرر ہوئی۔ یہ وہ گھوڑے تھے جن کو مضمر کہا جاتا تھا۔ ان کو پہلے خوب کھلاتے تھے۔ موٹا تازہ کرتے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ ان کی خوراک گھٹاتے جاتے تھے اور ان کو دوڑاتے رہتے تھے جب یہ خوب دوڑنے لگتے تھے تو ان کی دوڑیں لگتی تھیں۔ حضور علیہ السلام خود بھی گھوڑوں کی سواری کو پسند فرماتے تھے۔ گھوڑوں سے محبت کرتے تھے۔ (تاریخ الخمیس ۱/ ۴۷۰)

آج کل بھی دوڑیں لگتی ہیں۔ اور ان پر کروڑوں کا جوا لگتا ہے۔ کرکٹ کے کھیل پر اربوں کا جوا لگتا ہے۔ ہم نے اپنی کیا زندگی بنا لی ہے۔ ہر وہ کام جن سے خدا اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے ہمارے نفس اس کو کرنے کے لیے دوڑتے ہیں۔ ہر حلال چیز کے ساتھ ہم نے حرام چیز بھی شامل کر لی ہے۔

''کیا ایمان لانے والوں پر وہ وقت نہیں آ پہنچا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے اُس کے خوف سے ڈر جائیں۔'' (القرآن)

چاند گرہن

۵ ہجری میں چاند گرہن کے وقت حضور علیہ السلام نے نماز خسوف کا آغاز فرمایا اس طرح حضور علیہ السلام نے دوسرے لوگوں کو جو چاند گرہن کے متعلق جو دوسری لغویات باتیں گھڑ رکھی تھیں ان کو دور فرما دیا۔

صاحب تاریخ الخمیس کے مطابق ۵ ہجری ہی میں حج فرض ہوا۔ بعض نے اس کے متعلق لکھا ۶ ہجری ہے۔ ان میں امام رافعی اور امام نووی شامل ہین۔ بعض نے ۷، ۸ اور ۹ ھ بھی لکھا ہے۔ بہر حال حضور علیہ السلام نے زندگی میں ایک مرتبہ ۱۰ ہجری کو حج ادا فرمایا۔

ہجرت کا چھٹا سال

غزوہ بنی لحیان

اِن لوگوں نے دھوکہ سے حضور علیہ السلام کے پاس آ کر اسلام کی تبلیغ کے لیے کچھ آدمی مانگے تھے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت

حبیب رضی اللہ عنہ سمیت چھ آدمی ان کے ساتھ کر دیے۔ان کا مقصد ان لوگوں کو کفار مکہ کے ہاتھ فروخت کرنا تھا۔ان کے مقصد کی خبر پا کر کچھ لوگوں نے تو اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا تھا اور کچھ کو انہوں نے گرفتار کر کے کفار کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔ان میں حضرت حبیب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، جن کو مکہ مکرمہ میں سولی پر چڑھایا گیا تھا۔

حضور علیہ السلام نے ان لوگوں کی گوشمالی کے لیے ایک لشکر تیار کیا۔لشکر کی تعداد دوسو تھی۔حضور علیہ السلام اپنا لشکر لے کر پہلے شام کی طرف گئے پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر بنولحیان کی طرف مڑ گئے اور اپنی رفتار تیز کر دی۔لیکن بنی بنولحیان کو کسی طریقہ سے پتہ چل گیا اور یہ لوگ پہاڑوں میں جا کر چھپ گئے۔اس طرح ان لوگوں اور دوسرے قبیلوں کے دلوں میں اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔واپسی پر کئی ایک قبیلے مسلمان ہوئے۔مسلمانوں کو علاقے کے متعلق رہنمائی ملی، جو آگے چل کر بہت کام آئی۔

چودہ دن کے بعد حضور علیہ السلام واپس مراجعت فرما مدینہ طیبہ ہوئے۔

حضور علیہ السلام جب عسفان سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے تو فرمایا:

آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون۔

ترجمہ: ہم لوٹ کر آنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔(السیرۃ النبویہ ابن کثیر ۳/ ۲۸۵)

غزوہ الغابہ یا ذی قرد

مدینہ طیبہ سے کچھ فاصلے پر ایک چراگاہ تھی۔جسے غابہ کہا جاتا تھا۔حضور علیہ السلام کی شیر دار اونٹنیاں یہاں چرتی تھی۔بنی غفار قبیلہ کے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیٹا اور اس کی بیوی یہاں ان کی نگرانی کرتے تھے۔شام کو یہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں دودھ لے کر آتے تھے۔عیینہ بن حصین کو اپنی شکست کا بہت غم تھا۔مزید مدینہ منورہ کی پرانی کھجوروں کے حصہ سے بھی محروم ہوگیا تھا۔جن کی اُسے غزوہ احزاب میں ملنے کی توقع لگی ہوئی تھی۔عیینہ بن حصین نے ایک دن اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں حملہ کر دیا۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو شہید کر دیا۔ان کی بیوی کو گرفتار کر لیا۔اور بیس اونٹنیوں کو لے کر چل دیا۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس دن صبح صبح طابہ جانے کے لیے نکلے۔تیر کمان انہوں نے ساتھ لیے۔جب یہ ثنیۃ الوداع پہنچے تو اُنہوں نے دشمن کے گھوڑوں کو اِدھر اُدھر حرکت کرتے دیکھا۔عرب کے دستور کے مطابق اُنہوں نے زور سے نعرہ تین مرتبہ وَا صَبَاحَا کا لگایا۔جب فوری مدد کی ضرورت ہوتی تھی تو یہ نعرہ لگایا جاتا تھا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضور علیہ السلام نے بھی اِس نعرہ کو سن لیا۔حضور علیہ السلام نے فوراً آٹھ صحابہ کا دستہ حضرت ابوعیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بنو زریق سے تھے کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔ان میں مقداد بن اسود اور بنی اشہل انصار میں سے عباد بن بشر اور سعد بن زیاد۔بنو اسد سے عکاشہ بن محصن اور محرز بن نضرہ اور ابوقتادہ الحارث بن ربعی رضی اللہ عنہم تھے۔حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم دشمن کے تعاقب میں نکلو۔میں تمہارے پیچھے پیچھے

اور لوگوں کو لے کر آ رہا ہوں۔

حضور علیہ السلام نے حضرت ابوعیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اُن کا گھوڑا کسی اچھے سوار کو دینے کا کہا۔ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خود بہت اچھا سوار ہوں۔

آپ اِس پر بیٹھ کر بمشکل پچاس گز چلے ہوں گے کہ گھوڑے نے آپ کو پٹخا کر مارا۔ حضور علیہ السلام نے ان کا گھوڑا محاض بن ماعص کو عطا فرمایا اور یہ دشمن کے پیچھے روانہ ہو گئے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی زیادہ تیز رفتار تھے۔ کوئی بھی ان سے دوڑ میں مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ اس طرح دوڑتے تھے گویا کوئی تیز رفتار گھوڑا دوڑ رہا ہو۔ "واصباحا" کا نعرہ لگاتے ہی انہوں نے اکیلے ہی دشمن کی طرف دوڑ لگا دی۔

سبحان اللہ حضور علیہ السلام نے جو جوانمردی صحابہ کرام کے دلوں میں بھر دی تھی۔ ایک ایک صحابی کئی ایک کفار پر بھاری تھا۔ یہ حضور علیہ السلام کی برکت سے ایمان کی قوت تھی۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً دشمن کو جالیا اور ان پر تیر برسانے شروع کر دیے۔

جب یہ تیر مارتے تو فرماتے "اسے لو۔ میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ آج کا دن تمہاری ہلاکت کا دن ہے۔" یہ غضب کے نشانہ باز تھے۔ ہر تیر ان کا نشانے پر لگتا۔ یہ درختوں اور پتھروں کی اوٹ لیتے دشمن کو آگے آگے بھگاتے رہے یہ اتنی تیزی سے جگہ بدل بدل کر تیر چلا رہے تھے کہ دشمن کو ایسے محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے بہت سے لوگ ان کے پیچھے ہوں۔ انہوں نے بہت ساری اونٹنیاں ان سے چھین لیں۔ سوائے چند اور اونٹنیوں کے جن میں غضباء حضور علیہ السلام کی اونٹنی بھی شامل تھی۔ یہ اونٹنیوں کو اپنی پشت پیچھے کرتے گئے۔ جو چیز بھی ان کو ملتی۔ یہ اس پر اپنا نشان لگانے کے لیے اس پر پتھر رکھ دیتے۔ دشمن نے اپنے پیچھے تیس چادریں اور تیس نیزے پھینک دیے۔

حضور علیہ السلام نے جن سواروں کو مدد کے لیے بھیجا ان میں سے محرز بن نضر اسدی سب سے پہلے محمود بن مسلمہ کا گھوڑا اباغ میں سے لیا اس نے چکر کاٹ کاٹ کر کھجور کے تنے کے ساتھ اپنے آپ کو تنگ کر لیا ہوا تھا۔ کیوں کہ گھوڑے کی بھی خواہش تھی کہ یہ لوگ جہاد پر ساتھ لے کر جائیں، یہ گھوڑے کو لے کر دشمن پر جا پہنچے۔ اتنے میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پہنچ گئے۔ اور انہوں نے عیینہ کے بیٹے حبیب کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور اس کے اوپر اپنی چادر ڈال دی۔

حضور علیہ السلام بمعہ صحابہ کرام یہاں پہنچے تو صحابہ کرام نے فرمایا کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چادر ہے اور یہ شہید ہو گئے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ابوقتادہ شہید نہیں ہوئے بلکہ یہ آدمی ابوقتادہ نے قتل کیا ہے اور اس پر اپنی چادر ڈال دی ہے۔ جب چادر ہٹائی گئی تو وہ مسعدہ کی لاش تھی۔ چادر ہٹانے والے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما تھے۔ انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور عرض کی: "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا ہے یہ مسعدہ کی لاش ہے۔"

اتنے میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پہنچ گئے یہ اونٹنیوں کو اکٹھا کر کے لا رہے تھے۔ حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا
''اے ابوقتادہ اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کو کامیاب کرے۔ ابوقتادہ سواروں کا سردار ہے اے ابوقتادہ اللہ تعالیٰ تجھے برکتوں سے نوازے۔''

حضور علیہ السلام نے ان کو نزدیک کر کے ان کے چہرے سے تیر کا پیکان جو انہیں لگ گیا تھا۔ نرمی سے نکال کر اپنا دست مبارک ان کے چہرے پر رکھا تو ان کی تکلیف فوراً جاتی رہی۔

حضور علیہ السلام نے ان کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے اور تمہارے بالوں میں برکت دے۔

تو وصال کے وقت ستر سال کی عمر میں بھی ان کا چہرہ پندرہ سال کے نوجوان جیسا تھا۔

عکاشہ بن محصن نے اوبار اور اُس کے بیٹے کو جو ایک ہی گھوڑے پر سوار تھے ایک ہی وار میں اپنے نیزے سے دونوں کو اکٹھا ہلاک کر دیا۔

حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کے ساتھ ان کے تعاقب میں چلتے رہے یہاں تک کہ ذی قرد نامی پہاڑ تک جا پہنچے۔

اِدھر سلمہ بن اکوع بھی حضور علیہ السلام سے آملے اور عرض کی کہ اگر مجھے سو آدمی مرحمت فرمائے جائیں تو میں ان سے باقی ماندہ اونٹ بھی واپس لا سکتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اَب تو وہ غطفان پہنچ کر غبوق (رات کی شراب) پی رہے ہوں گے۔

اس معرکے میں اصرم الاسدی جو کہ محرز کے نام سے مشہور تھے نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔ انہوں نے ایک رات پہلے ہی خواب دیکھا تھا کہ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور وہ ساتوں آسمانوں سے ہوتے ہوئے اوپر سدرۃ المنتہیٰ جا پہنچے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خواب کی تعبیر کی تھی کہ ان کو عنقریب شہادت نصیب ہوگی۔

عضبا اونٹنی

حضرت ابوذر غفاری کے بیٹے کو تو کفار نے قتل کر دیا تھا۔ اور ان کی بیوی کو ساتھ لے جا کر انہوں نے باندھ دیا تھا اور وہ اونٹوں کو بھی رسی سے باندھ کر حویلی میں باندھ دیتے تھے۔ ایک رات جب لوگ سوئے ہوئے تھے تو انہوں نے خود کو رسی سے چھڑا لیا اور حضور علیہ السلام کی اونٹنی غضبا کو لے کر یہ بھاگ نکلیں۔ یہ اونٹنی پر سوار بہت تیز رفتاری سے مدینہ کی طرف بھاگیں۔ دشمن نے ان کا تعاقب کیا تو غضبہ اونٹنی کی گرد کو بھی نہ پا سکے۔ انہوں نے نذر مانی کہ زندہ صحیح سلامت مدینہ منورہ پہنچ گئی تو میں اس اونٹنی کو ذبح کر کے لوگوں میں بانٹ دوں گی۔ یہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پہنچی اور سارا ماجرہ بتایا۔ اور ساتھ اپنی نذر کے متعلق بھی بتایا۔

حضور علیہ السلام ان کی نذر کے متعلق سن کر مسکرا دیے اور فرمایا کہ تم نے اس اونٹنی کو بہت بُرا بدلہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر تجھے سوار کیا اور تجھے نجات دی اور تم اسے ذبح کرنا چاہتی ہو اور فرمایا کہ اللہ کی نافرمانی میں جو نذر مانی جائے یا کسی ایسی چیز میں جو تمہاری ملکیت نہ ہو تو وہ نذر ناجائز ہے۔ اس نذر کو پورا کرنا ضروری نہیں۔ یہ میری ناقہ ہے تم اسے یہاں چھوڑ دو۔ اور

خود اپنے گھر تشریف لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ (ضیاالنبی ۳/ ۱۱۰ تا ۱۰۳)

پہلا سَریہ محمد بن مسلمہ الاشہلی رضی اللہ عنہ

حضور علیہ السلام نے حضرت محمد بن مسلمہ الاشہلی کی قیادت میں تیس سواروں کا ایک دستہ ضریہ گاؤں میں بنی بکر کے بطن القرطا کے لوگوں کی طرف بھیجا۔ حضور علیہ السلام کے حکم کے مطابق دس محرم ۶ ہجری کو روانہ ہو کر یہ لوگ رات کو سفر کرتے ہوئے اور دن کو آرام کرتے ہوئے اچانک ان پر حضور علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق جا پڑے۔ ان کے کئی آدمی مارے گئے اور باقی بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو اس سریے میں اُنیس روز لگ گئے۔ مال غنیمت میں مسلمانوں کو ڈیڑھ سو اونٹ اور تین ہزار بکریاں ملیں۔ اس مہم میں ثمامہ بن اثالہ الحنفی کو بھی مسلمان بے خبری میں عام آدمی سمجھ کر پکڑ لائے۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو بتایا کہ یہ آدمی بنوحنیفہ کا سردار ثمامہ ہے۔

حضور علیہ السلام نے اس کی خدمت کی خاص تاکید فرمائی اور اپنے اہلِ خانہ کو بھی جو بھی چیز پاس ہو۔ اس کو بھیجنے کی ہدایت فرمائی۔ نیز اپنی اونٹنی کے دودھ سے بھی اس کی تواضع فرماتے رہے۔

حضور علیہ السلام نے اس سے ملاقات فرمائی اور پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے۔ اس نے عرض کی کہ میرے پاس خیر ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کر دیں گے تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جو اس کا سزاوار ہے۔ اور اگر آپ مجھے معاف فرما دیں گے اور احسان فرمائیں گے تو آپ ایسے شخص پر احسان فرمائیں گے جو کہ عمر بھر آپ کا شکر گزار رہے گا۔ آپ جتنا چاہیں مَیں اپنی رہائی کے بدلے مین اتنا مال دے سکتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے اسے اسلام کی ترغیب دی اور تشریف لے گئے۔

دوسرے دن پھر حضور علیہ السلام اُس کے پاس تشریف لائے اور یہی مکالمہ فرمایا اور اُسے اسلام کی ترغیب دی اور تشریف لے گئے۔

تیسرے روز بھی حضور علیہ السلام اُس کے پاس تشریف لائے اور یہی مکالمہ اُس کے ساتھ ہوا۔ اور حضور علیہ السلام نے اُسے اسلام کی ترغیب دی اور حکم دیا کہ اس کو آزاد کر دیا جائے۔ اِس کو بغیر کسی مال وغیرہ کے آزاد کر دیا گیا۔

وہ چلا گیا۔ قریب ہی نخلستان میں ایک کنواں تھا۔ وہاں سے نہا دھو کر پھر حاضر خدمت ہو گیا اور کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

جب رات کو اس کو کھانا دیا گیا تو اس نے بہت کم کھایا اور سارا کھانا باقی بچا دیا۔ حضور علیہ السلام کے آگے یہ بات عرض کی گئی کہ پہلے تو یہ بہت زیادہ کھاتا تھا۔ اب اس نے بہت کم کھانا کھایا کیا وجہ ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کافر حرص اور لالچ کی وجہ سے گویا سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن سیر چشمی کی بنا پر صرف ایک آنت میں کھاتا ہے۔

اس نے حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ میں عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ جا رہا تھا۔ آپ کے لوگوں نے مجھے گرفتار کر لیا۔

حضور علیہ السلام نے اُسے عمرہ پر جانے کی اجازت دے دی۔

مکہ پہنچ کر اس نے عمرہ کیا۔ جب کفار کو ان کے اسلام لانے کا پتہ چلا تو طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کر دی۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کے اذن کے بغیر میں تم لوگوں کو یمامہ کی گندم کا ایک دانہ بھی نہیں بھیجوں گا اور واپس جا کر انہوں نے ایسا ہی کیا۔ کفار نے لاچار مجبور ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں آدمی بھیجا کہ یمامہ میں ثمامہ کو حکم دیں کہ ہمیں گندم بھیجا کرے۔

(عیون الاثر ۲/ ۷۹) (تاریخ الخمیس ۲/ ۲۔ ۳)

حضور ﷺ کی رحمت العالمینی اور رؤوف و رحیمی کی شان نے یہ گوارہ نہ کیا کہ وہ لوگ جنہوں نے شعب ابی طالب میں ان کو مجبور کر دیا تھا اور گندم کا ایک دانہ بھی نہیں پہنچنے دیتے تھے اور بھوک کے سبب بچے تڑپتے تھے تو ان کے رونے کی آوازیں دور دور تک سنی جاتی تھیں۔ اور ایک دفعہ پورا مہینہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی ایسی چیز میسر نہ آئی جسے کوئی جاندار کھا سکتا ہو۔ باوجود کفار کی ان ساری حرکتوں اور ان کے مظالم کے اور ان کے حضور ﷺ پر مکہ کی گلیوں کو تنگ کر دینے کے حضور ﷺ نے اپنے غلام حضرت ثمامہ کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو فوراً گندم کی ترسیل شروع کر دی جائے۔ یہ ہے حضور ﷺ کی شان رحیمی جس نے پتھر دل لوگوں کو بھی گھائل کر دیا اور لوگوں نے اپنا تن، من، دھن ہر چیز حضور ﷺ کے قدموں پر نچھاور کر دی۔

سریہ عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ

بنی اسد کے پاس ایک چشمہ تھا۔ اس کا نام غمر مرزوق تھا۔ یہ لوگ اسلام کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی سرکوبی کے لیے ربیع الاول میں حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں چالیس مجاہدوں کو بھیجا یہ مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی یہاں سے بھاگ گئے۔ مسلمان ان کے اونٹ وغیرہ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں بخیریت پہنچ گئے۔

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم ﷺ نے دس مجاہدین کو حضرت محمد بن مسلمہ کی قیادت میں مدینہ طیبہ سے چوبیس میل کے فاصلے پر ایک آبادی ذی القصہ کے لوگوں کی طرف بھیجا۔ یہ رات کے وقت یہاں پہنچے اور آرام کے لیے لیٹ گئے یہاں کے ایک سو لوگوں نے بے خبری میں ان کے گرد گھیرا ڈال لیا اور ان پر سوئے ہوئے حملہ کر دیا۔ سوائے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام لوگ شہید ہو گئے۔ اور یہ بھی شدید زخمی ہو گئے۔ ایک مسلمان جو ادھر سے گزر رہا تھا نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اونٹ پر سوار کر کے مدینہ طیبہ پہنچایا۔ (امتاع الاسماع ۱/ ۲۰۶)

سریہ حضرت ابی عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ نے ربیع الاول کے مہینہ میں حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو چالیس مجاہدین کے ساتھ ذی القصہ نامی بستی کی

طرف بھیجا۔ کیونکہ یہ چند دوسرے قبائل کے ساتھ مل کر مدینہ طیبہ سے سات میل دور ایک چراگاہ پر حملے کا پروگرام بنا رہے تھے ان کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ آپ ساری رات سفر کرتے رہے اور صبح صبح ان لوگوں پر جا پڑے۔ یہ لوگ بھاگ گئے صرف ایک آدمی پکڑا گیا جو بعد میں مسلمان ہوگیا۔ (امتاع الاسماع ۱/ ۲۰۶)

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

۶ ہجری میں حضور علیہ السلام نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ایک سوستر سواروں کا امیر بنا کر قریش کے ایک تجارتی قافلے کی طرف بھیجا۔ یہ قافلہ فرات بن حیان الخلبی کی سربراہی میں شام کی طرف جا رہا تھا۔ اس میں بہت سی چاندی اور دوسرا بہت سا سامان تھا۔ انہوں نے اس پر اچانک چھاپہ مار کر تمام ساز و سامان پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے علاوہ مغیرہ بن معاویہ بن العاص اور حضور علیہ السلام کی صاحبزادی کے شوہر حضرت ابوالعاص بن ربیع کو بھی گرفتار کر لیا۔ انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پناہ مانگی۔ جس کو قبول کر لیا گیا اور ان کا سارا سامان ان کو واپس کر دیا گیا۔ یہ یہاں سے واپس مکہ مکرمہ گئے اور تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے ان کے مال و اسباب ان کو واپس کرنے کے بعد اعلان کیا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں اور میں نے یہ اعلان مدینہ طیبہ میں اس لیے نہیں کیا تھا کہ شاید تم لوگ یہ نہ کہو کہ ڈر کے مارے مسلمان ہوگیا ہے۔ حالانکہ میں یہ اعلان مدینہ طیبہ میں کر کے تم سب لوگوں کے مال و دولت پر قبضہ کر سکتا تھا۔ انہوں نے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

سریہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

حضور علیہ السلام نے چاہا کہ بنی کلب قبیلہ پر احسان فرمائیں اور ان کو اسلام کی طرف بلا لیں۔ یہ ایک بہت بڑا قبیلہ تھا جو زومتہ الجندل میں آباد تھا۔ حضور علیہ السلام نے ۶ ہجری شعبان کے مہینہ میں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو اس قبیلہ کی طرف سات سو مجاہدین کے ساتھ روانہ فرمایا۔

جانے سے پہلے ان کو وعظ و نصیحت فرمائی اور ان کا عمامہ درست کر کے اپنے ہاتھوں سے باندھا اور اس کا شملہ پیچھے کی طرف ان کے دونوں کاندھوں کے درمیان نکالا اور فرمایا:

> ''اللہ کا نام لے کر اس کے راستہ میں رخصت ہو جاؤ۔ جو اللہ کا انکار کرے اس کے ساتھ جنگ کرو۔ اور کسی کے ساتھ دھوکہ نہ کرنا بدعہدی نہ کرنا اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔''
>
> پھر حضور آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ
>
> ''پانچ چیزوں سے بچنا۔ اس سے پہلے کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو:

۱- جب کسی قوم کا پیمانہ کم ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس قوم کو پیداوار کی کمی اور قحط سے دو چار کر دیتا ہے تاکہ وہ راہِ راست کی طرف لوٹ آئیں۔

۲- اور جب کوئی قوم اپنا وعدہ توڑ ڈالتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو اِن پر مسلط کر دیتا ہے۔

۳- اور جو قوم زکوٰۃ سے ہاتھ روک لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ بارش کا نزول اس سے روک لیتے ہیں اور اگر بے زبان جانور نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ تو انہیں پینے کے لیے پانی کا ایک قطرہ بھی نصیب نہ فرمائیں۔

۴- اور جس قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر وبائی مرض طاعون کو مسلط کر دیتا ہے۔

۵- اور جو قوم احکام قرآنی کے بغیر فیصلہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان کی ملی وحدت کو پارہ پارہ کر دیتے ہیں اور وہ ایک دوسرے پر ظلم و تشدد کرنے لگ جاتے ہیں۔"

(ضیاء النبی جلد چہارم صفحہ ۱۱۵، از پیر کرم شاہ الازہری بھیرہ شریف)

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے قبیلہ پر پہنچ کر ان کو تین دن اسلام کی طرف بلاتے رہے۔ تیسرے دن ان کے سردار اصبغ بن عمرو الکلبی نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ یہ تمام لوگ نصرانی مذہب تھے۔ ان کے سردار کے اسلام قبول کرتے ہی تمام لوگوں نے اِسلام قبول کرنا شروع کر دیا اور سوائے چند بد بخت لوگوں کے تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا جو لوگ اسلام نہ لائے انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔

یہاں کے سردار نے اسلام لانے کی خوشی میں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی صاجزادی نکاح کے لیے پیش کی۔ جسے آپ نے قبول فرما لیا۔ اس کا نام تماضر تھا۔ یہ ایمان کر مدینہ طیبہ پہنچے۔ حضور علیہ السلام کی زیارت سے مستفید ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے حضرت عبدالرحمان بن عوف کو فرزند عطا فرمایا۔ جن کا نام ابوسلمہ تھا اور حافظ تھے۔ بکثرت احادیث کی روایات آپ نے فرمائیں۔ (سیرۃ النبویہ اَز زینی دحلان ۲/ ۱۶۱)

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

حضور علیہ السلام نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سر براہی میں ربیع الثانی ۶ ہجری میں چند لوگوں کو بنی سلیم کے علاقہ جموم کی طرف بھیجا۔ یہ مدینہ سے چار میل کے فاصلے پر تھی۔ اِن لوگوں نے بنی مزینہ قبیلے کی ایک عورت اور اس کے خاوند کو گرفتار کر لیا اس عورت کا نام حلیمہ تھا۔ اس نے بنی سلیم کے ٹھکانے کی ان کو اطلاع دی جہاں سے ان کے بہت سے اونٹ بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ لگے ان کے بہت سے لوگ قیدی بنا لیے گئے۔ حضور علیہ السلام نے حلیمہ کی وجہ سے ان کے خاوند کو بھی آزاد فرما دیا۔

سریہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضور علیہ السلام نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو پندرہ مجاہدین کی سر براہی میں مدینہ طیبہ سے چھتیس میل کی دوری پر

طُرف کی طرف روانہ فرمایا۔ یہاں بنوثعلبہ رہتے تھے۔ یہ لوگ مسلمانوں کا سن کر بھاگ گئے۔ بہت سی بکریاں اور اونٹ قبضہ میں آئے۔

سریہ کرز بن جابر رضی اللہ عنہ

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زبانی اپنی صحیح بخاری میں اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ عکل یا عرینیہ کے چند لوگ حضور علیہ السلام کے پاس مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے۔ لیکن یہاں کی آب وہوا انہیں راس نہ آئی اور یہ بیمار ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں وہاں جانے کا حکم دیا۔ جہاں بیت المال کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں اور انہیں فرمایا کہ تم ان اونٹنیوں کا بول اور دودھ پیو۔ وہ وہاں چلے گئے اور ایسا کرنے سے جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے اونٹنوں کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹنیاں لے کر بھاگ گئے۔ صبح سویرے اس کی اطلاع حضور علیہ السلام کو ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے ان کے تعاقب میں سوار بھیجے۔ جب کافی دن چڑھ آیا تو سوار ان کو پکڑ کر لے آئے۔ حضور علیہ السلام کے حکم پر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیں پھیری گئیں اور انہیں دھوپ میں ڈال دیا گیا وہ پانی طلب کرتے تھے اور انہیں پانی نہیں دیا جاتا تھا۔ (کیونکہ اِنہوں نے بھی حضرت یسار رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔) (صحیح بخاری)

ان لوگوں کو پکڑنے کے لیے جب حضور علیہ السلام نے زید بن جابر البزی کی قیادت میں بتیس سواروں کو روانہ فرمایا تو حضور علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام یسار رضی الہ عنہ نے معہ اپنے چند رفقاء کے ان کو جا لیا۔ ان لوگوں کی تعداد آٹھ تھی۔ اور مدینہ طیبہ سے چھ میل دور قبا کے قریب ذی الحدر کی چراگاہ میں مقیم تھے۔ ان لوگوں نے حضرت یسار رضی اللہ عنہ پر قابو پا کر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے اور ان کی آنکھوں میں کانٹے چبھو کر ان کو ایسے ہی ڈال دیا۔ حضرت یسار رضی اللہ عنہ نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ تو جب یہ گرفتار ہو کر آئے تو حضور علیہ السلام نے بھی ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک فرمایا۔

سریہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ

حضور علیہ السلام نے ایک سو مجاہدوں کے ساتھ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بنی سعد بن بکر کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ فدک کے علاقہ میں آباد تھے۔ اطلاع ملی تھی کہ ان لوگوں نے یہود کے ساتھ معاہدہ کیا ہے کہ یہود ان کو کھجوریں دیں گے اور یہ یہود کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لشکر اکٹھا کریں گے۔ اور انہوں نے دوسو کے قریب لوگ بھی اکٹھے کر لیے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے راستے میں ایک آدمی کو پکڑا۔ جس نے اعتراف کیا کہ میں بنی سعد کا جاسوس ہوں۔ اگر میری جاں بخش دی جائے تو میں ان لوگوں کی طرف آپ کو لے جاؤں گا۔ یہ آدمی فدک اور خیبر کے درمیاں عجع نامی چشمہ پر ان کے ہاتھ لگا تھا۔ چنانچہ اس کی جان بخشی کی گئی۔ اور یہ مسلمانوں کو بنی سعد کی طرف لے گیا۔

مسلمانوں نے ایک ہموار میدان میں سے ان کے اونٹوں او ربکریوں کو قبضے میں کر لیا۔ پھر یہ مسلمانوں کو لے کر ان کے جمع ہونے کی جگہ کی طرف گیا تو یہ لوگ مسلمانوں کے ڈر سے دور بھاگ گئے ہوئے تھے۔ (عیون الاثر ۲/۱۰۹)

35ھ

سریہ زید بن حارث رضی اللہ عنہ

حضور علیہ السلام نے یہ سریہ رمضان ۶ ہجری میں حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ام قرفہ کی طرف بھیجا۔ ام قرفہ ایک عورت کا نام تھا اور یہ ربیعہ بن بدر فزاری کی بیٹی تھی یہ بہت بہادر اور قوت والی تھی کہ اس کا نام عرب میں ضرب المثل بنا ہوا تھا۔ کیونکہ پچاس لوگ جو اس کے پوتے پوتیاں وغیرہ تھے۔ مسلح ہو کر اس کے گھر میں موجود رہتے تھے۔

ایک دفعہ اس عورت نے اپنے تیس پوتے پوتیوں کو مسلح کر کے کہا کہ مدینہ طیبہ جا کر حضور علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) قتل کر آؤ۔ یہ پرلے درجے کی گستاخ عمر رسیدہ عورت تھی۔

اس کے علاوہ ایک دفعہ حضرت زید بن حارث تجارت کی غرض سے شام جا رہے تھے کہ ان لوگوں نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو مارا پیٹا اور سارا سامان چھین لیا تھا۔

حضرت زید بن حارث اپنے رہبر کی معیت میں جب ان کی طرف گئے تو راستہ بھول گئے۔ اس دن یہ لوگ بھی مسلح ہو کر مسلمانوں کا انتظار کر رہے تھے۔ حضور علیہ السلام نے لشکر کو دن کو آرام اور رات کو سفر کرنے کی نصیحت فرمائی تھی۔ قرفہ دوسرے دن جب یہ ان لوگوں پر پہنچے تو یہ بے خبری میں سو رہے تھے۔ مسلمانوں نے ان کو تہہ تیغ کیا اور کچھ کو گرفتار کیا۔ ام قرفہ اور اس کی بیٹی کو قیس بن عسر نے گرفتار کیا۔ جب حضور علیہ السلام کے پاس حضرت زید رضی اللہ عنہ واپس پہنچے تو حضور علیہ السلام تیزی سے ان کے استقبال کے لیے تشریف لائے ان کو گلے لگایا اور ان کو چوما۔ (امتاع الاسماع ۱/ ۲۰۹)

ام رومان رضی اللہ عنہا کا وصال

حضور علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ حضرت ام رومان بنت عامر بن عویمر رضی اللہ عنہا نے چھ ہجری میں ہی وفات پائی۔ ان کے بطن سے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبد الرحمٰن بھی تھے۔ حضور علیہ السلام نے بذات خود ان کو ان کی قبر میں رکھا۔ اور فرمایا کہ

"جو شخص حوروں میں سے کسی خاتون کی زیارت کرنا چاہے وہ ان کی زیارت کر لے۔"

(تاریخ الخمیس ۲/ ۲۶۔ ضیاء النبی ۴/ ۱۲۱)

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ و اصحابہ و بارك وسلم ابدًا ابدًا برحمتك یا ارحمین۔

نثار النبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ لاہور

35

غزوۂ حدیبیہ

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ‏

ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے۔ (سورۃ فتح، ۱)

پس منظر

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشاق کے قافلے میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔ حضور علیہ السلام کو مکہ مکرمہ سے تشریف لائے پانچ سال گزر چکے تھے اور اب یہ چھٹا سال بھی گزرا جا رہا تھا۔ غزوہ بدر، غزوۂ احد، غزوہ خندق، غزوۂ بنو قریظہ اپنے اختتام کو پہنچ چکا تھا۔

لیکن اس دوران نہ مسلمان حج کر سکے تھے اور نہ ہی عمرہ ادا کر سکے تھے۔ عرب کے تمام مشرک قبائل ہر وقت عمرہ کر سکتے تھے اور حج کے لیے جا سکتے تھے۔ لیکن مسلمان نہ حج کر سکتے تھے اور نہ ہی عمرے کے لیے جا سکتے تھے۔

زیارت کعبہ کا شوق اُن کے دلوں میں ہر وقت انگڑائیاں لیتا رہتا تھا۔

مسلمانوں سے بار بار شکست کھانے کے باوجود کفار کا جذبہ انتقام ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ لیکن اب مسلمان اس قابل ہو چکے تھے کہ کفار سے بزورِ شمشیر کوئی بات منوا سکیں۔

حضور علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ وہ اور ان کے صحابہ امن کے ساتھ کعبہ معظمہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ لیکن حضور علیہ السلام نے وقت کا تعین نہیں فرمایا تھا۔

صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کے خواب کے متعلق سنا۔ تو ان کے دل میں کعبۃ اللہ کی زیارت کے شوق کا جذبہ ایک منہ زور طوفان بن کر مچلنے لگا۔ حضور سرورِ کائنات علیہ السلام سے جب عمرہ کی تیاری کے متعلق صحابہ کرام نے سنا تو انہوں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فوراً آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے زور و شور سے عمرہ کی تیاری شروع کر دی۔

حدیبیہ

مکہ مکرمہ سے نو کلومیٹر دور یہ ایک کنواں ہے جس کا نام حدیبیہ ہے۔ اردگرد کے علاقے کو بھی اس کنوئیں کی مناسبت سے حدیبیہ ہی پکارا جاتا ہے۔ اس کا زیادہ حصہ حرم میں شامل ہے۔

حضور علیہ السلام نے ذیقعد ۶ ہجری میں صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے اس میں راویوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں جو ثقہ راویوں میں زہری، ابن عمرؓ کے غلام نافع، موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق بن یسار وغیرہ ہیں۔

منافقین

حضور علیہ السلام نے جب صحابہ کرام سے عمرے کی ادائیگی کے متعلق فرمایا۔ تو سب صحابہ کرام زور و شوق سے عمرہ ادا کرنے کی تیاری میں لگ گئے لیکن منافقین کہنے لگے کہ ہم لوگ اپنے اہل وعیال کی اور اپنے جانوروں کی حفاظت میں لگے ہیں۔ ہمارے پاس وقت نہیں ہے وہ مزید یہ کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہم ایسی قوم کے ساتھ جا کر جنگ کریں جو پوری طرح مسلح ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور اُن کے صحابہ صرف اونٹوں کا گوشت بھون کر کھانا چاہتے ہیں۔ (سبل الہدیٰ ۵/ ۵۷)

روانگی

حضور علیہ السلام نے ذیقعد ۶ ہجری میں سوموار کے دن صبح صبح غسل فرمایا۔ مدینہ منورہ میں نمیلہ بن عبداللہؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ اور بعض کے نزدیک حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ منورہ میں والی مقرر کیا۔ اپنے ساتھ ستر قربانی کے جانور لیے جن کے گلوں میں قلاوے ڈالے۔ تاکہ یہ قربانی کے جانوروں کے طور پر پہچانے جاسکیں۔

حضور علیہ السلام کے ساتھ تقریباً چودہ سے پندرہ سو تک صحابہ کرام تیار ہوئے۔

ازواجِ مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جانے کا شرف حاصل ہوا۔ علاوہ دوسری عورتوں میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام منیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ام عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

ذوالحلیفہ کے مقام پر حضور علیہ السلام نے احرام باندھا۔ مدینہ طیبہ سے باہر مسلمان قبائل کو بھی اس مبارک سفر مین ساتھ جانے کی دعوت دی گئی تھی۔

بنو بکر، مزینہ اور صہینیہ کے قبائل نے مصروفیت کی بنا پر ساتھ جانے سے معذرت کر دی۔

ذوالحلیفہ کے مقام پر ہی دوسرے تمام صحابہ کرام نے عمرے کے لیے احرام باندھے۔ تاہم چند ایک صحابہ نے آگے چل کر احرام باندھنے کا قصد کیا۔ (ابن کثیر سیرۃ النبویہ ۳/ ۳۱۲)

انٹیلی جنس

حضور علیہ السلام کمال کے انٹیلی جنس کمانڈر بھی تھے۔ حضور علیہ السلام کا ہر طرف ہر ہر آدمی ہر چیز کی طرف دھیان رہتا تھا۔

بنوخزاعہ قبیلہ کی ہمدردیاں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھیں۔ حضور علیہ السلام نے یہاں کے ایک شخص بشر بن سفیان کو حالات کا جائزہ لینے کے لیے مکہ مکرمہ روانہ فرمایا۔ تاکہ قریش کی سرگرمیوں سے واپس آ کر مطلع کرے۔

علاوہ عباد بن بشر کی سربراہی میں بیس لوگوں جن میں صحابہ کرام مہاجرین و انصار شامل تھے کو بطور طلیعہ لشکر اسلام ﷺ سے آگے آگے چلنے کا حکم فرمایا۔

جحفہ

جب حضور علیہ السلام جحفہ کے مقام پر پہنچے تو وہاں ایک سایہ دار درخت کے نیچے صفائی کا حکم دیا اور پھر یہاں آرام فرمایا گیا اور صحابہ کرام کے سامنے حضور علیہ السلام نے ایک حکمت و ایمان سے بھرا خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ بھی فرمایا کہ

''میں تمہارا پیشرو ہوں اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔''

قریش کی بے قراری اور جنگی تیاریاں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی خبر سن کر قریش کے اوسان خطا ہو گئے۔ اُن کے دل میں خیال جاگزین ہو گیا کہ اب مسلمان بیت اللہ پر قبضہ کر لیں گے۔

حضور علیہ السلام نے بشیر بن سفیان کو قریش کی تیاریوں کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا تھا۔ انہوں نے آ کر بتایا کہ قریش نے حضور علیہ السلام کی صحابہ کرام کے ساتھ آمد کے متعلق سُن کر فوراً جنگی تیاریاں شروع کر دی ہیں اور اُنہوں نے تہیہ کیا ہے کہ کسی قیمت پر بھی حضور علیہ السلام کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور انہوں نے مکہ مکرمہ سے نکل کر ذِوالطوی کے مقام پر خیمے لگا دیے ہیں اور خالد بن ولید کو مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لیے دو سو سوار دے کر کراع الغمیم کی جانب روانہ کر دیا ہے۔ یہ عسفان سے آٹھ میل کے فاصلے پر تھا۔

حضور علیہ السلام کا ردِّ عمل

حضور علیہ السلام نے قریش کی جنگی تیاریوں کا سُن کر فرمایا:

''صد حیف قریش کو جنگوں نے کھوکھلا کر دیا ہے۔ لیکن پھر بھی اپنی ضد سے باز نہیں آتے۔ کیا حرج تھا کہ اگر وہ میرے اور دیگر قبائل کے درمیاں حائل نہ ہوتے۔ اگر عرب قبائل ہمارا خاتمہ کر دیتے تو ان کا مقصد پورا ہو جاتا اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے ان پر غلبہ بخشتا تو وہ اپنی عددی کثرت کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ اگر اس وقت بھی وہ اسلام قبول کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوتے۔ تو پھر مجھ سے جنگ کرتے۔ اس وقت وہ طاقتور ہوتے۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''قریش کیا سوچ رہے ہیں۔ بخدا میں اس وقت تک دین کے لیے جہاد کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ

تعالیٰ اس کو غالب کر دے ۔ یا میری زندگی ختم ہو جائے ۔“

حضور علیہ السلام کی مشاورت

حضور نبی کریم رؤوف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشاورت کی کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے ۔سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

”اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں ۔ ہم عمرہ ادا کرنے کے لیے آئے ہیں کسی سے جنگ کرنے کے لیے نہیں آئے ۔ ہماری رائے یہ ہے کہ ہم جس مقصد کے لیے آئے ہیں اُسی کی طرف رواں دواں رہیں جس نے بھی بیت اللہ کے طواف سے روکا ہم اُس سے جنگ کریں گے ۔“

حضرت اُسید بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی اِس رائے کی تصدیق کی ۔حضور علیہ السلام نے فرمایا:

فسیروعلی اسم اللہ۔

ترجمہ: اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔

حضور علیہ السلام نے پوچھا کہ کوئی ایسا آدمی ہے کہ جو کسی اور غیر معروف راستہ سے ہمیں مکہ لے جائے ایک آدمی نے کہا کہ میں حاضر ہوں ۔لہٰذا ایک غیر معروف دشوار گزار راستے سے وہ حضور علیہ السلام اور دوسرے صحابہ کرام کو حدیبیہ کے مقام پر لے آیا۔اس طرح خالد بن ولید کے لوگوں سے بھی ملاقات نہ ہوئی اور نہ ہی کوئی اور ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔

راستے کے واقعات

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے احرام نہیں باندھا تھا۔اچانک ایک حمار ابواء کے مقام پر صحابہ کرام کو نظر آیا۔حضرت ابوقتادہ اپنی جوتی مرمت کرنے میں مصروف تھے ۔انہوں نے احرام نہیں باندھا ہوا تھا۔صحابہ کرام سوچنے لگے کہ کاش یہ اس حمار (جنگلی گدھے) کو دیکھ لیں ۔لیکن کسی نے اُن کو اس کے متعلق نہیں بتایا۔ اچانک انہوں نے اوپر دیکھا تو ان کو یہ نظر آ گیا۔ انہوں نے فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے پیچھے روانہ ہونا چاہا تو اپنا نیزہ وعصا بھول گئے ۔انہوں نے واپس آ کر صحابہ کرام سے کہا کہ یہ انہیں پکڑوا دیں ۔لیکن کسی نے بھی نیزہ اور عصا انہیں نہ پکڑوایا تو انہوں نے خود ہی جلدی سے اُتر کر اس کو پکڑ کر ہوا کی تیزی کے ساتھ جنگلی حمار کا پیچھا کیا اور اس کو شکار کر کے پھر اس کو ذبح کر کے اس کو پکایا اور صحابہ کرام کو بھی اسے کھانے کی پیشکش کی ۔لیکن کسی نے نہ کھایا۔حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا گیا تو آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا کسی نے ان کی امداد کی ہے یا جانور کی طرف اشارہ کیا ہے ۔صحابہ کرام نے عرض کی کہ کسی نے ایسا کام نہیں کیا۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے لیے حلال ہے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری ضیافت ہے ۔خوب کھاؤ۔ پھر پوچھا کہ کچھ گوشت بچا ہے ۔حضرت ابوقتادہ نے عرض کی ۔میں نے اس کا ایک بازو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بچایا ہوا ہے ۔حضور علیہ السلام نے احرام کی حالت میں اسے تناول فرمایا۔(سبل الہدیٰ ۵ / ۵۸)

روحا کے مقام پر بنونہد قبیلہ کے لوگ حاضر ہوئے۔ انہیں حضور علیہ السلام نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے قبول نہ کی۔ پھر انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں دودھ بھیجا۔ حضور علیہ السلام نے اسے واپس فرما دیا اور فرمایا:

لَا أُقْبِلُ هَدِيَّةً مِّنْ مُّشْرِكٍ۔

ترجمہ: میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔

اس کے بعد بنوغفار قبیلہ کا ایک فرد سو بکریاں اور دو اونٹنیاں لے کر حاضر ہوا۔ حضور علیہ السلام نے اسے قبول فرمایا اور ان کو دعا دی۔

اسی طرح ابواء کے مقام پر ہی حضور علیہ السلام نے حضرت کعب بن عجرہ کو دیکھا۔ ان کے بالوں سے جوئیں گر رہی تھیں اور آپ حالت احرام میں تھے۔ حضور علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ کیا یہ تمہیں تکلیف دے رہی ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ بہت زیادہ تکلیف دے رکھی ہے۔ لیکن میں حالت احرام میں ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سر کے بال منڈوا دو۔

قربان جائیں اللہ تعالیٰ کی حضور علیہ السلام کے ساتھ محبت پر۔ اُدھر حضور علیہ السلام کے منہ مبارک سے الفاظ نکلے۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیات نازل فرما دیں کہ جس طرح میرا محبوب چاہتا ہے میں اُس کی اُمت کو ویسے ہی سہولت دے دوں۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ

(سورۃ البقرہ:۱۹۶)

ترجمہ: پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اُسے سر میں کچھ تکلیف ہو اور وہ سر منڈا لے تو وہ فدیہ دے دے روزوں سے یا خیرات سے یا قربانی سے۔

حضور علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ ایک بکری صدقہ کر دو، تین روزے رکھو یا چھ مسکین کو کھانا کھلاؤ۔ انہوں نے بکری کی جگہ ایک گائے صدقہ دی۔ (امتاع الاسماع، جلد ۱، صفحہ ۲۱۵، از ضیاء النبی جلد ۴، صفحہ ۱۳۴)

ایک منافق تھا، جس کا سرخ اونٹ گم ہو گیا تھا۔ جب حضور علیہ السلام ایک ہموار میدان میں پہنچے تو تمام صحابہ سے فرمایا کہ سب کہو کہ

نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَنَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

ترجمہ: ہم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

سب نے یہ جملے دہرائے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی وہ بات تھی کہ جب بنی اسرائیل کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات پیش کی تو انہوں نے انکار کر دیا۔

صبح حضور علیہ السلام نے صحابہ کے ساتھ نماز ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ ”تم سب کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ سوائے سرخ اونٹ والے کے۔“

صحابہ کرام اُس کے پاس گئے اور کہا کہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر مغفرت مانگو۔لیکن اُس نے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ مجھے میرا اونٹ مل جائے۔ یہ بات مجھے زیادہ محبوب ہے کہ آپ میرے لیے مغفرت کی دعا مانگیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اونٹ تلاش کرتے کرتے اس کا پاؤں ایک چٹان سے پھسلا اور وہ دور گہرائی میں گر کر ہلاک ہو گیا۔ درندوں نے اس کو چیر پھاڑ کھایا۔(متاع الاسماع ا/ ۲۱۴)(ضیاالنبی ۴/ ۱۳۴ تا ۱۳۲)

حضور علیہ السلام کا قیام

آقا دو جہاں ﷺ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو آپ کی اونٹنی قصوا بیٹھ گئی۔لوگ حیران ہونے لگے کہ کیوں بیٹھ گئی۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے اس ذات نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے۔جس نے ہاتھیوں کو مکہ جانے سے روکا تھا۔

حضور علیہ السلام نے یہیں ٹھہرنے کا حکم فرما دیا۔لوگوں نے عرض کی کہ یہاں پانی کی نایابی ہے۔حضور علیہ السلام نے ایک تیر دیا اور فرمایا اسے کسی کنوئیں میں گاڑ دو۔صحابہ کرام نے جونہی تیر گاڑا پانی جوش مار کر ابلنا شروع ہو گیا اور کنواں پانی سے بھر گیا۔

باہمی مذاکرات

حضور علیہ السلام سے ملاقات کے لیے کفار نے اپنا نمائندہ جو بنی خزاعہ قبیلہ سے تھا اور جس کا نام بدیل بن ورقہ تھا، بھیجا۔ یہ اپنے قبیلے کا سردار تھا۔ یہ چند لوگوں کے ساتھ حاضر خدمت ہوا۔ اور حضور علیہ السلام کے یہاں آنے کا مقصد دریافت کیا۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بیت اللہ کی زیارت کا شوق ہمیں یہاں لے آیا ہے۔ہمارا جنگ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔احرام کی دو چادریں ہمارے زیب تن ہیں۔ ہم کسی بہانے مکہ پر قابض ہونے کا اِرادہ نہیں رکھتے۔کیا تم یہ سمجھ سکتے ہو کہ ہم اتنی دور سے صرف ایک ایک تلوار لے کر لڑنے کے اِرادے سے آتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کی ان باتوں سے اس کو اطمینان ہو گیا اور یہ واپس قریش کے پاس چلا گیا اور اُن کو بتایا کہ واقعی حضور (علیہ السلام) عمرے کی نیت سے آئے ہیں تم ان کو آنے دو۔

لیکن کفار نے اس کو جھڑک دیا اور کہا تم بَدو لوگ اِن باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتے۔

حلیس بن علقمہ

حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں قریش نے حلیس بن علقمہ کو بھیجا۔مکہ کے نواح میں چند قبائل آباد تھے۔جن کو احابیش کہا جاتا تھا۔ یہ ان کا سردار تھا۔ یہ لوگ زبردست تیر انداز تھے۔کفار کا خیال تھا کہ حضور علیہ السلام نے اگر اِس کی بات نہ مانی تو یہ بھڑک کر اپنے قبیلوں کو بلا لے گا۔

اس کو آتا دیکھ کر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے قربانی کے جانور اس کے سامنے سے قطار میں گزارو۔تمام قربانی کے

جانور لائے گئے اور اس کے سامنے سے گزارے گئے۔ ان کے گلوں میں قلاوے پڑے ہوئے تھے جس کا مطلب تھا کہ قربانی کے یہ جانور ہیں۔

جب اس نے یہ منظر دیکھا تو اس کو یقین ہو گیا کہ حضور علیہ السلام واقعی عمرے کی نیت سے تشریف لائے ہیں اور یہ بغیر کوئی بات کیے ہی واپس قریش کے پاس چلا گیا اور انہیں بتایا کہ حضور علیہ السلام کو آنے دو واقعی یہ عمرے کی نیت سے آئے ہیں۔

قریش مکہ نے اسے بھی جھڑک دیا اور کہا بدو۔ تمہیں ان باتوں کا کوئی پتہ نہیں۔

یہ بھڑک اٹھا اور کہنے لگا کہ ہم نے تمہارے ساتھ اس لیے دوستی نہیں کی کہ تم لوگ زائرین کعبہ کا راستہ روکو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں اپنے لوگوں کو لے کر چلا جاؤں گا۔ کفار اس کی منت سماجت کرنے لگے۔

سفیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر مبارک بہت دور تک دیکھ رہی تھی۔ ہر کوئی آپ کی بات کی باریکی کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فراش بن امیہ الخزاعی کو اپنا سفیر بنایا اور حضور علیہ السلام کی طرف سے یہ قریش کی جانب گئے اور انہیں سمجھایا کہ حضور علیہ السلام جنگ کرنے نہیں آئے۔ بلکہ عمرہ فرما کر واپس تشریف چلے جائیں گے۔ مگر مکہ کے جاہل لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ مگر کچھ لوگوں نے ان کو بچا لیا اور ان کو واپس حضور علیہ السلام کی طرف بھیج دیا۔ (سیرۃ الرسول ۸-۵۷۳، طبقات ابن سعد ۲-۹۶، سیرت ابن ہشام ۲-۳۱۴)

بدیل بن ورقا

بدیل بن ورقا اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں آیا اور آپ علیہ السلام کے آنے کی وجہ جانی۔

حضور علیہ السلام نے اسے سمجھایا اور یقین دلایا کہ ہم محض عمرے کی غرض سے آئے ہیں۔ ہمارا لڑنے کا یا کعبہ پر قبضہ کا کوئی ارادہ نہیں۔

لیکن اگر کفار نے ہمیں روکا تو ان سے جنگ ناگزیر ہے۔ بدیل بن ورقا واپس قریش کے پاس آیا اُنہیں سمجھایا کہ واقعی یہ لوگ عمرہ کی نیت سے آئے ہیں۔ اِس نے قریش کے سامنے صلح کی پیشکش کی۔ جسے قریش کے نوجوانوں نے مسترد کر دیا۔ لیکن عروہ بن مسعود نے حضور علیہ السلام کی پیشکش کو عادلانہ قرار دیا اور اِس نے کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

عروہ بن مسعود

عروہ بن مسعود کو قریش نے کہا کہ تم ایلچی بن کر جاؤ۔ لیکن یہ کہنے لگا کہ میں اس بات سے قاصر ہوں تم نے جو پہلے قاصدوں کے ساتھ سلوک کیا ہے وہ سامنے ہے۔ قریش نے اس کی منت سماجت کی اور کہا کہ اِس کی شخصیت پر ہمیں اعتماد ہے اور ہمیں یقین ہے کہ تو بہت دانا شخص ہے۔

اس نے حضور علیہ السلام کے ساتھ بڑی عیاری سے گفتگو شروع کی اور کہنے لگا کہ مکہ آپ کی قوم کا مرکز ہے۔ اگر آپ ان آوارہ

منش لوگوں کی فوج کو اکٹھا کر کے اس پر حملہ کر کے اس کو ویران کر دیں گے اور یہاں کے باشندوں میں قتل و غارت کا بازار گرم کریں گے تو یہ داغ پھر کبھی نہیں مٹے گا۔ اس نے قریش کی تیاریوں کے متعلق حضور علیہ السلام کو لغو باتیں بتائیں اور آخر میں یہ بھی کہنے لگا کہ اگر جنگ کی نوبت آئی تو یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ (اُس کو شیشے میں اپنا عکس نظر آ رہا تھا) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق فوراً کڑک کر بولے:

''اولات کے غلیظ چیتھڑے کو چومنے والے۔ تم نے کیا کہا کہ ہم حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔''

اُس نے جب آپ کے تیور دیکھے تو ہکا بکا رہ گیا۔

حضور علیہ السلام سے گفتگو کرتے کرتے وہ کبھی کبھی عرب کے دستور کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگانے کی کوشش کرتا تو اِس کے پاس کھڑے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ جو خود پہنے چوکس کھڑے تھے اس کا ہاتھ جھٹک دیتے تھے۔ جب یہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا تو آپ نے غصے سے کہا کہ اے عروہ اگر تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک کو چھونے کی کوشش کی تو تمہارا ہاتھ واپس نہیں جائے گا۔ اس نے حضور علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا بھتیجا، مغیرہ ہے۔ (سیرۃ النبویہ (ابن کثیر) ۳-۳۱۷،۳۱۶۔ضیاء النبی جلد ۴،صفحہ ۱۳۷)

پھر عروہ بن مسعود یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کس طرح آپ کے صحابہ آپ کی عزت وتوقیر کرتے ہیں۔ وہ کس طرح حضور علیہ السلام کے تھوک مبارک کو بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے اور اپنے چہروں پر مَل لیتے ہیں۔ وہ کس طرح حضور علیہ السلام کے وضو کے بقیہ پانی کو زمین پر نہیں گرنے دیتے اور اپنے چہروں و جسموں پر مل لیتے ہیں۔ آپ جس کام کا حکم فرمائیں، کس طرح ایک دوسرے سے وہ اس کام کے کرنے میں سبقت لے جانے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

عروہ بن مسعود نے واپس جا کر قریش کو بتایا کہ قیصر و کسریٰ کے بادشاہوں کی بھی اتنی شان نہیں۔ جتنی حضور (علیہ السلام) کی ہے اور تم یہ بالکل خیال نہ کرنا کہ جنگ کی نوبت آئی تو یہ لوگ حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

(ابن کثیر سیرۃ النبویہ ۳/ ۳۱۷۔۳۱۶)

قریش کی شرارتیں

ایک دفعہ مسلمان نماز ادا کر رہے تھے کہ قریش کے ۸۰ کے قریب لوگوں نے تنعیم کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے ان کو گرفتار کر کے حضور علیہ السلام کے روبرو پیش کیا۔ حضور علیہ السلام نے ان کو معاف فرما دیا اور چھوڑ دیا۔

ایک دفعہ رات کی تاریکی میں ان کے چالیس پچاس آدمیوں نے تیروں اور پتھروں سے مسلمانوں کے کیمپوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے انہیں بھی گرفتار کر کے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا۔ حضور علیہ السلام نے انہیں بھی معاف فرما دیا اور واپس کر دیا۔

35

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بطور سفیر

حضور علیہ السلام نے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا تاکہ انہیں کفار کے پاس بطور سفیر بھیجیں۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کے آگے دست بستہ عرض کی کہ حضور علیہ السلام میری عداوت و بغض جو مشرکین کے ساتھ ہے۔ سب لوگ اس سے اچھی طرح باخبر ہیں۔ اور میرے خاندان بنی عدی کا کوئی آدمی وہاں موجود نہیں۔ جو آڑے وقت میری مدد کر سکے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے نقصان پہنچائیں گے۔ اگر آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجیں تو کامیابی کے زیادہ امکانات ہیں۔ کیونکہ اُن کی قوم کے مشرک لوگ ابھی تک وہاں آباد ہیں جو آڑے وقت آپ کی مدد کر سکتے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ جب یہ حاضر ہو گئے تو ان کو فرمایا کہ کفار قریش کی طرف جائیں اور اُن کو اِس بات پر آمادہ کریں کہ وہ مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے نہ روکیں۔ ان کی غلط فہمیوں کو دور کریں اور نیز وہاں کے بے یار و مددگار مسلمانوں سے ملاقات کریں اور اُنہیں بتائیں کہ ان کی مظلومیت اور مقہوریت کے دن ختم ہونے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عنقریب مکہ کو فتح کرلے گا اور یہاں دین حق کا غلبہ ہوگا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں مکہ مکرمہ گئے۔ مکہ سے باہر ہی آپ کی ملاقات آپ کے چچازاد بھائی سے ہوگئی۔ اس کا نام ابان بن سعید تھا۔ اس نے آپ کو اپنی پناہ میں لے لیا اور فرمایا کہ اب آپ آزادی سے اپنا فرض ادا کریں۔

آپ نے قریش کے تمام لوگوں کو بہت سمجھایا کہ ہمارا اِرادہ یہاں صرف عمرہ کرنے کا ہے۔ ہم لوگ یہاں لڑنے کے لیے نہیں آئے۔ نہ ہی ہمارا ارادہ یہاں کعبے پر قبضے کا ہے۔ ہم قربانی کے جانور اپنے ساتھ لائے ہیں اور ہم نے احرام باندھے ہوئے ہیں اور ہمارے پاس سوائے تلوار اور کوئی اسلحہ نہیں ہے۔

لیکن کفار اپنی ضد پر اَڑے رہے اور انہوں نے آپ سے کہا کہ آپ اس دفعہ واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ کر عمرہ ادا کریں۔ (السیرۃ النبویہ ۲/ ۱۸۵۔ ضیاالنبی ۴/ ۱۳۹ تا ۱۳۵)

35

بیعت رضوان

مسلمانوں کو حالت احرام میں بیس دن سے زیادہ ہو گئے ہوئے تھے۔ نہ یہ ناخن کٹوا سکے تھے نہ بال ترشوا سکے تھے۔ حالت احرام میں اور بھی پابندیاں لگی ہوئی تھیں۔ مسلمانوں کو کفار پر بہت زیادہ غصہ آ رہا تھا۔ لیکن یہ جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام کے ہر قدم میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہے۔ اس لیے یہ بھی خاموش تھے۔ ادھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جانب سے بھی کوئی واضح خبر نہیں مل سکی تھی کہ یہ افواہ پھیل گئی کہ کفار نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔

حضور علیہ السلام نے ان حالات کے پیش نظر تمام صحابہ کرام سے بیعت کا حکم فرمایا۔ حضور علیہ السلام ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہو گئے یہ ببول کا درخت تھا۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کے حکم سے اعلان فرمایا:

''لوگو سنو! لوگو سنو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے ہیں اور لوگوں سے بیعت لینے کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نکلو اور بیعت کرو۔'' (فروع کافی ۳/ ۲۳۸۔ کتاب الروضہ)

ایک غلطی کا ازالہ

اہلِ مکہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس بات چیت کو جاری رکھنے کے لیے روک لیا۔ اس دورانِ کفار نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کعبہ شریف کے طواف کرنے کے متعلق پیشکش کی۔

تو آپ نے جواب دیا کہ

''میں اُس وقت تک کعبہ کا طواف نہیں کروں گا۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف نہیں کریں گے۔''

مسلمانوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑے خوش نصیب ہیں۔ انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اور احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عثمان ہر گز ایسا نہیں کریں گے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے تو حضور علیہ السلام نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ انہوں نے عرض کی: میں بیت اللہ کا کیسے طواف کر سکتا تھا۔ حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا طواف نہیں کیا تھا۔

صحابہ کرام نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے میرے بارے میں بہت برا گمان کیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر میں مکہ میں ایک سال بھی رہتا اور حضور علیہ السلام حدیبیہ

میں تشریف فرما رہتے تو میں ہرگز کعبہ کا طواف نہ کرتا۔ جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہ کرتے۔

جب کئی دن حضرت عثمان غنی واپس نہ آئے تو ان کے قتل کی افواہ بھی مسلمانوں میں پھیل گئی۔

اس خبر سے مسلمانوں میں اور بھی جوش وخروش بڑھ گیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی مصلحت تھی۔ حالانکہ حضور علیہ السلام جانتے تھے کہ حضرت عثمان غنی کو شہید نہیں کیا گیا ہے۔

لوگ حضور علیہ السلام کی بیعت کے لیے دوڑے آئے۔ سب سے پہلے سنان بن ابی سنان بن وہب بن محصن نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ لوگ ایک دوسرے سے بیعت لینے کے لیے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ حضور علیہ السلام نے اس بات پر بیعت کروائی کہ

عَلٰی اَنْ لَا یَفِرُّوْا۔

یعنی حالات چاہے جتنے مرضی سنگین ہو جائیں دشمن کا دباؤ چاہے کتنا بڑھ جائے وہ جان دے دیں گے سر کٹا دیں گے لیکن نہیں بھاگیں گے۔

حضرت سنان رضی اللہ عنہ نے بیعت کرتے ہوئے عرض کی:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُبَایِعُکَ عَلٰی مَا فِیْ نَفْسِكَ۔

ترجمہ: یا رسول اللہ ﷺ جو آپ کے جی میں ہے میں اُسی پر بیعت کرتا ہوں۔

تمام لشکر نے حضور علیہ السلام سے اسی بات پر بیعت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے دست مبارک کو پکڑے رہتے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے تین بار بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔

اَب وہ بات جس شبہ کا ازالہ ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ عام لوگوں میں جو یہ بات پھیلی ہوئی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کی افواہ کے بعد حضور علیہ السلام نے بیعت لی۔ اُس کا ازالہ حضور علیہ السلام کے اس قول سے ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے سب لوگوں کو بیعت کرنے کے بعد سب سے آخر میں اپنا ایک ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا:

اللھم ھذہ عن عثمان فانہ فی حاجتك و حاجۃ رسولك۔

(السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان ۲-۱۸۵، ضیاء النبی ۴-۱۴۳)

ترجمہ: اے اللہ یہ ہاتھ عثمان کی طرف سے ہے۔ کیونکہ وہ تیرے اور تیرے رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل میں گیا ہوا ہے۔

علامہ احمد بن زینی دحلان فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ آپ کو علم تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر صحیح نہیں ہے۔

ویسے بھی اگر حضور علیہ السلام کو حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت کے متعلق یقین ہوتا تو حضرت عثمان غنی ؓ کی طرف سے بیعت لینے کا جواز نہ تھا۔ (سیرۃ الرسول ڈاکٹر طاہر القادری ۸-۵۸۳)

35

بیعت رضوان کی حکمت

بیعت لینے میں یہ حکمت تھی کہ کفار کو مسلمانوں کے پکے ارادوں کے متعلق کفار کو پتہ چل جائے کہ مسلمان مرعوب ہونے والے نہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور حضور علیہ السلام کی برکت سے وہ ایک ایسی چٹانیں ہیں کہ جو کوئی ان سے ٹکرائے گا۔ اس کا سَر پاش پاش ہو جائے گا۔

اور واقعی اس بات کا اثر کفار پر اتنا ہوا کہ انہوں نے صلح کی بات چیت کرنا ہی مناسب سمجھا اور وہ اندر سے اور ڈر گئے۔ وہ پہلے ہی مسلمانوں سے ڈرتے تھے۔ بدر کی جنگ کا احوال اُن کو معلوم تھا۔ جنگ اُحد میں بھی وہ جانتے تھے کہ باوجود مسلمانوں کی اپنی ہی غلطی کی وجہ سے جب اِتنے مسلمان شہید ہوئے لیکن پھر بھی حضور علیہ السلام نے کفار کا تعاقب کر کے جرأت کی اقوام عالم میں ایک مثال قائم کر دی۔ تعاقب ہمیشہ جیتنے والا ہی کرتا ہے اور کفار نے بھاگ جانے میں ہی عافیت سمجھی۔

غزوہ بدر الاخر میں کفار ڈرتے ہوئے بدر میں دوبارہ نہیں آئے تھے۔ حالانکہ اُحد سے جاتے ہوئے اُنہوں نے دوبارہ آنے کا وعدہ کیا تھا اور اُس وقت اُحد سے روانگی کے وقت ابوسفیان نے تسلیم کیا تھا کہ جنگ ڈول کی طرح ہوتی ہے۔ کبھی پانسہ اِدھر کبھی اُدھر۔ جنگ خندق میں بھی سب نامراد لوٹے تھے۔ یہودیوں کے ساتھ جنگ میں جب مسلمانوں نے اِن کو نکالا تھا۔ اور جب بنی قریظہ کو قتل کیا تھا۔ اُس کی دھاک بھی اِن کے دلوں پر جمی ہوئی تھی اور باوجود نہتا ہونے کے جب کفار کے جاسوسوں نے مسلمانوں کی بیعت رضوان کی لڑ مرنے کی قسم کی اطلاع کفار کو دی تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور انہوں نے بات چیت کے لیے سہیل بن عمرو کو منتخب کیا اور اس کی مدد کے لیے حویطب اور مکرز کو ساتھ بھیجا۔

حضور علیہ السلام نے جب سہیل بن عمرو کو آتے دیکھا تو فرمایا:

قَدْ سَهَلَ اَمْرَكُمْ۔

ترجمہ: تمہارا کام آسان ہو گیا ہے۔

صلح کی بات چیت

حضور علیہ السلام نے مسلمانوں سے فرمایا کہ تلبیہ کی آواز بلند کرو۔ مسلمانوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خیریت کی اطلاع بھی مل چکی تھی۔ اور وہ بات چیت کے دوران ہی واپس تشریف لے آئے۔ ویسے بھی مسلمان جنگ کی نیت سے نہیں آتے تھے۔ کفار نفسیاتی طور پر جنگ ہار چکے تھے۔ اَب اِن کی بہت بے عزتی تھی کہ اگر یہ مسلمانوں کو عمرے کے لیے مکہ میں آنے دیتے لہٰذا انہوں نے اس بات پر بہت زیادہ زور لگایا کہ مسلمان اِس سال عمرہ نہ کریں اور واپس چلے جائیں۔ اسی بات چیت کے لیے ہی وہ مسلمانوں کے پاس آئے تھے۔

حضور علیہ السلام چار زانو ہو کر بیٹھ گئے اور سہیل بن عمرو علیہ السلام آپ کی خدمت میں دو زانو بیٹھ گیا۔ حضور علیہ السلام نے سر [illegible]رد رنگ کا عمامہ مبارک باندھا ہوا تھا۔ دو مسلح شخص حضور علیہ السلام کے دائیں بائیں چوکس کھڑے تھے۔ یہ عباد بن بشر اور سلمہ بن اسلم رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ یہ سروں پر خود پہنے ہوئے تھے۔

حضور علیہ السلام کے باقی صحابہ بھی حلقہ بنا کر حضور علیہ السلام کے گرد کھڑے ہو گئے۔

جب بات چیت مکمل ہو گئی تو اُس کو تحریری شکل دینے کے لیے حضور علیہ السلام نے قلم دوات اور کاغذ منگوایا اور جب یہ آ گیا تو حضور علیہ السلام نے حضرت اوس بن حولی رضی اللہ عنہ کو صلح نامہ لکھنے کے لیے کہا۔ سہیل بن عمرو نے کہا کہ حضور (علیہ السلام) آپ کے چچازاد (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لکھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے لکھنے کا حکم دیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ لکھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہیل بن عمرو کہنے لگا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ آپ بسمك اللهم لکھیں۔ مسلمانوں کو اِس کی بات بہت ناگوار گزری اور انہوں نے کہا کہ ہم یہ نہیں لکھیں گے۔

کافی بحث کے بعد سہیل بن عمرو کہنے لگا۔ اگر یہ بات ہے۔ تو میں صلح کی بات چیت بس ختم کرتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بسمك اللهم ہی لکھو۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ لکھو کہ هذا ما اصطلح علیه محمدٌ رسول الله یہ وہ ہے۔ جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے۔ اس بات پر پھر سہل بن عمرو تڑپ اٹھا اور کہنے لگا کہ اگر سارا جھگڑا ہی یہی ہے۔ اگر ہم آپ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مان لیتے۔ تو آپ کی مخالفت ہی نہ کرتے۔ مسلمانوں کو اُس کی اس بات پر تو اور ہی غصہ آیا اور انہوں نے کہا کہ محمد رسول اللہ ہی لکھا جائے گا۔ حضور علیہ السلام دونوں طرف سے لوگوں کو خاموش ہونے کا حکم دیا۔ سہیل بن عمرو کے ساتھی حیرت میں مسلمانوں کے جوش و خروش کو دیکھ رہے تھے۔ اِن میں حویطب نے مکرز کو کہا کہ میں نے کسی قوم کو اپنے دین کے بارے میں اتنی شدت اختیار کرنے والا نہیں دیکھا۔ پھر حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں یہی لکھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: حضور علیہ السلام مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھے بتاؤ کہاں لکھا ہے۔ حضور علیہ السلام نے خود یہ لفظ مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھ دیا۔ (الامتاع الاسماع ۱ر۲۲۷)

صلح نامے کی شرائط

اے اللہ تیرے نام سے۔ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور سہل بن عمرو نے صلح کی ہے۔ انہوں نے اس بات پر صلح کی ہے کہ دس سال تک جنگ نہیں ہو گی لوگ امن سے رہیں گے اور کوئی کسی دوسرے پر دست درازی نہیں کرے گا۔ کوئی چوری اور خیانت کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ ہم ایک دوسرے کے راز افشاء نہیں کریں گے اور جس قبیلہ کی مرضی ہو۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرے اور جس کی مرضی ہو۔ وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرے۔ مکہ والوں میں سے جو کوئی

اپنے والی کی اجازت کے بغیر محمد (ﷺ) کے پاس آئے گا۔ تو آپ علیہ السلام اسے واپس کر دیں گے۔ اور اگر حضور علیہ السلام کے اصحاب میں سے کوئی آدمی قریش کے پاس آئے گا۔ تو وہ واپس نہیں کریں گے۔ اور محمد (ﷺ) اس سال اپنے صحابہ سمیت واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال اپنے صحابہ سمیت عمرہ ادا کرنے کے لیے آئیں گے اور مکہ میں تین روز قیام کریں گے اور تلوار کے بغیر ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہوگا اور تلواریں بھی نیام میں ہوں گی۔" (ضیاالنبی ۴/ ۱۴۸۔ ۱۴۷)

اس معاہدہ پر حضور علیہ السلام کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عبدالرحمان بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، ابوعبیدہ بن جراح اور محمد بن مسلمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دستخط کیے۔ صلح نامہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا۔ معاہدہ کا اصل حضور علیہ السلام کے پاس اور نقل سہل بن عمرو کو دے دی گئی۔ بنی خزاعہ نے اسی وقت حضور علیہ السلام کے عہد اور عقد میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا۔ جبکہ بنو بکر نے قریش کے ساتھ معاہدہ کرنے کا اعلان کر دیا۔

مسلمانوں کا ردِّ عمل

مسلمانوں کو جب صلح نامہ کی شرائط کا پتہ چلا اور پتہ چلا کہ وہ اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں گے تو ان پر غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ لیکن نبوت کی نظر جو دور تک دیکھ رہی تھی۔ ہر کوئی اس کو فوری اپنے جذبات میں نہ سمجھ سکا۔ حالانکہ اقوام عالم نے دیکھا کہ یہ فتح مبین تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو کہ تسلیم و رضا کے پیکر تھے۔ اور حضور علیہ السلام کے رنگ میں مکمل رنگے ہوئے تھے سے پوچھنے لگے کہ کیا حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ﷺ نہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا: بیشک حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ﷺ ہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور کیا وہ باطل پر نہیں؟ کیا ہمارے مقتول جنت میں نہیں؟ کیا ان کے مقتول دوزخ میں نہیں؟ آپ نے فرمایا بے شک ایسا ہی ہے۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ ہم دین کے معاملہ میں یہ ذلت کیوں گوارہ کریں اور عمرہ کیے بغیر لوٹ جائیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور ان کے درمیان ابھی فیصلہ نہیں کیا۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے شخص حضور اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ ہیں وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ آپ علیہ السلام کا مددگار ہے۔ اس لیے حضور علیہ السلام کے رکاب کو آخر دم تک مضبوطی سے پکڑے رہو۔ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا: "اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضور علیہ السلام اللہ کے سچے رسول ﷺ ہیں۔" ایک اور بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھی کہ کیا حضور علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کی زیارت کریں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں فرمایا تھا۔ لیکن کیا انہوں نے اس سال خانہ کعبہ کے طواف کے متعلق کہا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کعبہ شریف کے پاس جانے والے اور اس کا طواف کرنے والے ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو کلمات جذبات میں مجھ سے نکل گئے تھے۔ ساری زندگی میں ان کی تلافی کے

لیے صدقے دیتا رہا۔ روزے رکھتا رہا۔ نوافل پڑھتا رہا۔ غلام آزاد کرتا رہا کہ جو لغزش اِس دن مجھ سے ہوئی۔ وہ معاف ہو جائے یہ سلسلہ میں نے جاری رکھا کہ یہاں تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے رحمت و بھلائی کی قوی اُمید ہوگئی۔

حضور علیہ السلام نے صحابہ کی بے چینی کو یہ فرما کر دور کر دیا کہ ''جو شخص ہمیں چھوڑ کر ان کے پاس چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور جو ان میں سے ہمارے پاس آئے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے کشادگی اور نجات کا راستہ پیدا فرما دے گا۔

ابھی ان شرائط پر دستخط نہیں ہوئے تھے کہ سہیل بن عمرو کے بیٹے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ جو زنجیروں میں مکہ مکرمہ میں قید تھے۔ کسی طرح زنجیریں تڑوا کر زنجیروں سمیت مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے۔ مسلمان بہت خوش ہو گئے۔ سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دیکھا تو ایک خاردار ٹہنی سے مارنا شروع کر دیا۔ وہ ان کے منہ پر ضربیں لگاتا اور انہیں پکڑ کر گھسیٹتا ہوا حضور علیہ السلام کے پاس لے آیا اور کہنے لگا: حضور (علیہ السلام) یہ پہلا آدمی ہے جو بھاگ کر آپ کے پاس آ گیا ہے۔ اسے واپس کر دیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی معاہدے پر دستخط نہیں ہوئے کہ بغیر دستخط معاہدہ بے کار ہوتا ہے۔ اس کو ادھر ہی رہنے دو اور میرے لیے معاف کر دو۔ لیکن وہ اپنی بات پر مصر رہا کہ اگر یہ ادھر رہا تو پھر میں تمام معاہدہ کالعدم قرار کر دوں گا۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ مجھے واپس کرنے لگے ہیں اور میرا باپ پہلے سے بھی زیادہ مجھ پر مظالم ڈھائے گا تو انہوں نے فریاد کرنی شروع کر دی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

> ''اے ابو جندل رضی اللہ عنہ صبر کرو اور اس کے اجر کی اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تیرے لیے اور تیرے ساتھیوں کے لیے نجات کا راستہ بنانے والا ہے۔ ہم نے قوم کے ساتھ صلح کی ہے اور ان کے ساتھ عہد و پیمان کیا ہے۔ اب ہم عہد شکنی نہیں کر سکتے۔''

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو عمرے کا ارادہ کیا تھا وہ پورا نہیں ہوا تھا۔ وہ سب حیران و پریشان تھے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خاموش اور گم سم بیٹھ گئے۔ حضور علیہ السلام اپنے خیمے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے آئے۔ کچھ دیر بعد حضرت ام سلمہ نے حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا احرام کھول دیں اور قربانی کے جانور ذبح کریں۔

حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے اپنے احرام کو کھول دیا اور اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کیا۔ حضور علیہ السلام کے سارے صحابہ پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر اَپنے احراموں کو کھول دیا اور اپنی قربانی کے جانوروں کو ذبح کیا۔ اس دوران ابوجہل کا اونٹ مکہ مکرمہ میں بھاگ گیا۔ اس کے گلے میں کلاوہ تھا اور اس کا کندھا زخمی کیا ہوا تھا کفار نے اسے واپس دینے سے انکار کر دیا۔ سہیل بن عمرو کو پتہ چلا تو لوگوں کو کہا کہ اس کو واپس کر دیں۔ کفار نے اس کے بدلے میں سو اونٹ دینے کی پیشکش کی۔ لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں اس کو قربانی کے لیے نامزد نہ کیا ہوتا تو ہم ایسا کر لیتے۔ لیکن اَب ایسا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اونٹ واپس کر دیا گیا۔ ہر اونٹ میں سات آدمی شریک ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے بیس اونٹ مروہ بھیجے تاکہ حضور علیہ السلام کی طرف سے انہیں وہاں ذبح کیا جائے۔ پھر حضور علیہ السلام نے اپنے خیمہ میں جو سرخ چمڑے کا بنا ہوا تھا۔ اپنے حجام فراش بن امیہ الکعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کے سر کے بال مبارک اتارے یعنی حلق فرمایا۔ پھر یہ بال مبارک

پاس ایک درخت پر ڈال دیے گئے۔لوگ آتے تھے اور یہ موئے مبارک لے جاتے تھے۔جس کے پاس زیادہ ہوتے وہ دوسروں کو بھی دے دیتا تھا۔حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ کافی حاصل کر لیے اور جب کوئی بیمار ہوتا یہ اُس کو پانی میں دھوتیں اور اس کا دھوون بیمار کو پلاتیں۔اللہ تعالیٰ اس کو شفا عطا فرما دیتا۔حضور علیہ السلام یہاں سے ہی تقریباً انیس بیس دن کے بعد صحابہ کرام کے ساتھ واپس مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔

ایک دن حدیبیہ میں جب لوگوں کو ازحد پیاس لگی ہوئی تھی۔لوگ حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے۔حضور علیہ السلام سے لوگوں نے پانی کی قلت کا عرض کیا۔حضور علیہ السلام کے سامنے برتن میں تھوڑا سا پانی رکھا تھا۔حضور علیہ السلام نے اُس برتن میں اُس پانی میں اپنی انگلیاں مبارک ڈالیں تو انگلیوں مبارک سے پانی جوش مار کر باہر بہنے لگا۔تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیا اور اپنے برتنوں میں بھر لیا۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ یہ روایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر ہم ایک لاکھ آدمی بھی ہوتے۔تب بھی یہ پانی ہمارے لیے کافی تھا۔اسی طرح ایک دفعہ جب ایک کنوئیں میں پانی خشک ہو گیا تھا تو حضور علیہ السلام نے کنویں کی منڈیر پر بیٹھ کر پانی منگوا کر اس میں کلی کی۔تو وہ کنواں پانی سے لبالب بھر گیا۔کوچ کے وقت بھی یہ کنواں لبالب بھرا ہوا تھا۔(تاریخ الخمیس ۲-۱۸)

واپسی سفر میں عسفان کے مقام پر مرالظہران کے نزدیک خورد و نوش کا سامان ختم ہو گیا۔صحابہ پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سواری کے جانور ذبح کرنے کے متعلق پوچھا۔حضور علیہ السلام نے اجازت دے دی۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نہایت ادب سے عرض کی کہ حضور علیہ السلام ہر کوئی اپنے پاس پس ماندہ تھوڑا بہت ایک دسترخوان پر لے آئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برکت کی دعا فرمائیں۔چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔تو وہ ڈھیر ایک بیٹھی ہوئی بکری جتنا ہو گیا۔حضور علیہ السلام نے برکت کی دعا فرمائی۔ہر کوئی اُس سے آ کر اس کو کھاتا اور بھر بھر کر لے جاتا رہا۔لیکن وہ ویسے کا ویسا ہی رہا۔حضور علیہ السلام یہ دیکھ کر ہنس پڑے اور آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے اور آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خدا نہیں۔میں اللہ کا رسول ہوں بخدا نہیں ملاقات کرے گا جو ان جو دو حقیقتوں پر ایمان رکھتا ہو۔مگر اِس کو آگ کے عذاب سے بچا لیا جائے گا۔''

حضور علیہ السلام جب صحنان کے مقام پر پہنچے تو یہ آیت شریف نازل ہوئی۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ‏ ①

ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی ہے۔

اور بعد کے حالات کے ثابت کر دیا کہ یہ واقعی فتح مبین ہی تھی اور یوں حضور علیہ السلام فتح مبین کے ساتھ خیر خیریت سے مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔(سبل الہدیٰ ۵/ ۸۷۔دلائل النبوۃ ۴۔۱۴۶۔خاتم النبیین ۲/ ۸۵۲)(ضیاالنبی ۴/ ۱۵۸ تا ۱۲۷)

اللھم صلِ علی سیدنا محمد و اصحاب سیدنا محمد و علی اُمت سیدنا محمد و علی آلہٖ اجمعین برحمتك یا ارحم الرحمین۔

احقر العباد نثار النبی بن محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ، لاہور

35

فتح مبین

صلح حدیبیہ دراصل فتح مبین تھی ۔اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریف نازل فرما کر مسلمانوں کے دلوں سے غم کا بوجھ ہلکا فرما دیا اور لوگوں نے دیکھا کہ واقعی اسلام میں اس سے بڑی اور کوئی فتح واقعہ ہی نہیں ہوئی تھی ۔اس سورت کے نازل ہونے کے بعد حضور علیہ اسلام نے فرمایا کہ

''چاشت کے وقت مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے ۔آپ نے پھر فرمایا کہ چاشت کے وقت مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے اور پھر تیسری بار فرمایا کہ چاشت کے وقت مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے ۔

صحابہ پاک ؓ نے عرض کہا کہ حضور علیہ اسلام آپ کو ان گنت مبارکیں ہوں ۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو تو فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا آپ ﷺ فرمائیے کہ ہمارے ساتھ ہمارا رب کیا معاملہ فرمائے گا تو یہ سورت نازل ہوئی ۔

لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ

ترجمہ: ''یعنی تا کہ داخل کر دے ایمان والوں اور ایمان والیوں کو باغوں میں ،رواں ہیں جن کے نیچے نہریں ۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور دور فرما دے گا ان سے ان کی برائیوں کو اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے ۔''

صلح حدیبیہ کا فوری فائدہ یہ ہوا کہ مکہ میں مقیم مسلمانوں کو معاشرتی تحفظ ملا ان کے گھر بار محفوظ ہو گئے اور ان کی شہری آبادیوں کو لاحق خطرات دور ہو گئے ۔علاوہ صلح حدیبیہ نے تمدن عرب پر گہرے نہ مٹنے والے نقوش چھوڑے ،اور جزیرہ نمائے عرب کو ایک سیاسی اکائی میں پرولیا ۔اس طرح سے فریقین کو ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع ملا ۔کئی ایک بدگمانیوں کا خاتمہ ہوا ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع ملا ہکئی کئی ایک نامور سردار اسلام کی آغوش میں آ گرے ۔اور مسلمانوں کی قوت میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ۔

آئندہ سال جب حضور علیہ اسلام صحابہ کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور طواف وسعی کے بعد حلق فرمایا تو فرمایا کہ یہ ہے وہ جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا ۔

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام میں کوئی فتح صلح حدیبیہ سے بڑی نہیں لیکن لوگوں کی

عقلیں اس راز کو سمجھنے سے قاصر تھیں جو حضرت محمد ﷺ اور ان کے رب کریم کے درمیان تھا۔ بندے جلد بازی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں کی طرح جلد بازی نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ سارے امور اپنے انجام تک پہنچ جائیں۔ حضور علیہ اسلام نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ فرما کر حرم کعبہ کی سرزمین کو خونریزی سے بچا لیا۔

حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد

مشرکین مکہ نے حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید کر رکھا تھا یہ مکہ کے نوجوان تھے جو کفار کی مشق ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے جرم یہ تھا کہ انہوں نے اسلام کیوں قبول کیا ہے ایک دن کسی طرح سے انہوں نے اپنے آپ کو رہا کرا لیا اور چھپتے چھپاتے پیدل مکہ مکرمہ سے چل پڑے اور مسلسل سفر کے بعد بڑی مشکل سے حضور علیہ اسلام کے قدموں میں پہنچ گئے تو ان کی ساری مصیبتیں ساری سختیاں راحتوں میں بدل گئیں اور ان کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کو کبھی تکلیف پہنچی ہی نہ تھی۔ حضور علیہ اسلام کی خدمت میں آئے بمشکل تین دن گزرے تھے کہ ان کے قریبی رشتہ دار خنس بن شریف اور از ہر بن عبد عوف الزہری نے اپنا خط خنیس بن جابر کے ذریعے حضور علیہ اسلام کی خدمت میں بھیجا کہ ہمارا ایک عزیز ابو بصیر ہماری اجازت کے بغیر بھاگ کر آپ کے پاس پہنچ چکا ہے آپ معاہدے کی رو سے اسے ہمارے دو آدمیوں کے حوالے کر دیں۔

حضور علیہ اسلام نے حضرت ابو بصیر سے فرمایا

''اے ابو بصیر تم جانتے ہو ہم نے اس قوم کے ساتھ جو معاہدہ کیا ہے اور ہمارا دین ہمیں عذر کی اجازت نہیں دیتا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور جو مسلماں تمہارے ساتھ ہیں نجات کا راستہ ہموار کر دے گا۔

انہوں نے پھر عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے مشرکین کے حوالے کر رہے ہیں۔

حضور علیہ اسلامنے پھر فرمایا

''ابو بصیر چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ بہت جلد تیری نجات اور رہائی کا دروازہ کھول دے گا''۔

صحابہ کرام نے بھی اسے یقین دلایا کہ جب حضور علیہ اسلام نے اسے خوشخبری دے دی ہے اس سے بہت جلد اس کی رہائی کا انتظام ہو جائے گا خنیس عامری کے ساتھ دوسرا آدمی کوثر اسے لینے آیا تھا حضور علیہ اسلام نے اسے دونوں آدمیوں کے ساتھ روانہ فرما دیا۔

ظہر کے وقت تک یہ ذوالحلیفہ پہنچ گئے ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد ابو بصیر نے اپنی زاد راہ کھجوریں نکالیں اور اور دوسروں کو بھی دعوت دی تو دوسرے بھی اپنا کھانا روٹی کے ٹکڑے وغیرہ ساتھ لے کر ان کے ساتھ بیٹھ گئے کھانا کھانے کے بعد حنیس عامری نے جو اپنی تلوار دیوار کے ساتھ لگائی ہوئی تھی نکال کر لہرائی اور کہنے لگا کہ میں صبح سے شام تک اوس وخزرج کا قتل عام کروں گا۔ ابو بصیر نے اسے کہا کہ تمہاری تلوار کاٹتی بھی ہے یا کہ یوں ہی شیخی بگھار رہے ہو۔ وہ کہنے لگا کہ نہیں اس کی دھار بڑی

تیز ہے ابو بصیر نے کہا کہ مجھے بھی دکھاؤ جب اس نے تلوار ابو بصیر کو دی تو انہوں نے فوراً وار کر کے اسے جہنم واصل کر دیا۔

کوثر نے باہر دوڑ لگا دی یہ اس کے پیچھے اسے بھی قتل کرنے کے لیے بھاگے لیکن وہ بہت دور نکل چکا تھا اور وہاں سے سیدھا حضور علیہ اسلام کے پاس آیا اس قت حضور علیہ اسلام نماز عصر سے فارغ ہو گئے ہوئے تھے اور صحابہ کے ساتھ باتیں فرما رہے تھے کہ کوثر ہانپتا کانپتا ہوا حاضر ہو گیا۔ حضور علیہ اسلام نے اسے فرمایا ''ویحک مالک'' ''یعنی کیا بات بنی'' وہ کہنے لگا کہ آپ کے آدمی نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے اور میں بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر یہاں آیا ہوں وہ میرے پیچھے مجھے قتل کرنے کے لیے آرہا ہے آپ مجھے جان کی امان دے دیں۔ حضور علیہ اسلام نے اسے پناہ دیدی۔ اتنے میں ابو بصیر بھی عامری کے اونٹ پر سوار ہو کر پہنچ گئے۔ عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا میں اپنا دین بچا کر پھر حاضر ہو گیا ہوں۔

حضور علیہ اسلام نے اسے فرمایا کہ

وَيْلٌ أُمِّهِ مِسْعَرُ حَرْبٍ لَوْ كَانَ مَعَهُ رِجَالٌ۔

اگر اسے آدمی مل جائیں تو یہ جنگ کی آگ خوب بھڑکا سکتا ہے۔ ابو بصیر نے مقتول کے کپڑے ہتھیار اونٹ حضور علیہ اسلام کو پیش کیئے اور عرض کیا کہ آپ خمس لے لیں حضور علیہ اسلام نے انکار فرما دیا اور فرمایا ''اگر میں خمس لوں تو وہ کہیں گے کہ میں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا تو جان اور یہ سامان یہاں سے جدھر تیرا جی چاہے چلا جا''

ابو بصیر یہاں سے نکل کر سیف البحر کے مقام پر چلا آیا۔ بعض کے مطابق سیف البحر کے نزدیک قبیلہ حسینہ کے علاقہ العیص اور زی المروہ کے درمیان چلا آیا یہ جگہ مکہ کے تجارتی قافلوں کی آمدورفت کے نزدیک تھی۔

جب یہ خبر قریش کے پاس پہنچی تو ابوسہیل بن عمرو نے کہا کہ حضور علیہ اسلام کے ساتھ ہم نے اس لیے معاہدہ تو نہیں کیا تھا۔ دوسرے قریش لوگ اسے کہنے لگے کہ حضور علیہ اسلام نے اپنا وعدہ پورا فرمایا ہے قتل کی ذمہ داری حضور علیہ اسلام پر عائد نہیں ہوتی ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے حضور علیہ اسلام کے منہ مبارک سے نکلے الفاظ دوسرے مسلمانوں تک مکہ مکرمہ میں پہنچا دیئے اور انہیں ابو بصیر کی رہائش کی جگہ کے متعلق بھی بتا دیا۔

آہستہ آہستہ جس کا داؤ لگتا ہو بھاگ کر ابو بصیرؓ کے پاس آجاتا۔ حضرت ابو جندلؓ بھی دوسرے ستر لوگوں کے ساتھ ابو بصیر کے پاس پہنچ گئے اور آہستہ آہستہ ان کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی۔ اور انہوں نے قریش کے قافلوں کا ناک میں دم کر دیا۔ یہ ان کو لوٹ لیتے اور لوگوں کو مار دیتے۔ مشرکین ان کے کارناموں سے بہت بیزار تھے۔ اب انہوں نے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ جو کہ قریشی تھے کو اپنا امیر بنالیا تھا۔ ابوسفیان ایک دن اپنے لوگوں کے ساتھ حضور علیہ اسلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کہ کی آپ مہربانی فرمائیں اور اِن شرائط کو منسوخ فرما دیں کہ اَب جو کوئی چاہے آپ کے پاس چلا آئے ہم اس کو واپس لینے نہیں آئیں گے۔ اور آپ ابونصیر وغیرہ کو اپنے پاس بلالیں۔

حضور علیہ اسلام نے ان کی طرف خط لکھا کہ اپنے مسلمان ساتھیوں کو لے کر مدینہ طیبہ چلے آئیں۔

جب یہ خط پہنچا تو اس وقت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نزع کی حالت میں تھے خط پڑھنے کے بعد آپ کی روح قصر عنصری سے پرواز فرما گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جنازہ وغیرہ ہونے کے بعد یہاں آپ کی قبر مبارک کے پاس ہی ایک مسجد بنا دی گئی اور پھر تمام لوگ حضور علیہ اسلام کی بارگاہ عالیہ میں مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

اہل بدر اور اہل حدیبیہ کی فضیلت

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

ترجمہ: بیشک راضی ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ مومنین سے جب وہ درخت کے نیچے آپ کے دست حق پرست پر سر دھڑ کی بازی لگانے کی بیعت کر رہے تھے۔

حضور نبی کریم روف الرحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لا یدخل النار احد شھد بدرا والحدیبیہ (مسند الامام احمد بن حنبل ۶۔ ۳۶۲)

ترجمہ: جو لوگ (غزوہ) بدر کے اور حدیبیہ کے موقع پر موجود تھے وہ جہنم میں نہیں جائیں گے۔

حضور علیہ اسلام نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے درخت کے نیچے بیعت کی وہ آگ میں داخل نہ ہوگا۔

اس طرح اہل بدر کے ساتھ اہل حدیبیہ کو بھی فضیلت عطا فرما دی گئی۔ جان نثاران مصطفی ﷺ نے اپنی شجاعت اور استقامت سے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ اور تھوڑے عرصے بعد ہی ہر طرف توحید کے پرچم لہرانے لگے۔ مسلمانوں کی سلطنتیں دور دور تک پھیلنے لگیں۔ بنجر دل اور بنجر زمینیں آباد ہونے لگیں کفر و شرک کے اندھیرے دم توڑنے لگے اور آہستہ آہستہ اندھیرے روشنیوں میں بدلنے لگے۔ (امتاع الاسماع ا/ ۲۲۷) (سبل الہدیٰ ۵/ ۹۶۔ ۹۵) (ضیاء النبی ۴/ ۱۶۴ تا ۱۶۱)

بنو ثقیف

عروہ بن مسعود نے سب سے پہلے مشرکین کے سامنے جو صلح کی تجویز رکھی تھی تو اس وقت مشرکین نے ان کی تجویز نہیں مانی تھی۔ ان کو اس چیز کا بہت غصہ تھا۔ اس بات پر انہوں نے مشرکین سے اپنے آپ کو جدا کر لیا۔ جب مشرکین نے صلح کی تجویز نہیں مانی تھی۔ تو عروہ بن مسعود نے ان سے کہا تھا کہ "اے مشرکین عنقریب تم پر مصیبت آنے والی ہے" اور واقعی آہستہ آہستہ قریش کی جھوٹی انا کا بت پاش پاش ہونے لگا بڑے بڑے مکہ کے سرداروں نے حضور علیہ اسلام کے قدموں میں اپنے سر ڈالنے شروع کر دیے اور وہ وقت بھی آیا جب فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ شریف کو بتوں سے پاک کر دیا گیا۔ اور میرے نبی علیہ علیہ اسلام ایک نرالی شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور عفو و درگزر کا عظیم باب سامنے آیا کہ اول و آخر دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی اور آج تک دنیا حضور علیہ اسلام کے اس عفو و درگزر کے آگے حیرت زدہ اور سرنگوں ہے۔

دعوت حق

اس طرح دس سال تک عدم جارحیت کے معاہدے ہونے کی وجہ سے دعوت حق کے کام میں بہت تیزی آ گئی مختلف قبائل کو مسلمانوں کو سمجھنے کا موقع ملا اور وہ لوگ جو سمجھ دار تھے۔انہوں نے دعوت حق کو غور سے سمجھا اور دیکھا کہ اس میں ہی دونوں جہانوں کی بھلائی ہے اور آنحضرت ﷺ کی تبلیغات میں فقط انسانوں کی اپنی ہی بہتری ہے اور وہ پاک نفوس جن کی قسمت میں ازلی خوش بختی لکھی ہوئی تھی بے اختیار دائرِ اسلام میں شوق سے داخل ہونے لگے۔

اس طرح صلح حدیبیہ واقعی فتح مبین بنتی چلی گئی۔

صلح حدیبیہ کی بدولت دین حق کا کام عرب کی حدود سے نکل کر باہر کے ممالک میں بھی پھیلنے لگا۔حضور علیہ اسلام نے مختلف ممالک کے سربراہان کو خطوط لکھے۔اسلام انسانیت کے لیے مہکتے ہوئے پھولوں کی بہار لے کر آیا۔جس سے مرجھائی ہوئی زمینیں اور طبیعتیں کھلنے لگیں اسلام کے ابر کی گھٹا جب ہرسو چھانے لگی تو مردہ زمینوں پر بہار آنے لگی۔

جنگجو قبائل جو ہر وقت لوٹ مار اور ڈاکہ زنی میں مصروف رہتے تھے ان کی سرکوبی کی گئی علاوہ یہودی جو اب خیبر میں کل پرزے نکال رہے تھے ان کی بھی بیخ کنی کر دی گئی اس طرح چھ ہجری میں غزوہ حدیبیہ کے موقع پر جو مسلمانوں کی تعداد چودہ پندرہ سو کے قریب تھی فتح مکہ آٹھ ہجری کے موقع میں مسلمانوں کی تعداد قلیل مدت میں تقریباً دس ہزار سے بھی تجاوز کرتے گئی۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان جن شرائط میں اپنی توہین سمجھ رہے تھے حضور علیہ اسلام کی چشم بصیرت دور تک دیکھ رہی تھی۔اور وہی شرائط کفار کیلئے عذاب بن گئیں اور خود ہی انہوں نے ان شرائط کو ختم کرنے کے لئے استدعا کرنی شروع کر دی مسلح جدوجہد کی وجہ سے مشرکین کے مسلمانوں کی شخصیت کو ایک الگ قوم کی حیثیت سے تسلیم کر لیا۔

حضور علیہ السلام کی صلح جوئی کی عادت کو بھی تمام قبائل عرب اور حتی کہ باہر عیسائیوں کے دانشمندوں نے بھی محسوس کیا کہ حضور علیہ االسلام چاہتے تو مکہ مکرمہ پر قبضہ کر سکتے تھے لیکن آپ نے خونریزی سے اجتناب کیا۔اور سلیم الفطرت طبیعتوں نے محسوس کیا کہ حضور علیہ اسلام کوئی فاتح بادشاہ نہیں بلکہ یہ تو دلوں کو بھی فتح کرنے والے نبی علیہ السلام ہیں اور ہر کوئی حضور علیہ السلام کی شخصیت کا گرویدہ ہونے لگا۔

شجرہ بیعت

وہ ببول کا درخت جس کے نیچے بیٹھ کر بیعت رضوان لی گئی اس کو غائب کر دیا گیا اس میں اللہ تعالیٰ کی قیامت تک کے لیے کوئی نہ کوی بہتری تھی۔اگلے سال جب لوگ حج وعمرہ کے لیے یہاں سے گزرے تو اس درخت کے بارے میں تذبذب کا شکار ہو گئے اور مسلمانوں نے کسی اور درخت کو بیعت رضوان والا شجر سمجھ کر اس کے نیچے نماز پڑھنی شروع کر دی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درخت کو کاٹ دیا یہ الزام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غلط ہے کہ انہوں نے بیعت

رضوان والے درخت کو کاٹا تھا۔ (تاریخ الخمیس ۲/۲)

سال چھ ہجری کے دیگر واقعات

اس سال حج فرض ہوا اور مسلمانوں کو استطاعت رکھنے والے کو حکم دیا گیا کہ وہ حج کرے۔

جتنی جلدی ہو سکے بندہ کو اپنی اولین فرصت میں حج کرنا چاہیئے۔کہ زندگی کا کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کب اچانک موت آجائے اور ویسے بھی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری زندگی کے بعد میری قبر کو عیدین نہ بنالینا۔یعنی سال میں دو عیدیں ہوتی ہیں اور تم صرف دو بار ہی سال میں میرے پاس آؤ بلکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میرے پاس بار بار آؤ۔

اور حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے حج کیا اور پھر میرے پاس (میری قبر) پر نہ آیا اس نے مجھے تکلیف دی۔

اور حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی میری زندگی کے بعد میرے پاس آیا وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ وہ میری زندگی ہی میں میرے پاس آیا۔

کافی عرصہ سے ابر رحمت نہیں برسا تھا۔لوگ پانی کے لیے پیاسے تھے زمینیں بنجر ہو چکی تھیں جانور گھاس اور چارے کے لیے ترس رہے تھے اناج کی شدید قلت ہو چکی تھی۔لوگ اپنی جائے پناہ کی طرف دوڑ کر آئے۔اولین اخرین لوگوں یہی جائے پناہ ہے بات یہ ہے کہ بات حضور علیہ السلام سے شروع ہو کر حضور علیہ السلام پر ہی ختم ہوتی ہے حضور علیہ السلام نے اپنے پیارے نرم وگداز ہاتھ اوپر آسمانوں کی طرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اٹھا دیئے۔وہ ہاتھ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ فرمایا ہے۔

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ

ترجمہ: آپ کے ہاتھ کے اوپر میرا ہاتھ ہے۔ (سورۃ فتح، ۱۰)

اور فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (سورۃ انفال، ۱۷)

ترجمہ: اور میرے پیارے حبیب وہ کنکریاں جو آپ نے پھینکی وہ آپ نے نہیں بلکہ میں نے ہی پھینکی تھیں۔

ان ہاتھوں کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے کبھی محروم لوٹایا ہی نہیں۔

قیامت کو بھی جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مخلوق کی بخشش کے لیے یہ ہاتھ اٹھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو واپس محروم نہیں لوٹائیں گے۔

حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی:

''اے اللہ ہم پر (رحمت) کی بارش نازل فرما۔ایسی بارش سے ہماری مدد فرما جو مخلوق کو سیراب کر دے

ایسی بارش جوتروتازہ کرنے والی ہو جوخوشی وشادمانی لانے والی ہو جواپنے دامن میں خیر کثیر لے کرآنے والی ہو۔اور مسلسل ہو ہر قسم کے نقصان سے خالی اور اچھے اثرات والی ہو حسن فطرت کو نکھارنے والی اور جانوروں کی سیرابی کا سامان کرنے والی ہو موسلا دار ہو اور ہر طرف برسنے والی ہو جل تھل کرنے والی ہو اورساری زمین کو محیط ہوئے بغیر ہو۔مضر نہ ہو۔جلد برسے۔تاخیر سے نہ برسے۔اے اللہ اس (بارش) کے ذریعے شہروں کو حیات نو عطا فرما اس کے ذریعے اپنے بندوں کی مدد فرما اسے ایسی بارش بنا۔جوشہروں اور دیہات میں رہنے والوں کے لیے مفید ہو اور کافی ہو۔اے اللہ ہماری زمین پر اس کا حسن اور اس کی برکت نازل فرما اے اللہ ہم پر آسمانوں سے پانی نازل فرما جس کے ذریعے تو مردہ زمینوں کو حیات بخشے اور اس پانی سے اپنی مخلوق میں سے کثیر تعداد میں انسانوں اور جانوروں کو سیراب کرے۔“

سبحان اللہ۔لوگ ابھی بیٹھے تھے کہ بادل کے ٹکڑے آسمانوں پر نمودار ہونے شروع ہوئے پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ گھٹائیں بن کر برسنے لگے اور لگاتار سات دن اور سات رات تک برستے رہے۔

لوگ پھر حضور علیہ السلام کے پاس دوڑتے آئے یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمائیں کہ اس بارش کو ہم سے دور کردے۔لوگوں کے تنگ آنے پر حضور علیہ السلام ہنس پڑے یہاں تک کہ وہ موتیوں جیسے سفید دانت مبارک ظاہر ہوئے پھر بادل کی طرف اشارہ کرے فرمایا۔

حَوَالَيْنَا لَا عَلَيْنَا

ترجمہ: ہمارے ارد گرد برسو۔ہم پر مت برسو

پھر فرمایا اے اللہ چٹانوں کے سروں پر درختوں کے جھنڈوں پر وادیوں کے اندر اور ٹیلوں کے پشتوں پر بارش نازل فرما۔

اسی وقت مدینہ طیبہ کے اوپر سے بادل چھٹ گیا بارش رک گئی اور ارد گرد کے پہاڑوں پر مینہ برستا رہا۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے کائنات کا ذرہ ذرہ حضور علیہ السلام کا حکم مانتا ہے ہر کوئی آپ کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے پہلے انبیاء علیہ السلام اجمعین نے بھی جو کچھ خیرات پائی حضور علیہ السلام کے توسط سے ہی پائی اور آخر تک اور قیامت کے بعد بھی جس کو جو کچھ ملا اور ملتا رہے گا حضور علیہ ﷺ السلام کے صدقے میں ملتا رہے گا۔

پہلے انبیاء علیہ السلام کو تو مخصوص کوئی نہ کوئی معجزہ عطا فرمایا گیا۔لیکن جب حضور علیہ السلام کی باری آئی تو آپ ﷺ نے جو چاہا وہی آپ ﷺ کو عطا فرمایا گیا۔

کسی کے ذہن میں اگر سوال اٹھے کہ حضور علیہ السلام پھر اتنی تکلیفیں کیوں اٹھاتے رہے اتنی مشقتیں کیوں برداشت کیں کتنے کتنے دن اتنے فاقوں میں کیوں رہتے؟

تو یہ عین اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق حضور علیہ السلام نے امت کی ترغیب وتربیت کیلئے سب کچھ برداشت فرمایاﷺ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: تمہارے لئے میرے رسول کا اسوۃ حسنہ قابل تقلید ہے۔(سورۃ احزاب،۲۱)

ہر ہر کام حضور علیہ السلام نے امت کی تربیت کے لیے فرمایا اور کسی کام میں بھی اپنی مرضی کو شامل نہ فرمایا۔ بلکہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہی مطلوب خاطر رہی۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے مجھے اختیار عطا فرمایا کہ چاہوں تو اللہ تعالیٰ کا نبی (علیہ السلام) اور بادشاہ بن جاؤں۔ اور چاہوں تو اللہ تعالیٰ کا نبی (علیہ السلام) اور بندہ بنوں تو میں نے اللہ تعالیٰ کا نبی (علیہ السلام) اور بندہ بننا پسند فرمایا۔

اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی کنجیاں مجھے عطا فرمادی ہیں اور میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے لیکن مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا سے حیا آتی کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما کہ میرے بعد اس جیسی کسی اور کو نہ ملے۔

حضور علیہ السلام نے تو چیزوں کی بادشاہی کے مقابلے میں خود خدا ہی کو چاہا۔ حضور علیہ السلام کی نظر تسلیم کے اس مقام پر تھی کہ معراج پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾

ترجمہ: اپنے مقصود سے نظر ذرہ برابر بھی ادھر ادھر نہ ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔(سورۃ نجم،۱۷)

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کون ہے جو آج حضرت ابو طالب کے مجھے اشعار سنائے اگر آج وہ زندہ ہوتے تو یہ منظر دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور یہ اشعار پڑھے۔

وا بیض يُسْتَسْقَ الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتٰمٰى وَ عُصْبَةٌ لِلْاَرَامِلِ

''وہ گوری رنگت والے جن کے رخ انور کے طفیل بادل پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ اور وہ یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کی عصمت کا محافظ ہے۔

يَعُوْذُبِهِ الْهُلَّاكِ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ
فَهُمْ عِنْدَهٗ فِيْ نِعْمَةٍ وَّ فَوَاضِلِ

آل ہاشم کے ہلاک ہونے والے مساکین اِن کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور جنہیں اِن کے پاس پناہ ملتی ہے وہ انعام واکرام اور فضل وکرم میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔

كذبتم و بيت الله يردى محمد
ولما نقاتل دونه نناصل

اللہ کے گھر کی قسم تم جھوٹ کہتے ہو کہ مصطفیٰ کو ہلاک کر دیا جائے گا جب تک ہم ان کے سامنے قتل نہ ہو جائیں اور جہاد نہ کریں۔''

ولسلمه حتى نصرع حوره
ونذهل عن ابناءنا و الحلائل

وہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان کے حوالے کر دیں گے اس سے پہلے کہ ہماری لاشیں ان کے ارد گرد تڑپ رہی ہوں اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں سے بے خبر ہو گئے ہوں۔

اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کے عشق حقیقی سے ہر دل کو منور فرما دے اور اس کی ایسی تڑپ عطا فرما دے جس کے سامنے دنیا کی ہر چیز ہیچ ہو ہماری زندگی کا مصرف و معنی مقصد ہمارا جینا ہمارا مرنا ہمارا دیکھنا نہ دیکھنا ان کی مرضی کے مطابق ہو۔ ہر طرف اللہ ہمیں ان کے جلوے دیکھنے والا بنا دے اور آپ کے حسن کی خیرات سے ہمیں بہرور فرما دے۔ وہ حسن جو کسی میک اپ کا محتاج نہ ہو جس میں بناوٹ و تصنع نہ ہو۔ یا اللہ تو نے اپنی ساری کائنات کو ان کے حسن کی خیرات عطا فرمائی ہے تو ہم مسکینوں کے دلوں کو بھی ان کے حسن کی خیرات عطا فرما دے ہمارا خاتمہ بالایمان آپ ﷺ کے عشق پر فرما اور ہمیں جنت میں حضور علیہ السلام کی رفاقت عطا فرما کہ ہر دم ہماری نظریں حضور علیہ السلام کے حسن سے بہریاب ہوتیں رہیں یا اللہ امت مرحومہ کی بخشش فرما۔

ایمان سلامت ہر کوئی مانگے اور عشق سلامت کوئی ہُو

میرا عشق سلامت رکھ لئیں باہو
ایمانو دیاں دُہائی ہو

(حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ)

پہلا درجہ اسلام لانے کے بعد ایمان کا ہوتا ہے اور پھر وہ ایمان پھلتا پھولتا ترقی کرتا ہوا عشق حقیقی میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور حضور علیہ السلام کی برکت سے اور پیر و مُرشد کی نگاہ کرم سے عشق حقیقی میں بدل جاتا ہے۔

آمین بجا نبی کریم روؤف الرحیم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
احقر العباد نثار النبی بن محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ

حرمت شراب

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات پاک حکمت دانا ہے۔

شراب عرب لوگوں کی ایک عام سی عادت تھی اکثر لوگ شراب کے دلدادہ ہوتے تھے لیکن جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١٩﴾

ترجمہ: وہ پوچھتے ہیں آپ سے شراب اور جوئے کی بابت آپ فرمائیے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں لوگوں کے لیے اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدوں سے۔

اس آیت شریف کے نزول کے بعد بعض لوگوں نے شراب پینا چھوڑ دی۔

ایک دن حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں کھانے کی محفل جمی کھانے کے بعد شراب پی کر جب اِمام نے نماز پڑھائی اور وہ تلاوت میں سورۃ کافرون میں 'لا' کہنا بھول گئے۔اس طرح سے پوری سورۃ کا ترجمہ الٹ گیا اس کے معنی بھی بدل گئے۔اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو نہ قریب جاؤ نماز کے جبکہ تم نشہ کی حالت میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو جو کہتے ہو۔

(سورۃ نساء، ۴۳)

اب بعض لوگ اس وقت شراب پیتے جب کہ نماز کا وقت قریب نہ ہوتا۔اکثر عشاء کی نماز کے بعد۔

ایک مرتبہ عتبان بن مالک کے ہاں محفل لگی اونٹ کا بھنا ہوا سر اور شراب پیش کی گئی۔مدہوشی میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے اشعار پڑھے جن میں انصار کی ہجو تھی۔ایک انصاری نے غصے میں اونٹ کے جبڑے کی ہڈی آپ کے سر پر دے ماری اور وہ سخت زخمی ہو گئے صبح حضور علیہ السلام کی خدمت میں معاملہ پیش کیا گیا اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ شراب کے بارے میں کوئی واضح حکم نازل ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور یہ سورۃ نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ

فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾

ترجمہ: اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیاں ہیں۔ سو بچو ان سے تا کہ تم فلاح پاؤ شیطان یہی تو چاہتا ہے کہ ڈال دے تمہارے درمیان بغض، عداوت شراب اور جوئے کے ذریعے اور روک دے تمہیں یاد الٰہی سے اور نماز سے تو کیا تم باز آنیوالے ہو۔ (سورۃ مائدہ، ۹۱،۹۰)

اس آیت شریف کے بعد ہر آدمی کو کہنا چاہیے:

کہ اے ہمارے پروردگار ہم باز آگئے۔

سبحان اللہ صحابہ کرام کی کیا شان تھی۔ فوراً صحابہ کرام جن کے پاس شراب تھی۔ مدینہ کی نالیوں میں بہا دی۔ اور فوراً پکی توبہ فرمائی اس دن مدینہ کی نالیوں میں شراب بارش کے زوردار پانی کی طرح بہہ رہی تھی۔

دیگر احکام، اظہار کا حکم

سال چھ ہجری میں ہی ظہار کا حکم نازل ہوا ایک صحابی اوس بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی حولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ناراض ہو گئے اور انہوں نے اپنی بیوی کو کہا کہ تم میرے لیے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو۔ زمانہ جاہلیت میں اس طرح کہنے سے عورت کو اپنے لیے حرام تصور کر لیا جاتا تھا۔

حضرت حولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ السلام کے آگے منت وسماجت کرنا شروع کر دی ان کے خاوند بھی بہت پچھتاتے۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کا سر مبارک دھلا رہی تھیں۔ یہ کہنے لگیں کہ اگر میں اپنے چھوٹے چھوٹے بچے اپنے خاوند کے سپرد کرتی ہوں تو وہ ضائع ہونگے۔ اور اگر اپنے پاس رکھتی ہوں تو وہ بھوکے رہیں گے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو حرام ہو گئی ہے وہ رونے اور چلانے لگی۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ المجادلہ نازل فرمائی۔

قَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ إِلَى اللهِ ۖ وَاللهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ إِنَّ اللهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿١﴾

ترجمہ: بے شک سن لی اللہ تعالیٰ نے اس کی بات جو تکرار کر رہی تھی آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں (اپنے رنج وغم کا) اور اللہ سن رہا تھا تم دونوں کی گفتگو بے شک اللہ تعالیٰ سب کی باتیں سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ (سورۃ المجادلہ ۱)

حضور علیہ السلام نے حضرت اوس کو بھی بلایا۔ اور انہیں فرمایا کہ کفارہ کے لیے غلام آزاد کرو۔ انہوں نے عرض کی حضور

میرے پاس طاقت نہیں ہے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ دو ماہ لگا تار روزے رکھو انہوں نے عرض کی کہ اگر دن میں دو بار کھانا نہ کھالوں تو بینائی کمزور ہونے لگتی ہے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔انہوں نے عرض کی کہ اگر حضور علیہ السلام میری مدد فرمائیں تو پس حضور علیہ السلام نے ان کو پندرہ صاع غلہ دیا۔اور انہوں نے غلہ لے کر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا۔

(تاریخ الخمیس ۲۔۲۵)(ضیا النبی ۴۔۱۷۱)

مومن و مشرک کے نکاح کی حُرمت

صلح حدیبیہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمادیا کہ کوئی مومن مشرک عورت کے ساتھ نکاح نہیں رکھ سکتا یا کرسکتا۔ اور کوئی مومن عورت کسی کافر مرد کے ساتھ نکاح نہیں رکھ سکتی یا کرسکتی۔

یہ ایک دوسرے پر حرام قرار دے دیئے گئے۔

ہجرت کا ساتواں سال اسلام کی فتح مندیوں کا سال

غزوہ خندق کے بعد حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا۔

''اب ہم ان (کفار) پر حملہ کریں گے وہ ہم پر چڑھائی نہیں کرسکیں گے''

غزوہ حدیبیہ جو چھٹے سال کے آخر میں ہوا۔اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مسلمانوں کو ایک عظیم فتح عطا فرمائی۔لوگ فوری طور پر اس کے سمجھنے سے قاصر تھے۔لیکن آگے چل کر ہر ایک کو معلوم ہوگیا کہ یہ واقعی بہت عظیم فتح تھی۔مسلمان اور مشرکین ایک دوسرے نے دس سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرلیا۔جس سے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ اور عرب کے دیگر علاقوں میں رسائی حاصل ہوگئی۔اور اسلام کی فتح مندیوں کا سنہری باب شروع ہوگیا۔اور بالاخر تین بڑے براعظموں ایشیاء افریقہ اور یورپ میں اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

حضور علیہ السلام نے کفار کی طرف سے فراغت کے بعد دوسرے عرب قبائل کی طرف توجہ فرمائی اور ان کو تسخیر کیا۔اور اِس کے علاوہ حضور علیہ السلام نے ارد گرد کے بڑے بڑے بادشاہوں کو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور اپنی رسالت کا پیغام پہنچانے کے لیے قاصد روانہ فرمائے۔اور ان لوگوں کی طرف اپنے خطوط بھیجے۔

مکتوب مبارک نجاشی بادشاہ کی طرف

حضور علیہ السلام نے حبشہ کے نجاشی بادشاہ کی طرف اپنے صحابی عمرو بن امیہ الضمری کو اپنا مکتوب گرامی دے کر روانہ فرمایا۔

(مکتوب مبارک)بسمہ اللہ الرحمن الرحیم۔

من محمد رسول اللہ الی النجاشی ملك الحبشه اما بعد فانی احمد الیك اللہ الذی لا الہ الا اللہ ھو الملك القدوس اسلام المومن المھیمن و اشھد انا عیسی ابن مریم روح اللہ و کلمته القھا الی مریم البتول الطاھرہ المطھرۃ الطیبۃِ الحصینة فحملت بعیسی مخلقه اللہ روحه و فنفخۂ کما خلق ادم بیدہ وانی ادعوكَ الی اللہ وحدہ لا شریك له و الموا لا ۃ علی طاعته فان تابعتنی و تومن بالذی جاء نی فانی رسول اللہ فانی ادعوك و جنودك الی اللہ تعالیٰ و قد بلغت و نصحت فاقبلو نصحی وقد بعثت الیكء ابن عمی جعفر و معه نفر من المسلمین و السلام علی من تبع الھدی۔

ترجمہ۔شروع اللہ کے نام سے جومہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

یہ مکتوب محمد رسول اللہ کی طرف سے بنام نجاشی فرمانروائے حبشہ ۔امابعد میں تیرے سامنے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس کے بغیر کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ حقیقی ہے ہر عیب سے پاک ہے سلامت رکھنے والا ہے امان دینے والا ہے نگہبان ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسی بن مریم روح اللہ ہیں اور اس کا کلمہ ہیں ۔جو اس نے مریم کو القا کیا۔ وہ مریم جو اللہ تعالیٰ سے لو گلائے ہے۔ پاک ہے مطہر ہے خوشبو دار ہے پاک دامن ہے جو عیسی سے حاملہ ہوئی اللہ نے پیدا کیا اِسے۔

اپنی روح سے اور پھونکا اس روح کو مریم میں جس طرح آدم (علیہ السلام) کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا۔

(اے نجاشی) میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ ایمان لاؤ اللہ پر جو وحدہ لا شریک ہے اور ہمیشہ اس کی اطاعت کرو۔ اگر تو میری پیروی کرے گا۔ اور ایمان لائے گا اس پر جو میں لے کر آیا ہوں تو بے شک میں اللہ کا رسول ہوں میں تجھے اور تیرے سارے لشکر کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں میں نے پیغام حق تجھے پہنچا دیا۔ اور نصیحت کا فرض ادا کر دیا۔پس میری نصحیت قبول کرلو میں نے تمہاری طرف اپنے چچا زاد بھائی جعفر کو اور اس کے ساتھ چند مسلمانوں کو بھیجا ہے پس اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کا اتباع کرے۔

نجاشی از راہ ادب یہ نوازش نامہ سننے کے لیے اپنے تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ پہلے اس نے اسے اپنی آنکھوں سے لگایا تھا۔اور حضور علیہ السلام کا مکتوب گرامی سننے کے بعد کہنے لگا۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی وہ نبی امی علیہ السلام ہیں جن کا اہل کتاب انتظار کر رہے ہیں آپ ہی کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ آپ مراکب حمار ہیں اور آپ علیہ السلام ہی کے بارے میں عیسی علیہ السلام نے شہادت دی تھی کہ آپ شتر سوار ہیں۔''

اس نجاشی بادشاہ کا نام اصحمہ تھا۔اس نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور بیعت کی ۔اس

کی وفات 9ھ میں ہوئی۔ جب سرکار دو عالم علیہ السلام غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے۔ اس نے اپنے بیٹے کو جوابی خط دے کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ اگر میرے بس میں ہوتا تو حضور علیہ السلام کی خدمت میں خود حاضر ہوتا۔
(تاریخ الخمیس ۲/ ۳۰) (ضیاالنبی ۴/ ۱۸۲۔ ۱۸۱)

نجاشی کا جوابی خط

بسمہ اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ عریضۃ اصحمہ کی طرف سے ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام اور رحمتیں ہوں اور برکتیں نازل ہوں وہ اللہ جس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں جس نے مجھے اسلام قبول کرنے کی ہدایت دی۔

امابعد یارسول اللہ حضور علیہ السلام کا گرامی نامہ مجھے موصول ہوا۔

حضرت عیسی (علیہ السلام) کے بارے میں جو حضور علیہ السلام نے ذکر فرمایا ہے۔ اس سے زرہ برابر بھی کم وبیش نہیں۔ آپ کے چچازاد بھائی جعفر رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگ یہاں پہنچ گئے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے سچے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں میں نے حضور علیہ السلام کی بیعت کی اور حضور علیہ السلام کے چچازاد بھائی کے ہاتھ پر خدا ایمان لے آیا ہوں۔ اپنے بیٹے ارھا کو حضور علیہ السلام کے پاس بھیج رہا ہوں اگر حکم ہو تو خود بھی حاضر ہونے کے لیے تیار ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کا ہر فرمان حق ہے۔

والسلام علیک یارسول اللہ ورحمۃ اللہ و برکاتہ"

(تاریخ الخمیس ۲/ ۳۰)

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے ایک اور نوازش نامہ ارسال فرمایا تھا۔ جس میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور علیہ السلام کے عقد یعنی نکاح کا حکم تھا۔"

نجاشی نے تعمیل حکم کیا۔

اور دونوں گرامی ناموں کو ہاتھی دانت کی ڈبی میں محفوظ کر کے نصیحت کی کہ حبشہ میں ہر طرح خیریت رہے گی جب تک کہ یہ دونوں گرامی نامے محفوظ رہیں گے۔

جب نجاشی حبشہ میں فوت ہوا تو حضور علیہ السلام نے مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کو اطلاع دی کہ نجاشی فوت ہو گیا ہے اس کی نماز جنازہ تمام صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کے پیچھے مدینہ طیبہ میں عید گاہ کے مقام پر ادا کی۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

قیصر روم کے نام مکتوب گرامی

حضور علیہ السلام و تسلمیات نے حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نہایت خوبصورت تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اکثر ان کی شکل میں ہی حضور علیہ السلام کے پاس تشریف لایا کرتے تھے کو قیصر روم کے پاس بھیجا۔

قیصر روم ان دنوں بیت القدس اپنی منت پوری کرنے کے لیے قسطنطنیہ سے ننگے پاؤں چل کر بیت القدس کی زیارت کے لیے آیا ہوا تھا۔ خسرو روم نے اس سے پہلے مملکت روم پر حملہ کر کے اِس کے علاقوں پر قبضہ کرلیا تھا اور مقدس صلیب بھی چھین کر لے گیا تھا۔ قصیر روم نے منت مانی تھی کہ اگر اس نے اپنے علاقے واپس لے لیے اور مقدس صلیب بھی واپس لے لی تو وہ ننگے پاؤں قسطنطنیہ سے پیدل چل کر بیت المقدس کی زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح دی۔

اور اس نے اپنے علاقے اور مقدس صلیب واپس لے لی اور اپنی منت پوری کرنے کے لیے یا پیادہ چل پڑا۔

اس کی رعایہ اس کی منت پوری کرنے کے دوران اس کے راستے میں جگہ جگہ قالین اور پھول بچھاتی رہی اور اس کا استقبال کرتی رہی۔

حضور علیہ السلام نے حضرت وحیہ کلبی کو نصیحت فرمائی تھی کہ وہ بصری کے حاکم حارث بن ابی شمر کے پاس سے اس کا کوئی خاص آدمی ساتھ لے جائیں تاکہ قیصر روم کے ساتھ جلد ملاقات کا اہتمام ہو سکے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حاکم بصری نے اپنا خاص آدمی عدی بن حاتم ان کے ساتھ کر دیا۔

ایک دن بادشاہ قیصر روم بیت المقدس میں رات کو آسمان کے ستاروں میں غور کر رہا تھا۔ کیونکہ یہ ستاروں کے علم میں بہت ماہر تھا کہ اچانک اس کو ایک نیا ستارہ نظر آیا یہ اس کو دیکھ کر بہت مغموم ہو گیا کیونکہ اس کے علم کے مطابق اس ستارہ کے طلوع ہونے سے یہ مراد تھی کہ اس نبی (علیہ السلام) کا ظہور ہو چکا ہوا ہے اور عنقریب ان کے ماننے والے جو ختنہ کیا کرتے ہیں اس کی مملکت پر قبضہ کرلیں گے اپنی مملکت کے چھین جانے کے خوف سے یہ مغموم بیٹھا ہوا تھا۔

کہ اس کو حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے کی اطلاع دی گئی۔ اس نے کہا کہ پہلے چیک کرو کہ کیا یہ ختنہ شدہ ہیں اس کو بتایا گیا کہ یہ واقعی ختنہ شدہ ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کا خط مبارک لے کر آئے ہیں۔ تو یہ کہنے لگا کہ یہ ستارہ اسی بنی (علیہ السلام) کی آمد کے بارے میں بتاتا ہے۔ اور یہ لوگ عنقریب تمہارے پاؤں کی جگہ کے مالک ہوں گے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت وحید کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہمراہ عدی بن حاتم کو لیے تشریف لائے اور حضور علیہ السلام کا مکتوب مبارک قیصر روم کو دیا۔ حضور علیہ السلام کے خط کے مندرجات یہ تھے۔

خط مبارک:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد عبد اللہ و رسولہ الیٰ ابی ہرقل عظیم روم سلامٌ علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فا انی ادعوك بدعایة الاسلام اسلم تسلم و اسلم یعطك اللہ اجرك مَرتین فان تولیت فعلیك إثم العریسین، و یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا تشرك به شیئًا و لا یَتَّخِذَ بعضنا بعضاً اربابا من دون اللہ فان تولو فقولو اشھدو بِانا مسلمون۔

اللہ
رسول
محمد

ترجمہ: یہ خط محمد (ﷺ) کی طرف سے ہے۔ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ہرقل کی طرف سے جو روم کا بڑا ہے۔ سلامتی ہو ہر اس شخص پر جو ہدایت کا پیرو کار ہے۔

امابعد! میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں تو اسلام لے آ۔ تو سلامت رہے گا اللہ تعالیٰ تجھے دو چند اجر عطا فرمائے گا۔ اور اگر تو نے اس دعوت کو قبول کرنے سے روگرانی کی تو تمہارے کسانوں کے انکار کا گناہ بھی تیری گردن پر ہوگا۔

اے اہل کتاب آجاؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔ اور کسی چیز کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو اپنا رب نہیں بنائیں گے اور اس دعوت کے باوجود بھی اگر وہ روگردانی کریں تو تم یہ کہو! کہ اے روگرانی کرنے والو گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔

(الوثائق السیاسیہ ۱۰۹)

ہرقل نے جب حضور علیہ السلام کا خط مبارک پڑھا تو نبوت کے جلال سے وہ مارے خوف کے پسینہ پسینہ ہو کر کانپنے لگا۔ اور حاضرین محفل نے آہ وفغاں شروع کر دی۔ اس نے حکم دیا کہ معلوم کرو کہ کیا ان کے علاقہ سے کوئی تاجر وغیرہ ادھر آئے ہوئے ہیں اس وقت صلح حدیبیہ ہو چکی تھی اور لوگ بغیر خوف کے ادھر ادھر تجارت کے لیے مختلف مما لک میں آجا رہے تھے۔ اس کے لوگ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ کر لے آئے اس نے ابوسفیان کو آگے بیٹھا لیا اور دوسرے لوگوں کو اس کے پیچھے بٹھا کر دوسرے اس کے ساتھیوں سے کہا کہ اگر یہ جھوٹ بولے تو تم لوگ مجھے آگاہ کر دینا۔ اس نے ابوسفیان سے مختلف سوالات کیے ابوسفیان نے ان کے جوابات دیے۔ سوال و جواب کے بعد آخر میں ہرقل کہنے لگا کہ میں نے تم سے ان کا نسب پوچھا تم نے کہا کہ ان کا نسب عالی ہے اللہ کے رسول علیہ السلام ایسے ہی ہوتے ہیں تم نے مجھے بتایا کہ ان کے علاوہ کسی اور نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا ہے اگر کوئی اور نبوت کا دعویٰ کرتا تو میں سوچتا کہ یہ اس کی اقتداء کر رہے ہیں

تم نے مجھے بتایا کہ ان کے آباؤ اجداد سے کوئی بادشاہ نہیں گزرا ہے اگر گزرا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اپنے باپ دادا کی

بادشاہی کے خواہشمند ہیں۔تم نے مجھے بتایا کہ ان کے دعویٰ نبوت سے پہلے ہم ان پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگاتے تھے تو بات ﷺ ہی ہے کہ جو لوگوں کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ جھوٹ نہیں بول سکتا ہے۔

تم نے مجھے بتایا کہ کمزور لوگ ان کی پیروی کر رہے ہیں تو رسولوں کے تابعدار اکثر کمزور لوگ ہی ہوئے ہیں۔

میں نے تم سے پوچھا کہ اِن پر ایمان لانے والے لوگ کم ہو رہے ہیں یا بڑھ رہے ہیں تم نے کہا کہ بڑھ رہے ہیں۔ایمان کا یہی حال ہے کہ وہ بڑھتا ہی رہتا ہے۔حتیٰ کہ مکمل ہو جائے۔

تم نے مجھے بتایا کہ ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی مرتد ہو کر دین سے نہیں نکلا ہے ایمان کی حلاوت جب دل میں داخل ہو جاتی ہے سرایت کر جاتی ہے تو پھر نکلتی نہیں۔

تم نے مجھے بتایا کہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں کہ ہم کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بنائیں وہ ہمیں نماز پڑھنے، صدقہ کرنے، سچ بولنے، اور عصمت وصلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

جو کچھ تم نے بتایا ہے اگر وہ سچ ہے تو وہ عنقریب میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کے مالک بن جائیں گے۔میں یقیناً جانتا تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں لیکن مجھے یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم سے ہونگے۔اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکوں گا۔تو ضرور ان سے ملاقات کے لیے سفر کی مشقت اٹھاتا اور اگر مجھے ان کے پاس حاضری کی سعادت نصیب ہوتی تو میں ان کے پاؤں دھوتا۔

ابوسفیان کہتا ہے جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو حاضرین کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور شور وغل بڑھنے لگا تو ہرقل نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو باہر نکل جانے کا حکم دے دیا۔میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابوکبشہ (حضور علیہ السلام کے رضاعی باپ) کے بیٹے کا کام بہت عظیم ہو گیا ہے۔اب ان سے رومیوں کا بادشاہ بھی خوف کھانے لگا ہے۔میں یہ یقین کرتا رہا کہ یہ عنقریب غالب ہو جائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے قبول اسلام کے دروازے کھول دیئے۔ہرقل حضرت وحید کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہائی میں لے گیا اور کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ہماری کتابوں میں ان کی ساری صفات موجود ہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر میں ان پر ایمان لانے کا اعلان کر دوں تو رومی مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

قیصر نے اپنا خط حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دے کر کہا کہ روم میں عظیم مذہبی پیشوا صغاطر کے پاس لے جائیں حضرت وحید کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ خط صغاطر کے پاس لے کر گئے تو جب اُس نے دین اسلام کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کی تو بے اختیار بول اٹھے۔کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول علیہ السلام ہیں ان کی صفات جن کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ ہماری کتابوں میں موجود ہیں۔مجھے ان کی نبوت کے بارے میں کوئی شبہ نہیں۔پھر وہ وہاں سے اٹھ کر کلیسا گیا۔سارے عیسائیوں کو وہاں اکٹھا کیا اور کہا کہ ''اے میرے رومی بھائیو، کان کھول کر سن لو میرے پاس محمد عربی ﷺ کے بارے میں خط آیا

ہے اس خط میں انہوں نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔ ان کی رسالت آفتاب سے روشن تر ہے۔ اٹھو تم سب یہ کہو کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ﷺ ہیں۔"

عیسائیوں نے جب ان کی بات سنی تو سیخ پا ہو گئے۔ اور صغاطر (مذہبی پیشوا) پر حملہ کر دیا اور تیروں کے اتنے وار کیے کہ وہ دم توڑ گیا۔ حضرت وحید کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی مشکل سے وہاں سے بچ نکلے ہیں کامیاب ہوئے اور واپس ہرقل کے پاس آ کر اس کو احوال سنایا۔

ہرقل کہنے لگا کہ اتنے بڑے مذہبی پیشوا کا میری قوم نے یہ حال کر دیا ہے تو یہ میرا حال کیا کرینگے۔

اس کے بعد ہرقل قیصر روم واپس حمص چلا گیا حضور علیہ السلام جب غزوہ تبوک کی غرض سے تبوک پہنچے تو آپ نے دوبارہ قیصر روم کی طرف ایک خط لکھا اور دوبارہ حضرت وحید کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو خط لے جانے کے لیے منتخب فرمایا۔

(ضیاالنبی ۴/ ۱۹۱/ تا ۱۸۷)

خط مبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی صاحب الروم۔ انی ادعوك الی الاسلام فإن اسلمت فلك مَا للمسلمین و علیك ما علیهم فان لم تدخل فی الاسلام فَاعطِ الجزیة فان اللہ تعالیٰ یقول (قَاتِلُوا الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوۡنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ وَلَا یَدِیۡنُوۡنَ دِیۡنَ الۡحَقِّ مِنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ حَتّٰی یُعۡطُوا الۡجِزۡیَةَ عَنۡ یَّدٍ وَّهُمۡ صٰغِرُوۡنَ﴿۲۹﴾) و الا فلا تحل بین افلاحین و بین الاسلام ان یدخلو فیه او یعطو الجزیة۔

اللہ
رسول
محمد

ترجمہ: شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے بنام شاہ روم: میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں اگر تم اسلام لے آؤ تو تم پہلے مسلمانوں کی طرح ہو جاؤ گے تو جو حقوق ان کے ہیں وہی حقوق تمہیں حاصل ہونگے۔ اور جو ذمہ داریاں ان کی ہیں وہ تمہیں بھی حاصل ہونگی۔ اور اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو پھر جزیہ دینا قبول کرلو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ترجمہ) آیت شریف (جنگ کرو ان سے جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور روز قیامت پر، اور نہیں سمجھتے جسے حرام کیا ہے اللہ نے اور اس کے رسول علیہ السلام نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچے دین کو ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب

دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں۔اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں)اگر تمہیں یہ بھی منظور نہیں تو پھر اپنی رعایا کو آزاد چھوڑ دو۔ چاہے وہ مسلمان ہوجائیں ۔چاہے وہ جزیہ دینا قبول کریں۔
حضرت وحید کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کا مکتوب گرامی لے کر جب دربار قیصر روم کے پاس حمص میں پہنچے تو قیصر روم نے حضور علیہ السلام کا گرامی نامہ پڑھنے کے بعد تمام بڑے مصائب لوگوں کو ایک ہال میں اکٹھا کرلیا اور حکم دیدیا کہ اس کے دروازے بند کردیئے گئے اور بادشاہ ان کے سامنے ظاہر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ یہ(حضور علیہ السلام) جس جگہ خیمہ زن ہیں تم جانتے ہو۔انہوں نے میری طرف لکھا ہے کہ کوئی ایک بات قبول کرلو۔

۱۔ ہم سب لوگ اسلام قبول کریں

۲۔ یاانہیں جزیہ دینا قبول کریں

۳۔ یا جنگ کے لیے تیار ہوجائیں۔قیصر روم کہنے لگا اے نصرانیت کے عالموتم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ وہ یہاں ضرور قابض ہونگے۔جہاں آب ہمارے قدم ہیں۔پس آؤ ان کا دین قبول کریں یا ان کو جزیہ دینا قبول کریں۔

تمام لوگ بپھر گئے اور انہوں نے اپنی کلاہیں اتار کر پھینکنا شروع کردیں اور کہنے لگے کہ تم ہمیں نصرانیت کو ترک کردینے کا حکم دیتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ حجاز سے آنے والے ایک عرب کے غلام بن جائیں اور یہ لوگ شور وغل مچاتے ہوئے باہر کو بھاگے۔لیکن دروازے بند پائے۔

قیصر روم نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ باہر نکل کر انقلاب برپا کردیں گے۔اس نے ان کو واپس دوبارہ اکٹھا کیا اور کہنے لگا کہ خاموش ہوجاؤ۔میں نے تو یہ بات تمہیں آزمانے کے لیے کہی تھی کہ تم اپنے دین پر کہاں تک پختہ ہو۔

قیصر روم نے ایک آدمی منگوایا جو کہ عربی سخن میں ماہر تھا۔ان کا نام تنوخی تھا۔اور اسے اپنا خط دے کر کہا کہ حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں جاؤ اور جو وہ فرمائیں اسے ذہن نشین کرلینا۔لیکن فرض محال ساری گفتگو ذہن نشین نہ کرسکو تو تین باتیں خاص طور پر بالکل نہ بھولنا۔

پہلی بات یہ کہ کیا دوران گفتگو وہ کیا اپنے پہلے خط کا حوالہ دیتے ہیں؟۔

دوسری بات یہ کہ کیا دوران گفتگو وہ رات اور دن کا حوالہ دیتے ہیں؟۔

تیسری بات یہ کہ کیا پشت کی طرف غور سے دیکھنا کہ اگر کوئی تعجب آمیز چیز تمہیں دکھائی دے تو مجھے بتانا۔

تنوخی کہتا ہے کہ میں قیصر کا خط لے کر حضور علیہ السلام کے پاس تبوک کے مقام پر آیا۔حضور علیہ السلام نے مجھے شرف باز یابی کا موقع عطا فرمایا۔میں حاضر خدمت ہوا۔تو حضور علیہ السلام نے مجھے اپنے سامنے بٹھالیا۔میں نے ہرقل قیصر روم کا خط پیش کیا حضور علیہ السلام نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔اور مجھے پوچھنے لگے کہ میں کون ہوں۔میں نے عرض کی کہ قبیلہ تنوخ کا ایک فرد

ہوں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا اسلام لانا پسند فرماؤ گے کیوں کہ یہ دین تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے میں نے عرض کی کہ میں ایک قوم کی طرف سے سفیر بن کر آیا ہوں۔ میرا دین وہی ہے جو میری قوم کا دین ہے جب تک کہ میں اپنی قوم کے پاس لوٹ کر واپس نہ چلا جاؤں۔ میں اپنا مذہب نہیں بدلوں گا۔

حضور علیہ السلام میرا جواب سن کر ہنس دیئے اور فرمانے لگے۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں البتہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو خوب جانتا ہے۔ (سورۃ قصص، ۵۶)

پھر فرمایا کہ میں نے ایک دعوت نامہ کسریٰ کی طرف بھیجا تھا اس نے اس کو پھاڑ کر پارہ پارہ کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی مملکت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ میں نے تیرے بادشاہ کی طرف دعوت نامہ بھیجا اس نے اسے عزت و احترام سے وصول کیا۔ لوگ اس کی قوت سے خائف رہیں گے۔ جب تک اس کی زندگی میں خیر ہوگی۔ تنوخی کہتا ہے کہ مجھے قیصر روم کا فرمان یاد آگیا کہ یہ بات ان تین باتوں میں سے ایک ہے۔ جن کو یاد رکھنے کا (حضور علیہ السلام نے) قیصر روم سے کہا اور میں نے بطور یاداشت اس کو تیر کی نوک سے اپنی تلوار کی میان پر لکھ لیا۔

حضور علیہ السلام نے قیصر روم کا خط اپنے پاس بیٹھے ایک شخص کو دیا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں قیصر نے اپنے خط میں کہا کہ قرآن پاک کی آیت شریف میں ہے کہ

عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

ترجمہ: کہ سارے آسمانوں اور زمینوں کو ملایا جائے تو جنت اس کا عرض بنتی ہے۔ (سورۃ آل عمران، ۱۳۳)

قیصر نے پوچھا تھا کہ اس وقت دوزخ کہاں ہوگی۔ حضور علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا

سبحان اللہ این الیل از جاء النہار

ترجمہ: رات کہاں ہوتی ہے جب دن آجاتا ہے۔

تنوخی کہتا ہے کہ میں نے رات اور دن کے ذکر والی دوسری بات بھی لکھ لی۔

قیصر روم کا خط سننے سے فراغت کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہمارے پاس قیصر کا قاصد بن کر آیا ہے۔ تیری خاطر مدارت اور تیری تکیریم ہم پر فرض ہے لیکن ہم حالت سفر میں ہیں اور ہمارا زاد راہ بھی قریب الاختتام ہے۔ ورنہ ہم ضرور تمہیں انعام و اکرام سے نوازتے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ حضور علیہ السلام اگر مجھے اجازت دیں تو میں اسے انعام پیش کرتا ہوں انہوں نے منصوریہ کی بنی ہوئی ایک خلعت اپنے سامان سے نکالی اور میرے آگے رکھ دی میرے پوچھنے پر بتایا گیا کہ ان کا نام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ) ہے۔ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس شخص کا کون میزبان بنے گا۔ ایک انصاری شخص نے

عرض کی حضور علیہ السلام میں اس کا میزبان بنوں گا۔

جب میں اس محفل سے باہر نکلا تو حضور علیہ السلام مجھے بلایا اور فرمایا کہ یہاں سے گزرو جیسے کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے۔

تنوخی کہتا ہے کہ مجھے قیصر کی تیسری بات یاد آگئی۔اور میں حضور علیہ السلام کے پیچھے آیا اور میں نے حضور علیہ السلام کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت مبارک دیکھی جو بہت نمایاں تھی۔

اس طرح قیصر کی تیسری بات جو تنوخی بھول گیا تھا اسے حضور علیہ السلام نے یاد کروادی۔

آج حضور علیہ السلام کے علم غیب پر (نعوذ باللہ) اعتراض کرنے والوں کے لیے یہ بات مشعل راہ ہے۔قیصر روم نے حضور علیہ السلام کے مکتوبات شریف کو سونے کی ایک نلکی میں محفوظ کر دیا اور قیصر کے وارث تمام رومی بادشاہ ان کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے رہے اس نے ان مکتوبات شریف کو سونے کی نلکی میں محفوظ کر کے سونے کے پتھروں سے بنے ایک صندوق میں رکھ دیا اور اپنے وارثوں کو نصیحت کی کہ اس وقت تک خیر ہوگی اور حکومت تمہارے پاس رہے گی جب تک کہ یہ گرامی نامہ تم عزت و اکرام سے محفوظ رکھو گے۔(مدارج النبوۃ ۲/ ۲۹۸۔۲۹۷) (الوثائق السیاسیہ ۱۱۴ تا ۱۱۰)

گرامی نامہ بنام مقوقس شاہ مصر

آقا دو جہاں حضور علیہ السلام نے ایک گرامی نامہ مقوقس جو کہ مصر کا حاکم تھا کے نام لکھا اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کو سکندریا مصر کے دارالخلافہ میں بادشاہ کے پاس بھیجا۔حضور علیہ السلام کی برکت سے ان کو فوراً شرف باز یابی حاصل ہوگئی۔اور مقوقس بادشاہ ان کے ساتھ بڑے عزت و احترام کے ساتھ پیش آیا حضور علیہ السلام نے اس کی طرف تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد عبداللہ رسولہ الی مقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الھدی۔

امابعد! فانی ادعوك بدعایۃ الاسلام! اسلم تسلم یعطیك اللہ۔ اجرك مرتین فان تولیت فعلیك إثْمُ القبط یا اھل الکتاب تَعَالَوْ علی كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِكَ بہ شیئاؤ لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولو فقولو اشھدو ابانا مسلمون۔

اللہ
رسول
محمد

ترجمہ: شروع اللہ کے نام لے کر جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

یہ خط محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے مقوقس قبطیوں کے سردار کی طرف ہے سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا پیروکار ہے۔

اما بعد میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں اسلام لے آؤ ۔سلامت رہو گے اوراللہ تعالیٰ تجھے دوگنا اجر عطا فرمائے گا۔اوراگرتم روگردانی کروتو سارے قبطیوں کی گمراہی کا گناہ تیری گیری گردن پر ہوگا۔

اے اہل کتاب آجاؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرینگے ۔اورکسی چیز کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے ۔اورہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کرکسی ایک دوسرے کو اپنا رب نہیں بنائیں گے ۔اوراگر یہ لوگ روگردانی کریں تو کہواے منکروگواہ رہنا ہم مسلمان ہیں ۔

اللہ
رسول
محمد

مقوقس شاہ مصر حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہائی میں لے گیا۔آپ نے اس کو نصیحت کی اور منکر لوگوں کے احوال سنائے اور!اسے کہا کہ ان لوگوں سے تمہیں عبرت حاصل کرنی چاہئے ۔

مقوقس شاہ مصر کہنے لگا کہ ہمیں امید تھی کہ عنقریب ایک نبی (علیہ السلام) ظاہر ہونے والے ہیں لیکن ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہ شام سے ظاہر ہوں گے ۔عرب ایک ایسا ملک ہے جہاں افلاس اور قحط سالی ہے اگر میں آپ ﷺ پر ایمان لے آیا تو میری قوم اس دین کو قبول نہیں کرے گی ۔اور مجھے تاج وتخت گنوانا پڑے گا جسے میں پسند نہیں کرتا۔(الوثائق السیاسیہ ۱۳۵)

اس نے ایک ہاتھی دانت کی ڈبیا میں بڑے عزت و احترام سے حضورعلیہ السلام کے خط مبارک کو رکھا۔اس نے جواب تحریرکیا۔

جوابی خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لمحمد بن عبداللہ من المقوقس عظیم القبط سلام علیک

اما بعد قد قرات کتابت و فھمت ما ذکرت فیہ و ما تدعو الیہ وقد علمت ان نبیاً بقی وقد کنت اظن انہ یخرج الشام و قد اکرمت رسولک و بعث الیک بجارتین لھما مکان فی القبط عظیم وبکسوۃٍ واھدیت الیک بغلۃ ترکبھا و السلام علیک۔

ترجمہ: شروع اللہ کے نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ۔محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی خدمت میں مقوقس عظیم قبط کی طرف سے آپ پر سلام

اما بعد! میں نے آپ کا مکتوب گرامی نامہ پڑھا اس کے مندرجات اور جس دین کو قبول کرنے کی آپ نے دعوت دی ہے اسے سمجھا مجھے اس بات کا علم تھا کہ ایک نبی کی آمد ہوگی لیکن میرا خیال تھا کہ وہ ملک شام سے ظاہر ہونگے میں نے آپ کے

قاصد کی عزت وتکریم کی ہے میں حضور (علیہ السلام) کی خدمت میں دو کنیزیں بھیج رہا ہوں جن کی اہل قبط کی نگاہوں میں بڑی قدرومنزلت ہے ایک خلعت اور ایک خچر حضور (علیہ السلام) سواری کے لیے پیش ہے۔ والسلام علیک۔ (تاریخ الخمیس ۲/ ۳۹)

اس نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک ہزار مثقال سونا اور بیس خلعتیں ایک سفید خچر اور یعفور نامی گدھا بھی بھیجا۔

حضور علیہ السلام نے جب اس کا جوابی خط اور اس کی باتیں سنیں تو فرمایا ''خبیث نے اپنے ملک کے سلسہ میں بخیلی کی ہے لیکن اس کا ملک باقی نہیں رہے گا''

جو دو کنیزیں اس نے بھیجی تھیں ان کا نام ماریہ اور سرین تھا۔ حضور علیہ السلام کے فرزند حضرت ابراہیم حضرت ماریہ رضی اللہ عنہما کے ہی بطن سے تھے۔ آپ نے بچپن میں ہی وفات پائی۔ آخری وقت یہ حضور علیہ السلام کی گود مبارک میں تھے۔ اور حضور علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے صحابہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی کیا حضور علیہ السلام رو رہے ہیں؟ فرمایا دل غمزدہ ہے لیکن ہم اپنی زبان پر کوئی ایسا حرف نہیں لاتے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو۔ اے ابراہیم رضی اللہ عنہ ہم تیری جدائی پر غمگین ہیں۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فرزند پاک کی وفات کے دن سورج گرہن بھی لگا۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سورج کو کسی کی موت اور زندگی سے گرہن نہیں لگا کرتا۔''

دوسری کنیز سرین تھی جو حضور علیہ السلام نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی جن سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

مکتوب مبارک بنام حارث بن ابی شمر الغسانی

حضور علیہ السلام نے حارث بن ابی شمر الغسانی کے پاس اپنا مکتوب گرامی حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ قیصر شاہ روم نے اس کو غسانی ریاست کا حاکم مقرر کیا تھا۔

حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو دن اس کی ملاقات کے لیے کوشش فرماتے رہے لیکن جب کوئی صورت نہ نکلی تو اس کے دربان سے رابطہ کیا۔ یہ اچھا آدمی تھا اس نے کہا کہ حارث فلاں دن باہر نکلے گا تب ہی اس سے ملاقات ہو سکے گی۔ میں نے جب اس کو حضور علیہ السلام کے متعلق بتایا تو اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور کہنے لگا کہ میں آپ پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔ کیونکہ میں نے انجیل میں جو آخری نبی علیہ السلام کی خصوصیات پڑھی ہیں وہ اِن میں موجود ہیں لیکن مجھے بادشاہ کا خوف نہ ہوتا تو میں اپنے ایمان کا اعلان کر دیتا۔ اس نے آپ کو بہت عزت وتکریم سے اپنے پاس رکھا۔ کئی روز کے بعد جب حارث باہر نکلا تو حضرت شجاع بن وہب ؓ نے حضور علیہ السلام کا گرامی نامہ اسے پیش کیا۔ حضور علیہ السلام نے تحریر فرمایا تھا۔

35

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ ابی الحارث ابی شمر سلام علی من اتبع الھدی و امن و صدق و
اِنی ادعوك ان تومن باللہ وحدہ لا شریك له یبقی لك ملكك۔

اللہ
رسول
محمد

ترجمہ: شروع اللہ کے نام لے کر جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

محمد رسول اللہ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کے نام ہر اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کا پیروکار ہے اور اس پر ایمان لے آیا ہے۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لے آؤ تمہارا ملک باقی رہے گا۔"

(الوثائق السیاسیہ ۱۲۶)

اس بدبخت نے حضور علیہ السلام کے گرامی نامہ کو غصہ سے بے قابو ہو کر زمین پر دے مارا اور کہنے لگا کہ کون مجھ سے میری مملکت چھیننا چاہتا ہے۔ میں اس پر حملہ کروں گا اور اس نے فوراً اپنے لشکر کو تیاری اور اپنے گھوڑوں کی نعل بندی کا حکم دیدیا۔

پھر اس نے قیصر شاہ روم کو اپنے ارادہ سے مطلع کرنے کے لیے قاصد بھیجا۔ قیصر نے اسے فوراً سختی سے حملہ کے ارادہ سے باز رہنے کا حکم دیا تو سارا فتور اس کے دماغ سے نکل گیا کہ قیصر بھی حضور علیہ السلام سے خائف ہے۔

پھر اس نے حضور علیہ السلام کے قاصد کو بلایا اور ان کو ایک سو مثقال سونا دے کر واپس بھیجا۔

حضور علیہ السلام کا ایران کے شہنشاہ خسرو پرویز کے نام خط مبارک

حضور علیہ السلام نے اپنا خط مبارک ایران کے شہنشاہ خسرو پرویز کے نام بھیجا یہ خط آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ روانہ کیا۔

خط کے مندرجات یہ ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ ابی کسری عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدی وامن باللہ
ورسوله و شھد ان لّا اله الله وحده لا شریك له و ان محمد عبدہٖ ر رسوله و ادعوك
بداعیة اللہ عزوجل فانی انا رسول اللہ عزوجل الی الناس كافة لا انذر من كان

حیاویحق القول علی الکفرین اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس۔

الله
رسول
محمد

ترجمہ: شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے کسریٰ شاہ ایران کے نام ہے سلامتی ہو ہر اس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لے آیا اور یہ گواہی دی کہ اللہ وحدہ لاشریک کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اے کسریٰ میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آنے کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں اللہ عزوجل کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ میں بروقت متنبہ کردوں جو زندہ ہیں اور تاکہ حجت تمام کردوں کفار پر اسلام قبول کرلے۔ سلامت رہے گا اور اگر تو اسلام قبول کرنے سے انکار کرے گا تو تیری گردن پر سارے مجوسیوں کی گمراہی کا گناہ ہوگا۔ (تاریخ الخمیس ۲/۳۹)

الله
رسول
محمد

جب کسریٰ کے پاس حضور علیہ السلام کا گرامی نامہ پہنچا اور اس نے اسے پڑھا تو فرط غضب کے پاگل ہوگیا اور گرامی نامہ کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ اور کہنے لگا کہ (نعوذ باللہ) میرا ایک غلام مجھے خط لکھنے کی جسارت کرتا ہے اس نے یمن میں اپنے گورنر باذان کو حکم دیا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تیرے علاقہ میں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے فوراً انہیں گرفتار کرکے میرے پاس بھیجو۔

باذان نے اپنے ایک وزیر سمی بانویہ کو ایک فارسی النسل شخص جس کا نام خرخسرہ تھا کے ساتھ مدینہ طیبہ اپنا خط دے کر روانہ کیا کہ فوراً ان دونوں کے ہمراہ کسریٰ کے پاس چلیں۔

جب یہ حضور علیہ السلام کے پاس پہنچے تو حضور علیہ السلام نے ان کو خوش آمدید کہا اران کی خاطر مدارت فرمائی اور انہوں نے حضور علیہ السلام کو اپنی آمد کے مقصد سے آگاہ فرمایا۔

حضور علیہ السلام نے ان کو دوسرے دن حاضر ہونے کا حکم فرمایا۔

جب یہ دوسرے دن حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے انہیں فرمایا

''کہ جاؤ اپنے صاحب کو جا کر بتادو کہ میرے رب نے اس کے رب کسریٰ کو آج رات قتل کردیا ہے۔

جب کہ رات کے سات پہر گزر چکے تھے اس کے بیٹے شیرویہ نے اس کی چھاتی پر چڑھ کر اس کا پیٹ پھاڑ دیا ہے۔ جاؤ اور باذان کو جا کر اس کے شہنشاہ کی ہلاکت کی اطلاع کردو''

وہ کہنے لگے کہ آپ جانتے ہیں۔

کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک اسے جا کر بتادو اور ساتھ یہ بھی بتادو کہ میرا دین اور میری حکومت کسری کی مملکت کی آخری حدود تک پہنچے گی۔ بلکہ وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کوئی کھر والا جانور یا سم والا جانور موجود ہے اور اسے یہ بھی کہہ دینا کہ اگر اسلام قبول کرلو گے تو تمہارا ملک اور ساز وسامان تمہارے پاس ہی رہنے دیا جائیگا۔

حضور علیہ اسلام نے بازان کے قاصد کو سونے اور چاندی سے مرصع کمر بند بطور تحفہ دیا جب یہ واپس بازان کے پاس پہنچے تو انہیں اسے حضور علیہ السلام کی پیش گوئی کے متعلق بتایا اور دوسری باتیں بھی بتائیں جب کچھ دنوں بعد کسری پرویز کے قتل کی خبر ملی تو اس نے اور باقی اور کئی لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور اپنے ایمان لانے کی اطلاع حضور علیہ السلام کو مدینہ طیبہ بھجوادی

(تاریخ الخمیس ۲/ ۳۷۔ ۳۶۔ مدارج النبوۃ ۲/ ۲۲۴۔ ابن سعد طبقات الکبریٰ ۱/ ۲۶۰) (ضیاالنبی ۴/ ۱۸۱ تا ۲۰۷)

غزوہ خیبر

خیبر کا محل وقوع

خیبر مدینہ منور سے ۹۶ میل ۱۵۶ کلو میٹر پر شمال مشرق میں تیس کلو میٹر کے علاقے پر محیط سر سبز و شاداب حرہ تھا۔حرہ اس علاقے کو کہتے ہیں جہاں سیاہ لاوے سے چٹانیں وغیرہ ہوں۔(رحمت دارین ۔طالب ہاشمی ص ۔۵۸۹) یہاں یہودیوں نے اپنی حفاظت کے لیے چھوٹے بڑے چودہ حصن (قلعے) بنائے ہوئے تھے جن کے نام۔

۱۔ناعم۔ ۲نطاۃ۔ ۳۔صعب۔ ۴۔زبیر۔ ۵۔الشق ۶۔البُر

۷۔ابی۔۸۔قموص۔۹الوطیع ۔۱۰۔سلالم۔۱۱۱ الکتیبہ۔ ۱۲۔قصارہ۔ ۱۳۔نزار

۱۴۔مربطہ۔(سیرت رحمت دارین از طالب ہاشمی،صفحہ ۵۸۹)

یہودیوں نے اِن چودہ قلعوں کو تین حصون میں تقسیم کیا ہوا تھا اور ہر حصون میں متعدد قلعے تھے۔ اِن حصون کو حصون النطاۃ،حصون الشق اور حصیون الکتیبہ کہتے تھے۔سب حصون میں کل چودہ قلعے تھے۔

ان چودہ قلعوں کو ملا کر خیبر کا علاقہ بنتا تھا یہاں یہ کھیتی باڑی کرتے تھے اور انہوں نے یہاں بہت سے باغات بھی لگائے ہوئے تھے اور یہاں کھجوروں کے جھنڈ بھی تھے۔

غزوہ خیبر کا پس منظر

یہود بنی قینقاع اور یہود بنی نظیر کی کثیر تعداد یہاں آ کر آباد ہوگئی تھی۔

یہ تمام لوگ مسلمانوں کے سخت مخالف تھے۔اور آئے روز حضور علیہ السلام کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔حضور علیہ السلام نے اِن سے معاہدہ فرمایا تھا کہ ہر ایک کو مذہبی آزادی ہوگی اور ہر کوی اپنے مذہبی اشعار کو آسانی سے ادا کر سکے گا۔ہر ایک کی عبادت گاہوں کا تحفظ کیا جائے گا اور کسی کی معاشی سرگرمیوں پر کوئی پابندی نہیں ہوگی جو ان کے اوس وخزرج کے ساتھ معاہدے ہیں۔وہ برقرار رہیں گے۔تمام لوگ ایک دوسرے سے دھوکہ اور غدر نہیں کرینگے گے نہ ہی وہ دشمن کے لیے جاسوسی کریں گے اور نہ ہی دشمن قبائل کی مدد کرینگے۔وہ کسی پر دست تعدی دراز نہیں کرینگے۔

مسلمانوں نے ہمیشہ ان معاہدوں کی پاسداری کی لیکن یہودیوں کے دلوں میں ہمیشہ سے مسلمانوں کے خلاف نفرت رہی۔اور وہ ان معاہدوں کو آئے دن توڑتے رہے مسلمانوں کی فتوحات ان سے ہضم نہ ہوسکیں اور وہ ہر دم حسد کی آگ میں جلتے

جارہے تھے۔انہیں یہودیوں نے آس پاس کے یہودیوں کے سرداروں کو ساتھ ملاکر وفد کی صورت میں مکہ مکرمہ اور آس پاس کے دوسرے قبائل کو اکسایا اور انہی کے ورغلانے پر لوگ جنگ احزاب کے موقع پر کفار کا جم غفیر لے کر مسلمانوں پر آپڑے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام کی حفاظت فرمائی اور دشمن خائب و فاسر ہوکر واپس لوٹ گیا۔

غزوہ حدیبیہ سے جب حضور علیہ السلام واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے تو سرکار دو عالم ﷺ کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودی اور بنی قریظہ کے وہ یہودی جو مدینہ طیبہ سے جا کر خیبر میں آباد ہوگئے تھے نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کا منصوبہ بنایا ہے اور اس مقصد کے لیے انہوں نے خیبر کے آس پاس بنو غطفان کو بھی ساتھ ملالیا ہے۔اور وہ عنقریب مسلمانوں پر حملے کے لیے پر تول رہے ہیں۔

غزوہ خیبر کے واقعات

حضور علیہ السلام نے غزوہ حدیبیہ سے واپسی کے بیس پچیس دن کے بعد مسلمانوں کو خیبر چلنے کا حکم فرمایا۔اور ارشاد فرمایا کہ جو لوگ غزوہ حدیبیہ میں ہم رکاب تھے وہی خیبر کی طرف چلیں یا وہ جسے مال غنیمت کا لالچ نہ ہو وہ بھی جا سکتا ہے۔

مسلمان ۷ ہجری محرم شریف کے اوائل میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے ان کی تعداد سولہ سو کے قریب تھی حضور علیہ السلام نے حضرت سباع بن عرفہ الغفاری کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا ابن ہشام نے غیلہ بن عبداللہ اللیثی کا نام لیا ہے۔لشکر اسلام میں چودہ سو کے قریب پیادے اور دوسو کے قریب گھڑسوار تھے اور کثیر تعداد میں اونٹ بھی ساتھ تھے۔

۱۔مقدمہ الجیش کی کمان حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھی۔میمنہ پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقرر تھے۔اور میسرہ پر ایک دوسرے صحابی مقرر تھے۔صحیح مسلم کے مطابق ام زیاد اشجیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دوسری پانچ خواتین نے چرخہ کاٹ کر مسلمانوں کی مدد کی۔

۲۔ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کے ہمرکاب تھیں بنو اشجعہ قبیلہ کے دو آدمی راستہ دکھانے پر مقرر تھے۔

بنو غطفان کے یہودیوں کو جب مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ ایک جم غفیر لے کر خیبر کے یہودیوں کی حفاظت کے لیے نکلے لیکن صرف ایک ہی منزل طے کرنے کے بعد ان کو اپنے پیچھے سے شور سنائی دیا۔انہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں نے ان کے اہل وعیال پر حملہ کردیا ہے اور وہ ان کی حفاظت کے لیے یہاں سے ہی واپس لوٹ گئے۔

(اصح السیر ۱۸۵)(صحیح مسلم جلد ۲/ ۱۰۵)

''الحرکات العسکریہ'' کے مصنف کے مطابق حضور علیہ السلام نے بنی عطفان کو خوفزدہ کرنے کے لیے مسلمانوں کی ایک ٹولی ان کی طرف گئی لیکن ان کے گھروں میں عورتوں و بچوں کے سوا کوئی نہ تھا۔جس سے یہ خوفزدہ ہوکر واپس گھروں کی طرف لوٹ گئے تاکہ اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرسکیں۔

حضور علیہ السلام نے خیبر تک کا یہ تمام فاصلہ صرف تین رات میں طے فرمالیا۔ رات کے سناٹے میں حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدی خوانی کرکے اونٹوں کو تیز چلنے پر مجبور کرتے رہے۔ ان کی آواز میں بلا کا سوز تھا۔ اور اپنے اشعار میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے رہے اور مسلمانوں کے لیے دعا کرتے رہے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ حدی کون پڑھ رہا ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ یہ حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا رحمہ اللہ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان کے لیے اب شہادت واجب ہوگئی ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں ان سے متمتع ہونے کا مزید موقع ہمیں کیوں نہ عطا فرمایا گیا۔

آقا دو جہاں ﷺ نے صہباء کے مقام پر جو خیبر سے قریب تھا۔ عصر کی نماز ادا فرمائی۔ یہاں پر دسترخوان بچھایا گیا سوائے ستو کے کھانے کے لیے اور کوئی چیز نہ تھی۔ حضور علیہ السلام اور تمام لشکر نے ستو تناول فرمائے۔

پھر راستہ دکھلانے والوں کو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسے راستے سے لے کر چلو کہ ہم خیبر اور بنو غطفان کے درمیان حائل ہو جائیں تا کہ وہ خیبر کے لوگوں کی مدد نہ کرسکیں وہ لوگ لشکر اسلام کو لے کر ایک ایسی جگہ پر پہنچے جہاں سے چار راستے خیبر کی طرف جارہے تھے ان کا نام حزن، شاش حاطب اور مرحب تھا۔ حضور علیہ السلام ہمیشہ نیک فال لیتے تھے۔ اور بُرے ناموں اور بُری فالوں کا ناپسند فرماتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ وہ مرحب کے راستے سے چلیں۔ اس طرح لشکر اسلام خیبر کے قریب بنو غطفان اور خیبر کے درمیان وادی رجیع میں جا کر قیام پذیر ہوگیا۔

اور اس طرح بنو غطفان خیبر کے یہود کی مدد کے قابل نہ رہے۔ حضور علیہ السلام جب خیبر میں داخل ہونے لگے تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔

ترجمہ: اے اللہ! اے سات آسمانوں اور جن چیزوں پر یہ سایہ فگن ہیں کے رب اور اے سات زمینوں اور جو انہوں نے اپنے اوپر بٹھایا ہوا ہے ان سب کے رب

اے شیطانوں اور جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے ان سب کے رب۔ اے ہواؤں اور جن کو وہ اڑا رہی ہیں ان سب کے رب ہم تجھ سے اس گاؤں کی خیر اور اس کے باشندوں کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور ہم اس گاؤں کے شر اور اس کے رہنے والوں کے شر سے پناہ مانگتے ہیں''

پھر فرمایا: اقدموبسم اللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آگے بڑھو

حضور علیہ السلام کسی بھی گاؤں میں داخل ہوتے وقت یہی دعا فرمایا کرتے تھے۔

(تاریخ الخمیس ۲/ ۴۵) (سبل الہدیٰ ۵/ ۱۸۴)

خیبر میں ورود مسعود

حضور علیہ السلام کی قیادت میں مسلمانوں کا یہ لشکر اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آگے بڑھتا ہوا رات کے اندھیرے میں خیبر